وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ

یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ

ایک علمی اور فقہی جائزہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ احمد یار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی

کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

شیخ الحدیث جناب مولانا عبدالمالک کا تبصرہ

(ترجمان القرآن، نومبر ۱۹۹۷ء)

یہ ایک جامع علمی مقالہ ہے جو اپنے موضوع پر انفرادیت کا حامل ہے۔ اس میں وراثت کے قرآنی اصولوں کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے یتیم پوتے کو وراثت نہیں مل سکتی۔ اس سلسلے میں قرآنی آیات، احادیث اور سنی اور شیعہ فقہی مسلک کے حوالوں کی مدد سے مدلل بحث کی گئی ہے۔

مقالہ نگار نے یتیم پوتے کی وراثت کے حامیوں کے دلائل کا تجزیہ کر کے ثابت کیا ہے کہ اس نظریے کا تعلق قرآن پاک سے نہیں ہے۔ اس کا ماخذ ہندو مذہب ہے جس میں بیٹے اور پوتے وغیرہ صلبی اولاد کے علاوہ کوئی وارث نہیں ہوتا۔ پھر عقلی اور نقلی دلائل سے یتیم پوتے کی وارثت کو اسلام کے اصول وراثت کے ساتھ ناممکن العمل قرار دیتے ہوئے اس نظریے کے علم برداروں کی قلابازیوں کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ پھر تعاون کے محتاج یتیم پوتے یا پوتیوں کے مسئلے کا قرآن پاک کی روشنی میں شرعی حل بھی بیان کیا گیا ہے۔ یتامی کے ساتھ رحمت و شفقت اور وصیت کا اصول پیش نظر رکھنا چاہیے۔ حکومت اور خاندان کی ذمہ داری ہے کہ ان کی کفالت کرے اور مورث کا حق ہے کہ اس کے بارے میں وصیت کرے۔ اس کا یہ حل نہیں ہے کہ اسلام کے نظام وراثت میں تبدیلی کر کے اسے بھی وارث بنا دیا جائے۔

اس مقالے سے علما، طلبا اور دینی جماعتیں خصوصی رہنمائی حاصل کر سکتی ہیں۔ اس کتاب کو تمام ممبران اسمبلی تک بھی پہنچانا چاہیے تاکہ ان میں اسلام سے ارتداد والے قانون کو ختم کرانے کا احساس پیدا ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ

یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ

ایک علمی اور فقہی جائزہ

حافظ احمد یار

www.KitaboSunnat.com

الفیصل
ناشران و تاجرانِ کتب
اردو بازار لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ISBN 969-503-129-3

باہتمام مجلس فاضلین علوم اسلامیہ

نومبر 1999ء

محمد فیصل نے

تعریف پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی

قیمت -/75 روپے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

ابتدائیہ ۳

مقدمہ طبع اول ۴

مقدمہ ۷

تمہید ۱۰

حصہ اوّل

باب اول

قرآن کے احکام وراثت ۱۷

باب دوم

اسباب میراث ۲۳

باب سوم

حجاب ۲۷

باب چھارم

وارثوں کے طبقات ۳۸

فصل اول: ازروئے فقہ حنفی ۳۸

فصل دوم: ازروئے فقہ جعفری ۴۱

فصل سوم: شعیہ سنی کی رو سے پوتے کے متعلق ۴۳

باب پنجم

مقام حیرت ۵۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

خاموشی کیوں؟ ۶۰

حصہ دوم

مسئلہ کا جدید پہلو ۶۸

باب اول

پس منظر ۶۹

باب دوم

اجتہاد نو ۷۶

فصل اول : پہلی دلیل ۷۶

فصل دوم : اصول قائم مقامی پر بحث ۸۳

فصل سوم: متجددین کے بقایا دلائل ۹۱

باب سوم

قرآن اور تحفظ مصالح یتامیٰ ۹۹

باب چہارم

قانون وصیت کی ضرورت ۱۰۸

باب پنجم

اسلامی قانون وراثت میں ترمیم کے امکانات ۱۱۵

ضمیمہ الف ۱۲۴

ضمیمہ ب ۱۲۸

ضمیمہ ج ۱۳۰

مراجع و مصادر ۱۶۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتدائیہ

"یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ" کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۳ء میں ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور، کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ اشاعت سے قبل استاذ الاساتذہ حافظ احمد یارؒ صاحب نے اس میں ضمیمہ "ج" کا اضافہ کیا تاکہ موضوع سے متعلق اس وقت تک کی تازہ ترین معلومات کو شامل کیا جا سکے۔ محترم حافظ صاحب نے میری درخواست پر مسودہ کی پروف ریڈنگ ایسا بظاہر معمولی لیکن صبر آزما کام بھی کیا۔

علمی حلقوں میں کتاب کو پذیرائی ملی۔ لہذا موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس کا دوسرا ایڈیشن اہل علم کے استفادہ کے لیے محترم حافظ صاحب کی یاد میں ایک علمی نشست کے انعقاد کے موقعہ پر پیش کیا جا رہا ہے۔

اللہ کریم ہماری اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر جمیلہ شوکت
ڈین کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ
پنجاب یونیورسٹی، لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ طبع اول

ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی میں ابتداء ہی یعنی ۱۹۵۱ء سے علمی تحقیق کا سلسلہ جاری ہے۔ الحمدللہ ان چالیس سال کی علمی کاوشوں کا ثمرہ تقریباً آٹھ سو علمی و تحقیقی مقالات کی شکل میں ادارے کی لائبریری میں محفوظ ہے - یہ مقالات ایم اے کی سطح پر منتخب طلبہ و طالبات کے رشحات قلم کا نتیجہ ہیں جو قرآن حکیم ' حدیث نبوی ' فقہ ' تاریخ ' تقابل ادیان ' سائنس و فلسفہ' تہذیب و ثقافت نیز اسلام کے سیاسی ' معاشرتی اور معاشی افکار کے علاوہ دیگر متنوع عصری مسائل سے متعلق ہیں۔

الحمدللہ اس گرانقدر علمی ذخیرے سے استفادے کے لئے ملک بھر کی جامعات کے مختلف شعبہ جات سے طلبہ و طالبات اور اہل علم ادارہ علوم اسلامیہ کی لائبریری تشریف لاتے ہیں ۔

ان میں بیشتر مقالات نہ صرف معیاری ہیں بلکہ بعض اہم عصری مسائل سے بھی متعلق ہیں۔ اہل علم حضرات اور ادارے کے خیرخواہوں کی خواہش رہی کہ ہم ایسے مقالات جو اپنے موضوع اور مواد کے اعتبار سے معیاری اور اہم ہیں ان کے اشاعت کا اہتمام کریں تاکہ علمی و تحقیقی ذوق رکھنے والے اصحاب فکر و نظر اور طلبہ کے لئے براہ راست اور بسہولت استفادہ ممکن ہو سکے ۔ ۱۹۸۸ء میں ادارہ علوم اسلامیہ کے زیر اہتمام سیرت کانفرنس کے موقع پر جناب پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد ڈائریکٹر ساؤتھ ایشین سٹڈیز سابق وائس چانسلر جامعہ پنجاب بحیثیت مہمان خصوصی تشریف لائے ۔ انہوں نے ان مقالات کا جائزہ لے کر باصرار فرمایا کہ اہم مقالات کی طباعت کا انتظام ہونا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے ' اہل علم کی اس خواہش اور ترغیب ہی کا نتیجہ تھا کہ ہم نے چند اہل علم حضرات سے درخواست کی کہ وہ اس ذخیرے سے چند مقالات کا انتخاب کریں ان حضرات نے مقالات کے اس معتدبہ ذخیرے کا جائزہ لینے کے بعد پہلے مرحلے پر چند مقالات کو اشاعت کے لئے تجویز فرمایا جن میں سرفہرست حافظ احمد یار کا مقالہ " یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ تھا"۔ اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے اہم مسئلہ فنڈز کا حصول تھا۔ جس میں ہم اس وقت کامیاب نہ ہو سکے لہذا یہ منصوبہ معرض التواء میں پڑگیا۔

۱۹۹۲ء کی تعطیلات گرما کے دوران بعض ضروری وسائل فراہم ہوئے تو اس کار خیر کا آغاز حافظ صاحب محترم کے مقالے ہی سے کرنے کا فیصلہ ہوا۔

استاد محترم جناب حافظ احمد یار اہل علم کے درمیان معروف ہیں۔ ان کا شمار ادارے کے " السابقون الاولون " میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ادارے میں ۱۸ سال تک تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دیئے اور کچھ عرصہ اس کی سربراہی کے مشکل کام کو بھی سرانجام دیا۔ حافظ صاحب کے پسندیدہ مضامین قرآن حکیم ' فقہ اور جغرافیہ ہیں۔ آج کل آپ قرآن حکیم کے چار مباحث یعنی لغت ' اعراب ' رسم اور ضبط پر مشتمل ایک کتاب کی تالیف میں مشغول ہیں۔ یہ مباحث ماہنامہ " حکمت قرآن" لاہور میں جنوری ۱۹۸۹ء سے بالاقساط چھپ رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور وہ دین و علم کی خدمت میں اسی طرح مصروف و مشغول رہیں۔

حافظ صاحب نے " یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ " پر اپنا مقالہ ایم اے ۱۹۵۶ء کے امتحان کی جزوی تکمیل کے لئے پیش کیا۔ یہ مقالہ بغیر کسی حذف و اضافے کے شائع کیا جا رہا ہے۔ اور یہ امر حافظ صاحب کی زمانہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طالب علمی میں ہی علمی و دینی استعداد پر دلالت کرتا ہے ۔ اس موضوع پر بعد میں جو کچھ منظر عام پر آیا اسے حافظ صاحب نے "ضمیمہ ج" میں دینی و علمی دلائل کے ساتھ نہ صرف پیش کیا بلکہ اس پر محاکمہ بھی کیا ہے۔

ان شاء اللہ یہ مختصر کتاب دینی ادب میں ایک قابل قدر اضافہ ہو گا۔ اہل علم حضرات اور بالخصوص عدالتوں اور دیگر قانون ساز اداروں کے لئے راہنما ثابت ہو گی ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

ادارہ علوم اسلامیہ

جامعہ پنجاب ' لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

۱۹۵۱ء کے موسم گرما کا ذکر ہے' تحصیلدار علاقہ کا ہمارے گاؤں میں کیمپ تھا۔ مجھے بھی چند کھیتوں کی حد بر آری کے سلسلے میں ان کی خدمت میں حاضر ہونا پڑا۔ نواحی دیہات سے " انتقالات اراضی " کے متعلق بہت سے لوگ بلائے گئے تھے۔ ازانجملہ دو ایسے آدمی بھی ہوتے تھے جو اپنی زندگی ہی میں اپنے یتیم پوتوں کے نام حصہ زمین منتقل کرانے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان انتقلات کی تصدیق وغیرہ کے بعد بر سبیل تذکرہ تحصیلدار صاحب نے فرمایا:

" دیکھئے تو یہ کیسے مسلمان ہیں جو احکام الٰہی کی اطاعت سے منحرف ہونے کے لئے حیلے ڈھونڈتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن پوتوں کو محروم الارث رکھا ہے یہ ان کے نام جائدادیں منتقل کر کے نافرمانی کو نیکی سمجھ رہے ہیں "۔

یتیم سے فطری ہمدردی ' اسلام کے دین حق اور دین فطرت ہونے پر ایمان اور تحصیلدار صاحب کا یہ تعجب خیز تبصرہ --- یہ تھے وہ متصادم محرکات جنہوں نے مجھے اسی دن سے اس مسئلہ کی پوری پوری تحقیقات کے لئے بے چین کئے رکھا۔ تا آنکہ میں نے اسے اپنے مقالہ کا موضوع بنایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکتوبر ۱۹۵۲ء میں ایم اے میں داخلہ لینے کے بعد ہی میں نے اپنے محترم صدر شعبہ علامہ علاؤالدین صاحب صدیقی مدظلہ کے سامنے اپنی اس طلب تحقیق کا اظہار کیا تو انہوں نے نہ صرف میرے اس ارادہ و جذبہ کی حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ اپنے عالمانہ مشوروں ' مفید ہدایات اور مسلسل ہمدردانہ رہنمائی سے میری محنت میں ایک ذوق پیدا کر دیا ۔ حتی کہ یہ مقالہ انہیں کی ہدایت و نگرانی میں اتمام کو پہنچا ۔

خصوصاً اس ضمن میں ان کے ذریعے سے مجھے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامی کی مختصر مگر بے نظیر لائبریری سے جو گراں بہا مدد ملی ہے اس کا ذکر نہ کرنا ادائے فرض میں کوتاہی کے مترادف ہو گا ۔ عام مروجہ مستند کتابوں کے علاوہ دینی و اسلامی علوم پر جدید ترین عربی ' فارسی ' انگریزی اور اردو لٹریچر' اس لائبریری کی ایسی خصوصیت ہے جو اپنی نظیر آپ ہی ہے ۔ اور اس لحاظ سے یہ مجموعہ ان علوم کے ایک جدید (Modern) متعلم کے لئے یقیناً ایک نعمت غیر مترقبہ ہے ۔

دسمبر ۱۹۵۳ء میں جب کہ میں اس مقالہ کی ترتیب و تہذیب میں مصروف تھا ۔ پنجاب اسمبلی میں یہی مسئلہ زیر بحث آکر وقت کا خاصہ " سنسنی خیز " مسئلہ بن گیا ۔ اس بناء پر مقالہ کو مکمل ترین (Up- to- Date) صورت میں دینے کے لئے مجھے بعض جگہ مناسب اضافے بھی کرنے پڑے --- لیکن اس ضمن میں اخبارات اور مجالس میں بحث و مباحثہ کا جو سلسلہ چلا اس نے اس افسوسناک حقیقت کا انکشاف کیا کہ عوام تو درکنار ہمارے اہل علم حضرات بھی اسلامی قانون وراثت سے عموماً بے خبر ہی ہیں ۔ اور اس پر حضرت صادق مصدوق علیہ الصلاۃ والسلام کی وہ حدیث بے اختیار یاد آتی ہے کہ "انہ اول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم ینزع من امتی "۔

بہر حال آئندہ صفحات میں " یتیم پوتے کی وراثت کے مسئلہ " کو محض جذباتی اور مناظرانہ نقطہ نظر سے نہیں بلکہ علمی اور فقہی طریق پر سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور پڑھنے والوں سے بھی یہی جذبہ اور یہی نقطہ نظر متوقع ہے۔

واللّٰہ ولی التوفیق وھو یھدی الی سبیل الرشاد

حافظ احمد یار

متعلم ایم۔ اے

رول نمبر ۵٦۵ (۱۹۵۴ء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید :

ملکیت ' جائداد اور وراثت کے مسائل تمدن انسانی کے لوازمات میں سے ہیں ۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمدن و حضارت کے مختلف درجات اور الگ الگ اثرات نے ان مسائل کے متعلق بھی متعدد نظریات اور تصورات پیدا کر دیئے ہیں (۱)۔

اسلام میں --- جو انسان کے روحانی و مادی ارتقاء و کمال کے لئے خود انسان کے خالق و مالک کا تجویز کردہ دستور العمل ہے --- دوسرے تمدنی و معاشرتی مسائل کی طرح قانون وراثت کو بھی اس خوبی ' جامعیت اور اختصار کے ساتھ مرتب کر کے پیش کیا گیا ہے کہ جہاں ایک طرف وہ دوران دولت کے بہترین اصولوں پر مبنی ہونے کے باعث ایک نہایت معتدل و متوازن اقتصادی نظام قائم کرتا ہے ۔ وہاں وہ قریب قریب ہر قسم کے رشتہ داروں کے دعاوی وراثت کو اپنے اپنے موقع و محل پر زیر نظر رکھ کر ایک ایسا معاشرہ تیار کرنا چاہتا ہے جس کے افراد باہمی خیر خواہی اور نفع رسانی کی بنا پر ایک مضبوط رشتے میں مربوط ہو جائیں ۔

یہی وجہ ہے کہ علم الفرائض (اسلامی قانون وراثت) اسلام میں ایک نہایت اہم مقام رکھتا ہے ۔ خود قرآن حکیم نے فرائض کے جاری نہ کرنے پر سخت عذاب سے ڈرایا ہے ۔ چنانچہ سورہ " النساء " میں آیات میراث کے بعد ارشاد ہوتا ہے ۔

ومن یعص اللہ و رسولہ و یتعد حدودہ ' یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین(۲) " اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرے گا تو اللہ اسے آگ میں ڈالے گا۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن سزا ہو گی"۔

چونکہ احکام وراثت کا تعلق براہ راست روز مرہ کی عملی زندگی کے نہایت اہم پہلو سے ہے ۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے بھی صحابہؓ کو اس علم کی طرف خصوصاً توجہ دلائی اور اسے دین کا نہایت ضروری جزء قرار دیا ۔ چنانچہ فرمایا:

﴿۱﴾ تعلمو الفرائض فانه من دینکم و انه نصف العلم وانه اول علم ینزع من امتی (۳) " قانون وراثت کو سیکھو ۔ کیونکہ یہ ہمارے دین (کی اہم ضرورت میں سے ہے ۔ اور یہ آدھا علم (دین) ہے اور یہی علم سب سے پہلے میری امت میں سے اٹھا لیا جائے گا۔

﴿۲﴾ تعلموا الفرائض و علموها الناس فانی امرو مقبوض وان العلم سیقبض و تظهر الفتن حتی یختلف اثنان فی الفریضة فلا یجدان من یقضی فیها(٤) " علم وراثت کو سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ میں (آخر) مرنے والا ہوں ۔ اور (پھر ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے ۔(اور حالت یہاں تک پہنچے گی) کہ دو آدمی وراثت کے متعلق جھگڑا کریں گے اور انہیں اس میں (صحیح شرعی طریقہ پر) فیصلہ دینے والا نہیں ملے گا۔

اور بھی اس طرح کی احادیث ہیں ۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے متعلق مشہور ہے کہ آپؓ اکثر فرمایا کرتے تھے:

اذا تحدثتم لتحدثوا فی الفرائض واذا لهوتم فالهوا فی الرمی (۵) " جب باتیں کرو تو علم میراث کے متعلق کیا کرو ۔ اور کھیلنا ہو تو تیر اندازی کی مشق کیا کرو ۔

صحابہ کرامؓ میں مندرجہ ذیل بزرگ خاص طور پر اس علم کے ماہرین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شمار ہوتے تھے اور مسائل میراث کے متعلق اکثر روایات و احکام کا منبع و ماخذ یہی ہیں (٦)۔

ا۔ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؓ ۲۔ حضرت عبداللہ بن ابن عباسؓ ۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ۴۔ حضرت زید بن ثابتؓ ۵۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ۔

اگرچہ عہد صحابہؓ میں بھی متعدد نئے اور مشکل مسائل نمودار ہوئے (مثلاً الجد مع الاخوۃ اور " عول " کے مسئلے) لیکن اسلامی سلطنت کی وسعت اور ہر مذہب و ملت سے آنے والے نو مسلموں کی کثرت نے بے شمار نئے نئے جزئی اشکالات اور پیچیدہ صورتیں پیدا کر دیں ۔ مثلاً ایران کے مجوسی محرمات ابدیہ سے شادی کر لیتے تھے ۔ فرض کیجئے ایک مجوسی فیروز نے اپنی بیٹی زرینہ سے شادی کر لی اور اس سے ایک لڑکی گلنار پیدا ہوئی ۔ اب اگر یہ کنبہ مسلمان ہو جائے تو یہ لڑکی گلنار زرینہ کے مرنے پر اس کے ترکہ سے بطور دختر حصہ لے یا بطور بہن کے اور اسی طرح زرینہ گلزار کی ماں بھی ہے اور بہن بھی ۔ وغیرہ ذلک۔

چنانچہ زمانے کی ضروریات نے دیگر علوم شرعیہ کی طرح اس علم کی تدوین پر بھی فقہاء کو متوجہ کیا۔ انہوں نے اسے فن کی حیثیت دی' اس کے لئے خاص زبان اور اصطلاحات وضع کیں اور اس کے ایک ایک شعبہ پر قرآن و سنت کی روشنی میں غوروفکر کر کے تفصیلی و جزئی قواعد مستخرج کئے۔ پھر اس علم کے مباحث محض فکری و نظری مباحث نہیں تھے بلکہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کے نافذ العمل قانون وراثت کی حیثیت سے قدم قدم پر ان قواعد کے حسن قبح کو عملاً جانچا جا سکتا تھا۔

اس طرح یہ فن اپنے زمانے کے بہترین قانون دان دماغوں نے پروان چڑھایا اور یہ انہی بزرگوں کی دیانتدارانہ مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ آج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے پاس اسلامی قانون وراثت کی پوری تفصیلات اور اس کے عہد بعہد پیدا ہونے والے اختلافات اور متنازعہ فیہ قانونی تشریحات و تعبیرات کا پورا ریکارڈ موجود ہے۔ نیز قانون وراثت کی تمام جزئیات تک کو اس تفصیل کے ساتھ منضبط کیا ہے کہ مسائل کے کسی گوشہ کو تشنہ تکمیل نہیں رہنے دیا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ان سے اجتہادی غلطیاں سرزد ہوئی ہوں لیکن ان کی فنی خدمات کا بدترین دشمنوں تک کو اعتراف ہے۔ چنانچہ سراجیہ کا مشہور مترجم Sir William Jones لکھتا ہے:

" I am strongly disposed to believe that no possible question could occur on the Mohammaden Law of Succession which might not be rapidly and correctly answered".(7)

اور علامہ اقبالؒ نے اپنے خطبات میں Von Kremer کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"Next to the Romans, there is no other nation, besides the Arabs, which could call its own a system of law so carefully worked out --- and law of inheritance being a superemely original branch of it ". (8)

اسلامی احکام و قوانین کی تشریح و تعبیر کے سلسلے میں جو مختلف مذاہب فکر پیدا ہوئے انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (۱) اهل السنه والجماعة (حنفی ' مالکی ' شافعی ' حنبلی ' ظاہری وغیرہ)(۲) شیعہ (اثنا عشریہ ' اسماعیلیہ ' زیدیہ وغیرہ)۔

ان میں سے جزوی اختلاف کے باوجود احناف کو اہل سنت کا اور اثناء عشریہ کو شیعہ کا نمائندہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آگے چل کر جہاں جہاں ہم مسئلہ زیر بحث کے متعلق اسلامی فرقوں کا نقطہ نظر پیش کریں گے تو وہاں انہیں دو گروہوں کو لیں گے۔

اب ہم اس مسئلہ پر اپنی بحث کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے حصے میں اس کا قدیم پہلو بلا تنقید یعنی اس بارے میں فقہاء کا مسلک و موقف پیش کریں گے اور اس مقصد کے لئے نیز مسئلہ کی حقیقت ذہن نشین کرنے کے لئے قرآن و حدیث اور فقہ کے ضروری احکام وراثت کو ذرا بالتفصیل بیان کریں گے ---- اور دوسرے حصے میں مسئلہ کا جدید پہلو یعنی قدیم مسلک پر اعتراضات ' ان پر تنقید اور مسئلہ کا حل ازروئے قرآن و سنت پیش کریں گے۔

واللّٰہ ولی التوفیق والھدایۃ فی کل حال و عمل ۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی اور حوالہ جات

۱- اس موضوع پر اضافہ معلومات کے لئے Encyclopedia of Religion and Ethics کی جلد ہفتم میں مضمون بعنوان " Inheritance" کا مطالعہ بے حد مفید اور دلچسپ بھی ہو گا۔

۲- النساء / ۱۴

۳'۴- المواریث الاسلامیہ صفحہ نمبر ۸ پر یہ احادیث احمد-ترمذی ' حاکم اور ابن ماجہ کے حوالے سے درج ہیں اور بعینہ اسی حوالے سے مولانا اصغر حسین صاحب دیوبندی نے اپنے "رسالہ وراثت" کے شروع میں درج کی ہیں مجھے ترمذی دیکھنے کا اتفاق ہوا اس میں الفاظ کا تفاوت ہے۔ البتہ الجامع الصغیر سیوطی ۳/۲۵۴ اور تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۴۵۷ پر بھی یہ احادیث اسی طرح موجود ہیں۔

۵- المواریث الاسلامیہ صفحہ ۹

۶- المواریث الاسلامیہ صفحہ ۹ نیز سیرت عائشہؓ (سید سلیمان ندوی) صفحہ ۱۹۹

7- Mohammaden Law by F.B. Tyabji p.825

8- Reconstruction of Religious Thought in Islam p.168 & 170.ہے

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا حصہ

مسئلہ کا قدیم پہلو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اوّل

قرآن کے احکام وراثت

قرآن حکیم کے دوسرے بہت سے احکام کی طرح احکام میراث بھی ایک مناسب تدریج اور آہستگی کے ساتھ نازل کیے گئے ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی تمام قوانین وراثت کو سورہ النساء کی چار پانچ آیات میں اس خوبی ' اختصار و ایجاز اور جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے کہ عقل انسانی اس اعجاز پر محو حیرت ہو جاتی ہے۔ ذیل میں ان آیات کو آسانی فہم اور تسہیل حوالہ کے لئے ایک خاص تقسیم اور عنوان بندی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

الف۔ اصول وراثت

للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مماقل منه او کثر نصیبا مفروضا (۱)

ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ترکہ میں ' تھوڑا ہو یا بہت ' مردوں کا حصہ ہے اور (ایسا ہی) ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ترکہ میں عورتوں کا بھی حصہ ہے (اور یہ) حصہ (ہمارا اپنا) ٹھہرایا ہوا (ہے)۔

ب۔ اولاد کے متعلق احکام

یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ما ترک. وان کانت واحدة فلها النصف (۲)

(مسلمانو) تمہاری اولاد (کے حصوں) کے بارے میں اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ (دیا کرو) پھر اگر لڑکیاں (ہی ہوں اور وہ دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ترکے میں ان کا حصہ دو تہائی اور اگر (صرف)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک لڑکی ہی ہو تو اسے (ترکہ کا) آدھا (حصہ ملے گا)۔

ج۔ والدین کے متعلق

ولابویه لکل واحد منهما السدس مما ترك ان كان له ولد فان لم يكن له ولد و ورثه ابواه فلامه الثلث فان كان له اخوة فلامه السدس من بعد وصية يوصى بها او دين (٣)

اور میت کے ماں باپ کو (یعنی) دونوں میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ (ملے گا) اس صورت میں کہ میت کی اولاد ہو اور اگر اس کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث (صرف) ماں باپ ہی (بن رہے) ہوں تو اس کی ماں کا حصہ ایک تہائی ہو گا (اور باقی باپ کا) پھر اگر (اس صورت میں ماں باپ کے ساتھ) میت کے کچھ بھائی بہن بھی ہوں۔ تو ماں کا چھٹا حصہ ہو گا (اور باقی باپ کا لیکن یہ (وراثتیں) وصیت اور قرض کے پورا کرنے کے بعد (تقسیم کرنے کا حکم ہو گا)۔

د۔ زن و شوہر کے متعلق

ولكم نصف ما ترك ازواجكم ان لم يكن لهن ولد فان كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها او دين۔ ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها او دين (٤)

اور جو ترکہ تمہاری بیویاں چھوڑ مریں۔ اگر ان کے اولاد نہیں ہے تو اس میں تمہارا آدھا حصہ ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں تمہارا چوتھائی حصہ (ہو گا) اور یہ (تقسیم بھی) وصیت و قرض کے پورا کرنے کے بعد (ہو گی) اور جو کچھ (ترکہ) تم چھوڑ مرو اور تمہاری کوئی اولاد نہ ہو تو تمہاری بیویوں کا حصہ ایک چوتھائی اور اگر تمہارے اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہاری بیویوں کو آٹھواں حصہ (ملے گا) اور یہ (تقسیم بھی) وصیت اور قرض کے پورا کرنے کے بعد (ہو گی)۔

ہ۔ حقیقی یا علاتی بہن بھائیوں کے متعلق

ان امرأهلك ليس له ولد وله اخت فلها نضف ما ترك و هو يرثها ان لم يكن لها ولد۔ فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترك وان كانوا اخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الانثيين (٥)

اگر کوئی ایسا آدمی مر جائے جس کے اولاد نہ ہو (اور نہ ہی باپ دادا ہو اور ایسے آدمی کو کلالہ کہتے ہیں) اور اس کی صرف ایک ہی بہن ہو۔ تو اس (بہن) کو ترکے کا نصف دیا جائے گا) اور بہن مر جائے اور اس کے اولاد نہ ہو تو اس کے مال کا وارث بھائی ہو گا۔ پھر اگر بہنیں دو یا دو سے زیادہ ہوں۔ تو ان کو اس کے ترکہ میں سے دو تہائی (ملے گا) اور اگر بھائی بہن ملے جلے ہوں۔ تو مرد کو عورت سے دوگنا (کے اصول پر تقسیم ہو گی)

و۔ اخیافی بہن بھائیوں کے متعلق

وان كان رجل يورث كلالة او امراة وله اخ او اخت فلكل واحد منهما السدس فان كانوا اكثر من ذلك فهم شركاء فى الثلث من بعد وصية يوصى بها او دين غير مضار (٦)

اور اگر وہ مرد کہ جس کی میراث ہے باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا یا (کوئی) عورت ہو ایسی ہی۔ اور اس میت کے ایک بھائی ہے یا بہن ہے تو دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے۔ پھر اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو سب حصہ دار ہوں گے ایک تہائی میں ---- بعد اس وصیت کے جو ہو چکی ہے یا قرض کے - جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو۔

مختلف وارثوں کے حصوں کے تعین کے علاوہ ان آیات سے بالا جمال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وراثت کے حسب ذیل اصول اور قواعد حاصل ہوتے ہیں (۷)۔

۱- وراثت کے حق دار صرف مرد ہی نہیں عورتیں بھی ہوں گی۔

۲- سبب میراث دو ہوں گے-

(الف) اولاد ہونا یعنی میت اپنے وارث کا باپ یا ماں ہو (الوالدان)

(ب) اقرب ہونا یعنی میت اپنے وارث کا زیادہ قریبی رشتہ دار ہو (الاقربون)

۳- وراثت کا قانون ہر قسم کے املاک متروکہ پر جاری ہو گا۔
(مما ترك ----مماقل منه او كثر)

۴- جب قرابت مساوی درجے کی ہو گی تو مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہو گا۔ مثلاً بیٹا بیٹی خاوند بیوی' بھائی بہن دیکھئے آیات مندرجہ تحت جزء (ب) و (د) و (ھ)۔

۵- بعض وارثوں کو ہر حالت میں ترکہ کا صرف ایک " متعین حصہ" ملتا ہے۔ مثلاً ماں ' خاوند یا بیوی ---- اور بعض وارثوں کو کبھی تو ترکہ کا ایک مقررہ حصہ دیا جاتا ہے اور کبھی وہ "بقایا" کے مالک بن جاتے ہیں مثلاً باپ بیٹی بیٹا ' دیکھئے آیات مندرجہ جزء (ب) و (ج) و (د) و(ھ) (پہلی قسم یعنی متعین حصہ پانے والوں کو فقہ فرائض کی اصطلاح میں "ذوی الفروض" کہتے ہیں اور دوسری قسم یعنی "بقایا" یا بقایا میں دوسروں کے ساتھ شامل ہو کر حصہ پانے والوں کو اصطلاح میں "عصبات" کہتے ہیں)۔

۶- بعض دفعہ ایک وارث کی موجودگی کا دوسرے وارث کے حصہ پر اثر پڑتا ہے دیکھئے آیات مندرجہ جزء (ج) و (د)--- اسے اصطلاح میں "حجاب" کہتے ہیں اور ہمارے زیر بحث مسئلہ کا محور یہی اصول ہے۔

۷- باپ کی موجودگی میں اس کی اولاد کو کوئی حصہ نہیں ملے گا دیکھئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جزء (ج) (۸)۔

۸۔ ماں باپ ' خاوند اور بیوی کو ہر حال میں جائداد سے حصہ ملے گا۔ چاہے میت کی اولاد ہو یا نہ ہو۔ ولا بویه لکل واحد منهما السدس ---- ولكم نصف ما ترك ازواجكم ---- ولهن الربع مما تركتم .

۹۔ ہر قسم کی وارثتیں وصیت اور قرض کے پورا کرنے کے بعد تقسیم کرنے کا حکم جاری ہو گا۔

۱۰۔ کل متعین حصے چھ طرح کے ہو سکتے ہیں ۱/۸ ' ۱/۴ ' ۱/۲ ' ۱/۳ ' ۲/۳ (۹)۔

بالاتفاق یہی وہ اصول ہیں (اور یہ بالکل ظاہر آیات سے سمجھے جا سکتے ہیں) جن پر ہر مذہب فکر نے فقہ فرائض کی عمارت کھڑی کی ہے۔ اگرچہ ان قواعد کو بنیادی طور پر مان لینے کے باوجود ان کے اطلاق اور تعبیر و توضیح میں اختلاف کی بنا پر مسائل میں بھی اختلاف ضرور پیدا ہو گیا ہے۔

ان میں سے خصوصاً نمبر ۲ یعنی " سبب وراثت " اور نمبر ۶ یعنی "قاعدہ حجاب" مسئلہ زیر بحث سے خاص طور پر متعلق ہیں اس لئے سب سے پہلے ان کو ذرا تفصیل سے بیان کرنا ضروری ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی اور حوالہ جات

۱- النساء/۷

۲- ایضاً/۱۱

۳- ایضاً/۱۱

۴- النساء/۱۲

۵- النساء/۱۷۶

۶- النساء/۱۲

مبنی بر مطالعہ مختلف تفاسیر قرآن خصوصاً احکام القرآن لابن العربیؒ ۱/۱۳٦ ببعد فتح القدير للشوكانيؒ ۱/۳۹۳ ببعد و احكام القرآن للجصاصؒ ۲/۷۰ و تفسير بيان القرآن مولانا تهانويؒ ۲/۹٤ ببعد و تفسير المراغی ٤/۱۹۹

۸- بلکہ شیعہ کے نزدیک صرف ماں بھی اپنی اولاد کے لئے حاجب ہو جاتی ہے دیکھئے تفسیر ابو الفتوح رازی ۳/۱۲۴ تحت تفسیر "فان كان له اخوة فلامه السدس"

۹- ان حصص کی حکمت و فلسفہ پر بحث کے لئے دیکھئے حجۃ اللہ البالغہ اردو ترجمہ جلد دوم صفحہ ۵۱۶ تا ۵۱۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

اسباب میراث

مما ترك الوالدان کہہ کر قرآن حکیم نے وراثت کے سب سے بڑے فطری سبب کو بیان کر دیا ہے۔ یعنی مال چھوڑ کر مرنے والا جس کا باپ یا ماں ہے وہ سب سے پہلے وراثت کا حقدار ہے(۱) چاہے وہ مرد (بیٹا) ہو یا عورت (بیٹی) اس کے بعد والاقربون کہہ کر یہ بھی بتا دیا کہ اگر مرنے والا بے اولاد ہو تو آخر کسی کا قریبی تو ہو گا پس اس کے پسماندگان میں سے جس کے ساتھ اس (میت) کا زیادہ قریبی رشتہ ہو وہی وارث ہو گا ---- گویا قرابت کے متعدد دعویداروں میں سے ترجیح کسے دی جائے؟ اس کی بھی نشان دہی فرمادی ہے اور اس "الاقربون" سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وراثت صرف "والدین" کی طرف سے ہی نہیں ملے گی بلکہ بعض دوسرے قریب ترین رشتہ داروں سے بھی ملے گی۔ مثلاً اولاد اور زوجین سے بھی جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

☆ اولاد کا حق مقدم تھا اور بظاہر ان کے ہوتے ہوئے کسی اور کو وراثت میں سے حصہ نہیں ملنا چاہئے---- لیکن قرآن حکیم نے حکم دیا کہ ماں؛ باپ' خاوند اور بیوی کو بہرحال اولاد کے ساتھ بھی حصہ دیا جائے گا اور اسی لئے یہ چھ یعنی ماں باپ ' بیٹا ' بیٹی' خاوند اور بیوی "اصلی وارث" کہلاتے ہیں۔ یہ سب وراثت لیتے ہیں اور ان سب کی طرف سے وراثت ملتی بھی ہے۔

☆ اب مزید غور کیجئے۔ اولاد کی موجودگی میں ماں باپ ' خاوند اور بیوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ بنوۃ (اولاد ہونا) سبب میراث کی سب سے قوی جہت ہے۔

☆ پھر دیکھئے۔ اولاد کے بالکل ہی نہ ہونے کی صورت میں "بقایا" تمام حصے کا مالک باپ کو ٹھہرایا گیا ہے ۔ دیکھئے آیت مندرجہ جزء (ج) (۲) ----ماں، خاوند یا بیوی کو نہیں۔ بلکہ انہیں ایک مقررہ حصہ ہی ملتا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ پہلی جہت (فرع یا اولاد) نہ ہونے کی صورت میں قابل ترجیح جہت ابوۃ (باپ ہونا) ہے۔

☆ اب پھر غور کیجئے جب نہ اصل موجود ہو نہ فرع (نہ اولاد نہ باپ جسے کلالہ کہتے ہیں) تو بھائی بہن (اطراف) کو وراثت کا حقدار ٹھہرایا گیا (۳)۔ بیوی اور خاوند کو ان کے مقررہ حصوں سے زیادہ پھر بھی نہیں دیا گیا---- معلوم ہوا کہ اسباب وراثت میں "اطراف" تیسری جہت ہیں۔ جو پہلی دونوں جہات کی عدم موجودگی میں قابل ترجیح ہوں گے۔

پس اسباب میراث دو ہوئے نکاح اور نسب ---- پہلی قسم کے وارث (یعنی زوجین) تو ہر حالت میں حصہ پاتے ہیں----اور نسبی ورثا کی پھر تین قسمیں ہیں فرع۔ اصل اور اطراف۔ فرع اور اصل تو بیک وقت وارث ہوں گے اور ایک قسم کے نہ ہونے کی صورت میں دوسری قسم وارث بنے گی اور ان دونوں کی عدم موجودگی میں تیسری قسم (اطراف) وارث ہو گی۔

قرآن سے تو اسباب میراث یہی معلوم ہوتے ہیں۔ احادیث نبوی سے (ان تمام اقسام کی عدم موجودگی میں) ایک اور سبب میراث کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یعنی (ولایۃ العتاقہ) (۴) (آقا کا اپنے آزاد کردہ غلام کا وارث بننا جبکہ اس آزاد شدہ غلام کا اپنا کوئی قریبی رشتہ دار موجود نہ ہو) اور یہی تین اسباب میراث بالاتفاق تمام مسلمانوں میں (۵) مسلم ہیں۔ یعنی نکاح۔ ولاء اور نسب---- اور غور کیجئے تو دراصل سبب میراث دو ہی بنتے ہیں یعنی نسب اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب کیونکہ نکاح و ولاء ہر دو موخرالذکر میں آ جاتے ہیں۔

اسباب وراثت کے بیان کے بعد اب ان اسباب کا بیان کرنا بھی ضروری ہے جن کی وجہ سے اسلام میں کوئی شخص وراثت پانے سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگلے باب میں اس سے بحث ہو گی۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی اور حوالہ جات

۱- تفسیر احمدی از ملا جیون صفحہ ۱۶۵ (یہ ملا جیون اورنگ زیب عالمگیر کے استاد تھے۔

۲- کتاب ہذا صفحہ ۱۳

۳- ایضاً صفحہ ۱۷ جزء (ہ) ۱۴

۴- مطابق حدیث الولاء لحمته کلمته النسب۔ بلوغ المرام صفحه ۱۹۷ بحواله ابن حبان و حاکم۔

۵- خوارج کی فقہ بھی قریباً اہل السنت کے مطابق ہے ۔ اسی لئے بعض دفعہ انہیں اہل السنت کا پانچواں مذہب بھی کہتے ہیں۔ (چار مشہور مذہب احناف' شوافع' موالک اور حنابلہ کے ہیں)۔ البتہ وہ ولایۃ العتاقہ کے قائل نہیں ہیں اور ایسی جائیداد کو خیرات کر دینے کا حکم دیتے ہیں(Muslim Institutions p.141) اسی طرح شیعہ سنی میں ولایۃ العتاقہ کی شرائط میں بھی باہم قدرے اختلاف ہے(تفصیل کے لئے دیکھئے جامع الاحکام ۱/ ۵۲) یہ سید امیر علی صاحب کی انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اصل مولف مرحوم معتزلی تھے(اور دیباچہ میں اس بات کا خود انہوں نے اعلان کیا ہے) اس لئے بعض مسائل میں ان کی آراء قابل مطالعہ ہیں۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

حجاب اور منع کے قواعد اور ان میں فرق

کسی شخص کے وراثت سے بالکل ہی محروم رہنے یا اس کے حصے میں کمی آ جانے کے دو باعث ہو سکتے ہیں منع یا حجاب۔ یہ دونوں لفظ متحد المعنی ہیں۔ یعنی دونوں کے معنی روک دینے کے ہیں۔ لیکن اصطلاحاً ان میں بڑا فرق ہے اور اس فرق کو ذہن نشین کر لینا نہایت ضروری ہے(۱)۔

اصطلاح میں منع اسے کہتے ہیں کہ کسی شخص میں "اسباب منع ارث" میں سے کوئی سبب پایا جائے۔ ایسے شخص کو وراثت سے مطلقاً کچھ نہیں ملتا اور اسے "ممنوع الارث" کہتے ہیں۔ اسباب منع ارث حسب ذیل ہیں(۲)۔

☆ اختلاف دینین: یعنی مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔ بوجہ حدیث لایرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم(۳) ایک مذہب کا غیر مسلم دوسرے مذہب کے غیر مسلم کا وارث ہو سکتا ہے اور تمام مسلمان ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں گو مختلف فرقوں سے ہوں۔ لیکن تقسیم وراثت میں شخص متوفی کے مسلک کی رعایت کی جائے گی(۴)۔

☆ قتل: یعنی قاتل اپنے مقتول کا وارث نہیں بن سکتا اس کی بنیاد بھی حدیث ہے لیس للقاتل من المیراث شيء(۵) اس میں قتل کی نوعیت وغیرہ کے متعلق جزئی اختلاف موجود ہے(۶)۔

☆ الرق: یعنی غلام ہونا بموجب حدیث من باع عبدا له مال فماله للبائع الا ان یشترط المبتاع(۷) کیونکہ غلام کو وارث بنانا در اصل اس کے مالک کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وارث بنانا ہے۔

☆ اختلاف دارین یا حرابہ: یعنی دار السلام کا رہنے والا دار الحرب کے رہنے والے مسلمان کا نہ مورث بن سکتا ہے نہ وارث۔

پہلے تین اسباب مسلمانوں کے تمام فرقوں کے نزدیک متفق علیہ ہیں۔ صرف چوتھی وجہ میں اختلاف ہے(۸)۔

خیال رہے کہ ممنوع الارث کا وجود بھی قوانین وراثت کے لحاظ سے کالمعدوم سمجھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے کسی دوسرے حصے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ مثلاً اگر کسی آدمی کا ایک ہی بیٹا ہو اور وہ کافر ہو (ماں باپ کے نو مسلم ہونے کی صورت میں مثلاً) یا اپنے باپ کو قتل کر دے تو اس آدمی کی بیوی (اس کافر یا قاتل کی ماں) کو اپنے خاوند کی جائیداد سے ۱/۴ ہی ملے گا اور اس بیٹے کی وجہ سے ۱/۸ نہیں ہو جائے گا اسی طرح اگر کوئی شخص مرنے کے بعد ایک غیر مسلم بیٹا اور ایک مسلم پوتا چھوڑ جائے تو بیٹا ممنوع الارث ہو گا اور اپنے باپ کے ہوتے ہوئے بھی پوتا کل جائیداد کا مالک ہو گا(۹)۔

حجاب: جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے لغت میں حجاب اور حجب کے معنی بھی روکنے یا ڈھانپ لینے کے ہیں۔ اسی لئے پردہ کو بھی حجاب کہتے ہیں۔ اور چوکیدار (گیٹ کیپر) کو بھی حاجب کہتے ہیں۔ خانہ کعبہ کی سدانت (متولی یا پروہت ہونا) کو ---جو بنی قصی کے ہاتھ میں تھی--- بھی اسی لئے حجابہ کہتے تھے کیونکہ اس کی حفاظت اور کنجیاں ان کے ہاتھوں میں تھی---لیکن اصطلاح شرعی میں ایک وارث کے دوسرے وارث کی موجودگی کی وجہ سے اپنے حصے سے بالکل محروم ہو جانے یا اس کے حصہ میں کمی واقع ہونے کو حجاب یا حجاب بالشخص کہتے ہیں(۱۰) اور جس شخص کے حصے پر اثر پڑ رہا ہوا ہے "محجوب الارث" کہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیات و احادیث میں غور و فکر اور قرآن کے احکام وراثت کے تتبع و استقراء سے فقہاء نے حجاب با شخص کو دو قاعدوں پر مبنی قرار دیا ہے(۱۱)۔

۱۔ تقدیم یا "اولویت" :---- یعنی بعض وارثوں کو دوسرے پر مقدم سمجھنا۔ یہ قاعدہ قرآن حکیم کی آیت واولو الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله (۱۲) سے اور آیات میراث کے مختلف احکام سے مستنبط ہوتا ہے(۱۳)۔ اور ویسے عقلاً بھی یہ بات بدیہی سی ہے کہ آخر سب وارث یکساں نہیں قرار دیئے جا سکتے۔

پھر یہ تقدیم علی الترتیب تین لحاظ سے کی جاتی ہے۔

(الف) تقدیم بالجہۃ : یعنی فرع (اولاد) کو اصل (باپ دادا) پر اور اصل کو اطراف (بھائی بہن) پر مقدم کیا جائے گا(۱۴)۔

(ب) تقدیم بالقرب: یعنی جب وارث جہت کے لحاظ سے برابر ہوں تو پھر ان میں سے جس شخص اور میت کے درمیان کم واسطے ہوں گے اسے ان اشخاص پر مقدم کیا جائے گا جن کے اور میت کے درمیان مقابلتاً زیادہ واسطے ہوں گے(۱۵)۔ اسی قاعدے کو مختصراً "الاقرب فالاقرب" کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ اسی قاعدے کی رو سے بھائی کو بھتیجے پر اور بیٹے کو پوتے پر مقدم کیا جاتا ہے اور یہی قاعدہ ہماری ساری بحث کا مرکز ہے۔

(ج) تقدیم بالقوۃ: جب وارث جہت میں بھی برابر ہوں اور قرابت میں بھی یکساں ہوں تو قوی قرابت والے کو مقابلتاً کمزور قرابت والے پر ترجیح دی جائے گی۔ مثلاً اخ شقیق (حقیقی بھائی) کو اخ علاتی (صرف باپ کی طرف سے بھائی) پر مقدم کیا جائے گا۔

۲۔ حجاب بالشخص کا دوسرا قاعدہ "ادلاء" ہے اور وہ یہ ہے کہ جن دو آدمیوں کا باہمی رشتہ براہ راست نہیں بلکہ کسی اور درمیانی واسطے کے ذریعے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہے تو یہ دونوں شخص اس درمیانی واسطے کی موجودگی (زندگی) میں ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔ اس قاعدہ کی اصل تو سورہ نساء کی آیت نمبر 11 ہے یعنی باپ کی موجودگی میں اس کی اولاد محجوب ہو جاتی ہے(۱۶)۔ البتہ فقہ فرائض کی تمام کتابوں میں اس قاعدے کا استثناء تسلیم کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اخیافی بھائی یا بہن (صرف ماں کی طرف سے بھائی بہن) اپنی ماں کی موجودگی میں بھی حصہ پائیں گے (جس صورت میں وہ وارث بن سکتے ہوں تو) حالانکہ ان کا تعلق میت سے اسی ماں کے واسطہ سے ہے۔ اور وجہ اس استثناء کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ باپ تو اپنی اولاد کو محجوب کر کے تمام حصہ خود پاتا ہے اور اس سے اس کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ اس کے مرنے پر یہ سب جائیداد انہیں کو ملے گی لیکن ماں چونکہ کسی صورت میں بھی "بقایا" تمام جائیداد کی مالک نہیں بنتی بلکہ اس کا حصہ ۱/۶ یا ۱/۳ ہی رہتا ہے لہذا اخیافی بھائیوں کا حصہ بھی نکالا جائے گا(۱۷)۔ اس استدلال کی قوت و ضعف سے قطع نظر (کیونکہ یہ موضوع بحث سے خارج ہے) صرف یہ استثناء یاد رکھنا چاہئے کیونکہ آگے چل کر اس کا ذکر آئے گا۔ (دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵)۔

حجاب کی اقسام:

جیسا کہ اصطلاحی تعریف سے بھی ظاہر ہے حجاب بالشخص دو طرح کا ہوتا ہے(۱۸)۔

۱- حجاب نقصان: جب کہ حصہ میں صرف کمی واقع ہو رہی ہو۔ اس قسم کا حجاب ہر قسم کے وارثوں پر اثر انداز ہو سکتا ہے اور اس کی چھ مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) کبھی ایک مقررہ حصے کے بجائے دوسرا مقررہ حصہ ملتا ہے مثلاً اولاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی موجودگی میں خاوند کا ۱/۲ سے ۱/۴ بیوی کا ۱/۴ سے ۱/۸ اور ماں کا ۱/۳ سے ۱/۶ ہو جاتا ہے۔

(۲) کبھی بطور ذی فرض (مقررہ) حصہ پانے کی بجائے دوسروں کے ساتھ عصبہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً بیٹی بیٹوں کے ساتھ۔

(۳) کبھی عصبہ (بقایا کا مالک یا بقایا میں شریک ہونے) کی بجائے بطور ذی فرض کے حصہ ملتا ہے۔ حالانکہ حصہ اس طرح پہلے کی نسبت کم ہو جاتا ہے مثلاً اولاد نرینہ کی موجودگی میں میت کا باپ۔

(۴) کبھی حصہ منفرد ہونے کی بجائے دوسروں کے ساتھ مشترک ہونے کے باعث کمی ہو جاتی ہے مثلاً دو سے زیادہ بیٹیوں یا ایک سے زیادہ بیویوں کی صورت میں۔

(۵) یہی صورت عصبات میں بھی ہو سکتی ہے مثلاً متعدد بیٹے ہوں تو۔

(۶) کبھی ذوی الفروض کے حصص کا مجموعہ اکائی سے بڑھ جاتا ہے جسے اصطلاح میں "عول" کہتے ہیں اور پھر ایک تناسب سے سب کا حصہ گھٹایا جاتا ہے یا کسی خاص وارث کا مثلاً مسئلہ منبریہ میں۔(۱۹)

کتب فقہ فرائض میں حجاب نقصان کی پوری تفصیلات دی ہوئی ہوتی ہیں(۲۰)۔ جن میں اس طرح کے حجاب کی تمام ممکن صورتوں کا استقصاء کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بھی ہمارے مسئلے سے زیادہ متعلق نہیں ہے' لہٰذا ان سب کا بیان غیر ضروری ہے۔

۲۔ حجاب حرماں : جس صورت میں ایک وارث اپنے حصے سے بوجہ کسی دوسرے وارث کی موجودگی کے بالکل ہی محروم ہو رہا ہو ---اور در اصل صحیح اصطلاح میں ایسے ہی شخص کو "محجوب الارث" کہتے ہیں۔ اس قسم کے حجاب کی اصل تو وہی دو قاعدے ہیں جو اوپر بیان ہو چکے ہیں(۲۱)۔ یعنی قاعدہ "اولاء" اور تقدیم بالقرب--- لیکن فقہاء کے نقطہ نظر کو واضح کرنے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے اس کی مزید توضیح بھی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ ہمارا موضوع بحث بھی یہی ہے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ چھ وارث ایسے ہیں جو شیعہ سنی کسی کے نزدیک بھی کسی صورت میں بھی "محجوب الارث" یعنی بالکل محروم نہیں ہو سکتے(۲۲) ماں ' باپ ' بیٹا ' بیٹی ' خاوند اور زوجہ--- کیونکہ ان کا تعلق میت سے براہ راست ہوتا ہے اور باقی تمام قسم کے وارث انہی اصلی وارثوں میں سے کسی نہ کسی کے ذریعے اور واسطے سے رشتہ رکھتے ہیں۔ اس واسطہ کی موجودگی (زندگی) میں تو وہ ویسے وارث نہیں بن سکتے مثلاً باپ کی موجودگی میں باپ کا باپ (دادا) اور بیٹے کی موجودگی میں اس بیٹے کا بیٹا(پوتا) حصہ نہیں پا سکتے(۲۳)۔

اور اگر وہ درمیانی واسطہ زندہ نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) یا تو بالواسطہ رشتے رکھنے والے تمام وارث برابر کے درجے کے ہوں گے یعنی میت اور ان تمام وارثوں کے درمیان یکساں واسطے ہوں گے۔(اور اسے اصطلاح میں "استواء قرابات" کہتے ہیں) تو اس صورت میں سب وارث جائیداد میں حسب قواعد شرعی حصہ دار ہوں گے مثلاً صلبی اولاد کی عدم موجودگی میں اولاد کی اولاد کی طرح ورثہ ملے گا(۲۴)۔ یعنی وہ اولاد کی قائم مقام سمجھی جائے گی(۲۵)۔

(۲) یا بالواسطہ رشتہ رکھنے والوں میں درجون کا تفاوت ہو گا۔ یعنی بعض کم واسطوں سے میت سے تعلق رکھتے ہوں گے اور بعض زیادہ واسطوں سے۔ اس صورت میں پہلی قسم کو (جسے اصطلاح میں اقرب کہتے ہیں) دوسری قسم (ابعد) پر مقدم کیا جائے گا(۲۶)۔

گذشتہ دو ابواب میں وراثت پانے یا وراثت سے محروم ہونے کے جو

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول بیان ہوئے ہیں' ان کی بناء پر فقہاء و ائمہ نے سہولت فہم کی خاطر ---- استحقاق وراثت کی ترتیب کے لحاظ سے ورثاء کو مختلف گروہوں' طبقوں یا درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ اگرچہ اس تقسیم طبقات میں باہم کچھ اختلاف ہے لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے جزوی اختلاف کے باوجود فقہ حنفی اور فقہ جعفری (اثنا عشریہ) کو باقی تمام مکاتب فقہ کا نمائندہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اگلے باب میں مختصراً ہر دو فریق کی تقسیم طبقات ورثاء بیان کی جاتی ہے تا کہ اصل مسئلہ پر ہر دو فریق کی رائے اور مسلک باآسانی معلوم ہو سکے۔

یہ خیال رہے کہ بالاتفاق سب کے نزدیک پہلے ترکہ میں سے حقوق شرعی مثلاً زکوٰۃ وغیرہ اگر کوئی ہوں ' میت کی تجہیز و تکفین کے مصارف ' قرضے اور وصیتیں پوری کی جائیں گی۔ اس کے بعد بقیہ علی ترتیب استحقاق وارثوں میں تقسیم کی جائے گی۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی اور حوالہ جات

(۱) احکام المواریث صفحہ ۱۳۶ و فتاوی المیراث صفحہ ۲۴ نیز اس بحث کے لئے دیکھئے حجۃ اللہ البالغہ اردو ترجمہ ۵۲۱/۲

(۲) کتاب الفرائض من شرائع الاسلام صفحہ ۴ یہ شیعہ فقہ فرائض کی مستند اور مشہور کتاب ہے نیز دیکھئے سراجی صفحہ ۴ والمواریث الاسلامیہ صفحہ ۱۹۔

(۳) بلوغ المرام صفحہ ۱۹۵ (متفق علیہ)

(۴) جامع الاحکام ۷۸/۱ نیز امیر علی کا محمڈن لاء (انگریزی) صفحہ ۱۰

(۵) بلوغ المرام صفحہ ۱۹۷ بحوالہ نسائی و دار قطنی ---- نیز یہ حکم عقلاً جس سیاست پر مبنی ہے وہ مخفی نہیں یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانے کے اکثر قانون بھی قاتل کو ممنوع الارث ٹھہراتے ہیں مثلاً فرانسیسی قانون (تفصیل کے لئے دیکھئے المقارنات التشریعیہ ۳۱/۴ یہ کتاب فقہ مالکی اور فرانسیسی قانون کے تقابل پر لکھی گئی ہے اور نہایت معلومات افزا کتاب ہے۔

(۶) جامع الاحکام ۷۹/۱

(۷) کتاب الام للشافعی ۳/۴

(۸) اس کے متعلق سید امیر علی صاحب نے بہت عمدہ اور دلچسپ بحث کی ہے تفصیل کے لئے دیکھئے جامع الاحکام ۱۰۲/۱

(۹) احکام المواریث صفحہ ۱۵۲ و جامع الاحکام ۷۶/۱

(۱۰) شریفیہ صفحہ ۴۳ کتاب الفرائض من شرائع الاسلام صفحہ ۹

(۱۱) المواریث الاسلامیہ صفحہ ۳۶

(۱۲) الانفال : ۷۵ والاحزاب : ۶

(۱۳) دیکھئے کتاب ہذا کا صفحہ ۱۳، ۱۴، آیات مندرجہ تحت جزء (ج)و (د)و(ہ)

(۱۴) دیکھئے کتاب ہذا کا صفحہ ۱۸

(۱۵) احکام القرآن ابن العربی ۴۰/۱ و فروع الکافی صفحہ ۴۳، (یہ کتاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیعہ کی کتب احادیث میں نہایت معتبر بلکہ ان کی صحاح اربعہ میں سے ہے) بلکہ تمام کتب فرائض میں یہ چیز بیان ہوئی ہے۔

(۱۶) کتاب ہذا صفحہ ۱۵، ۱۶ ' بلکہ شیعہ کے ہاں تو میت کی صرف ماں کی موجودگی میں بھی اس کے بھائی بہن محروم رہیں گے۔ دیکھئے تفسیر ابو الفتوح رازی ۱۲۴/۳ یہ بزرگ چھٹی صدی ہجری کے مشہور شیعہ محدث اور مفسر تھے۔ تفسیر فارسی میں ہے اس لئے عنوان اس طرح چھپا ہے جو عربی میں محل نظر ہے۔

(۱۷) شریفیہ صفحہ ٤٤ (حاشیہ) المواریث الاسلامیہ صفحہ ۳٦ (حاشیہ)نیز جامع الاحکام ۸۲/۱

(۱۸) کتاب الفرائض من شرائع الاسلام صفحہ ۸—۱۰ والمواریث الاسلامیہ صفحہ ۳۴-۳۶

(۱۹) یہ مسئلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذہنی و علمی کرامات میں سے ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے المواریث الاسلامیہ صفحہ ۷۸۔

(۲۰) مثال کے طور پر دیکھئے احکام المواریث صفحہ ۱۴۹-۱۵۰

(۲۱) فتاوی المیراث صفحہ ۲۳-۲۴ (جو فارسی زبان میں شیعہ سنی ہر دو کی فقہ فرائض پر بہت عمدہ اور قابل مطالعہ کتاب ہے۔) کتاب الفرائض من شرائع الاسلام صفحہ ۱۰ سراجی صفحہ ۱۶-۱۷(یہ حنفی قانون وراثت کی مشہور بلکہ درسی کتاب ہے۔) شریفیہ صفحہ ۴۳-۴۴ والمواریث الاسلامیہ صفحہ ۳۶۔

(۲۲) کتاب ہذا صفحہ ۱۵، ۱۶ - نیز الدرالمختار ۳۵۸/۲ و سراجی صفحہ ۱۷ عالمگیری اردو ۹۱۰/۴ امیر علی کا محمڈن لاء (انگریزی) صفحہ ۱۰۔

(۲۳) کتاب ہذا صفحہ ۲۴

(۲۴) شیعہ حضرات اولاد کی اولاد میں بیٹوں اور بیٹیوں سب کی اولاد کو لیتے ہیں لیکن اہل السنت صرف بیٹوں کی اولاد کو - کیونکہ بیٹیوں کی اولاد حقیقتاً میت کی نہیں بلکہ کسی اور (بیٹی کے خاوند) کی اولاد ہوتی ہے والاصل حقیقته بالنسبة الی المجاز۔

(۲۵) اس کی مفصل بحث تو مقالہ کے آخری حصہ میں آئے گی (دیکھئے صفحہ ۱۰۰-۱۰۲ نیز ۱۰۵-۱۰۹) سردست اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ بطور اصول کلی کے اصول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیابت یا قائم مقامی کا کوئی مذہب فکر (فقہ) بھی قائل نہیں ہے۔ جب تک ایک درجہ کا کوئی بھی وارث موجود ہے اس اصول کا اطلاق نہیں ہو گا۔ مثلاً ایک آدمی کے کچھ بیٹے بیٹیاں ہیں اور کچھ ایسے پوتے پوتیاں یا نواسے نواسیاں ہیں جن کے باپ یا ماں اس (اپنے باپ) کی زندگی میں مر چکے ہیں تو اس صورت میں ان پوتوں یا نواسوں کو کسی کے ہاں بھی اپنے مردہ باپ یا ماں کا قائم مقام تصور نہیں کیا جاتا۔ البتہ جب صلبی اولاد میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہو تو اس صورت میں اہل السنت کے نزدیک صرف پوتوں اور پوتیوں کو اور امامیہ کے نزدیک نواسوں اور نواسیوں کو بھی قائم مقام اولاد سمجھا جائے گا۔

پھر قائم مقامی کی تعبیر میں بڑا اختلاف ہے۔ اہل السنت کے نزدیک قائم مقامی کا مطلب یہ ہے کہ قائم مقام کو اصل مورث کی طرح قرار دیا جائے مثلاً باپ کی عدم موجودگی میں دادا باپ متصور ہو گا ماں کی عدم موجودگی میں نانی کو ماں سمجھا جائے گا۔ اور اسی طرح اولاد کی عدم موجودگی میں پوتے پوتیوں کو اولاد سمجھ کر جائیداد علی الرؤس (Per Capita) تقسیم ہو گی--- لیکن امامیہ کے نزدیک اولاد کی عدم موجودگی میں اولاد کی اولاد اپنے اپنے باپ یا ماں کی نمائندہ سمجھی جائے گی اور جائیداد ان میں علی المنسب (Per Stirpes) تقسم ہو گی۔ اس تمام اختلاف کی تشریح نیز اولاد الاولاد کی وراثت پر شیعہ سنی موقف کی توضیح حسب ذیل مثال سے ہو گی۔

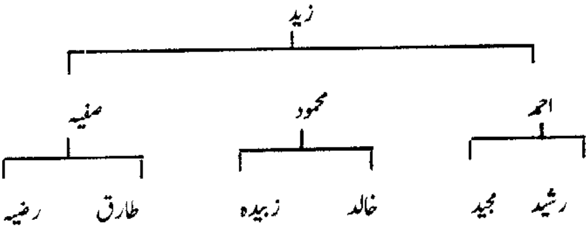

اب فرض کیجئے احمد زید کی زندگی میں مرتا ہے۔ اس صورت میں بالاتفاق سب کے نزدیک جائداد کے وارث صرف محمود اور صفیہ ہوں گے اور اگر احمد ' محمود اور صفیہ تینوں زید کی زندگی میں مر جائیں تو اس صورت میں اہل السنت کے نزدیک صرف احمد اور محمود کی اولاد کو زید کے بیٹے بیٹیاں سمجھ لیا جائے گا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح جائیداد سات حصوں میں تقسیم ہو گی ہر لڑکا ۲/۷ اور لڑکی زبیدہ ۱/۷ لے گی--- لیکن اسی دوسری صورت میں فقہ جعفری کی رو سے پہلے احمد' محمود اور صفیہ کے حصے نکالے جائیں گے جو علی الترتیب ۲/۵' ۲/۵' ۱/۵ ہوں گے پھر ہر ایک کا حصہ اس کی اولاد میں (مرد کو عورت سے دگنا کے اصول پر) تقسیم کیا جائے گا(اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب ہذا کا صفحہ تا شیعہ نقطہ نظر کے لئے مختار المسائل صفحہ ۱۵۰ تا ۱۷۰ سے مواد لیا گیا ہے۔ یہ ایران کے تین مشہور شیعہ مذہبی پیشواؤں یعنی آیت اللہ کاشانی اور آقائے نجم الملہ اور آقائے ناصر الملہ کے فتاوی اور تحریروں کا ترجمہ ہے اور فقہ شیعہ کی مستند کتاب ہے۔

(۲۶) احکام القرآن ابن العربی ۱/۱٤٠ و فروع الکافی صفحہ ٤٣ نیز جامع الاحکام ۱/٤٠ و فتاوی عالمگیری (اردو) ۱۰/۳۲۲۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

وارثوں کے طبقات

فصل اول

فقہ حنفی کی رو سے

فقہ حنفی میں وارثوں کو دو طبقات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(ا) اصحاب الفروض- سب سے پہلے تو یہ دیکھا جائے گا کہ وارثوں میں سے "اصحاب الفروض" کون کون سے ہیں چنانچہ اولاً ایسے لوگوں کا حصہ نکالا جائے گا۔

ذوی الفروض کل بارہ ہیں (ا)

(ا) باپ (۲) ماں (۳) خاوند (۴) بیوی (۵) بیٹی یا بیٹیاں (جبکہ میت کی صلبی اولاد نرینہ موجود نہ ہو) (۷-۶) حقیقی و علاتی بہن یا بہنیں (جبکہ میت کی نہ اولاد موجود ہو نہ باپ)--- (۹-۸) اخیافی بھائی اور بہن (جبکہ میت کے نہ اولاد موجود ہو نہ باپ نہ حقیقی بھائی بہن)۔ (۱۰) پوتی (جبکہ میت کی اولاد میں صرف ایک لڑکی موجود ہو) (۱۱) دادا (جبکہ میت کا باپ موجود نہ ہو) (۱۲) دادی یا نانی (جبکہ میت کا باپ یا ماں موجود نہ ہو)

نوٹ نمبرا:- ان میں سے پہلے سات کا ذکر تو واضح طور پر قرآن مجید میں ہے نمبر ۹-۸ کے متعلق تمام امت کا اجماع ہے کہ سورہ النساء کی آیت نمبر ۱۲ اخیافی بھائی بہن کی میراث کے متعلق ہے (اس کی تفصیل میں الجھنا ہمارے لئے خارج از بحث ہے) نمبر ۱۰، ۱۱، ۱۲ کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں ہے۔ بلکہ احادیث اوراجتہاد صحابہؓ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ثبوت ملتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان تین قسم کے وارثوں کے اصحاب الفروض ہونے میں شیعہ سنی کا اختلاف ہے--- پوتی کے متعلق سند حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مشہور فیصلہ سے لی جاتی ہے (۲)۔ اسی طرح دادا دادی کے متعلق بھی مختلف "آثار وارده" موجود ہیں۔ جن کی تفصیل ہمارے لئے غیر متعلق ہے۔

نوٹ نمبر ۲:- خیال رہے کہ اصحاب الفروض کا مطلب یہ نہیں کہ ان تمام وارثوں کو ہر حال میں حصہ ملے گا۔ یہاں فرض ضروری اور واجب کے معنوں میں نہیں بلکہ فریضہ یعنی مقررہ کردہ حصہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور آیات میراث میں یہ لفظ انہیں معنوں میں استعمال ہوا ہے (۳)۔ لہذا اصحاب الفروض سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن کے مقرر کردہ چھ قسم کے حصوں یعنی ۱/۸، ۱/۴، ۱/۲، ۱/۶، ۲/۳ میں سے کوئی ایک حصہ حسب حالات دیا جا سکتا ہو۔ پس جب وارثوں میں اس قسم کا کوئی شخص یا اشخاص ہوں تو ان کے حصے سب سے پہلے ادا کئے جائیں گے (۴)۔

نوٹ نمبر ۳ :- یہ بات قابل غور ہے کہ بیٹا کسی صورت میں بھی صاحب فرض نہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ اصحاب الفروض صرف وہ وارث ہیں جنہیں قبل از اسلام عرب جاہلیت میں وراثت سے کوئی حصہ نہیں دیا جاتا تھا اور قرآن اور شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کے حصے مقرر کر دیئے (۵)۔

(۲) عصبات

جب اصحاب الفروض میں سے کوئی نہ ہو یا ان کے حصے نکالنے کے بعد کچھ بچ رہے تو یہ "بقایا جائداد" عصبات کو ملتی ہے۔

لفظ عصبہ دراصل جمع ہے عاصب کی اور پھر اس کی جمع عصبات بنائی جاتی ہے اور اس لفظ (عصبہ) کا اطلاق مفرد مثنی مذکر و مونث سب پر ہوتا ہے۔ لغت میں اس کے معنی وہ مرد ہے جو باپ کی طرف سے رشتہ دار ہو (قرابة الرجل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لابیہ) یعنی بیٹا' بھائی' چچا یا ان کی اولاد نرینہ --- عرب جاہلیت میں صرف یہی لوگ وراثت کے حقدار متصور ہوتے تھے قرآن حکیم نے چونکہ ذوی الفروض کے حصص مقدم کر دیئے اس لئے اب اصطلاح شرعی میں عصبہ اسے کہتے ہیں جو ذوی الفروض کے بعد وراثت کا حقدار ہو۔ اور اس میں بعض صورتوں میں (اور شیعہ کے نزدیک تمام صورتوں میں) برابر کے درجے کی عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

پھر عصبات کے مختلف درجات ہیں اس ترتیب درجات کو "جہات عصوبت" کہتے ہیں۔ یہ جہات مقرر کرنے کی بنیاد وہی آیات میراث ہیں جن سے اسباب میراث کے باب میں بحث گزر چکی ہے (۶) اور یہ جہات حسب ذیل ہیں (۷)

(۱) البنوۃ یعنی اولاد یا اولاد کی اولاد (نیچے تک) ہونا۔ (۲) الابوۃ یعنی باپ یا باپ کا باپ (اور اسی طرح اوپر تک) ہونا (۳) الاخوۃ (باپ کی اولاد) یعنی بھائی یا بھائی کی اولاد (نیچے تک) ہونا (۴) العمومتہ (باپ کے باپ کی اولاد) یعنی چچا یا چچا کی اولاد (نیچے تک) ہونا (۵) ولاء۔ پہلے طبقہ کی موجودگی میں دوسرے کو اور دوسرے کی موجودگی میں تیسرے کو کچھ نہیں ملے گا (۸)۔ وعلیٰ ہذا آخر تک۔ اور ایک ہی طبقہ یعنی جہت میں زیادہ قریبی کی موجودگی میں نسبتاً دور والے رشتہ دار کو کچھ نہ ملے گا۔ یعنی قاعدہ الاقرب فالاقرب ہر طبقہ کے افراد پر جاری ہوگا (۹)۔ اسی قاعدے کی بناء پر یتیم بھتیجا اپنے چچا کے مقابلے میں محجوب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ دونوں عصبات کے طبقہ اول میں سے ہیں لیکن بیٹا اپنے باپ سے بلاواسطہ تعلق رکھتا ہے اور پوتا بالواسطہ۔ لہذا بیٹا اقرب اور پوتا ابعد ٹھہرا۔ اسی طرح بھائی کی موجودگی میں بھتیجا اور چچا کی موجوگی میں چچازاد بھائی محجوب ہو جائے گا۔

ایک بات ظاہر ہے کہ اگر عصبات میں سے کوئی بھی موجود ہوگا تو جائیداد پوری کی پوری تقسیم ہو جائے گی اور کچھ باقی نہ بچے گا لیکن اگر بالفرض ان تمام میں سے بھی کوئی نہ ہو تو تقسیم وراثت کے لئے علی الترتیب مزید نیچے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی طبقات مقرر کیئے گئے ہیں اور گو یہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں کیونکہ پوتا اور پوتی عصبات کی قسم اول میں سے ہیں تاہم ازدیاد معلومات کے لئے تمام مراتب استحقاق وراثت کو حاشیہ میں درج کیا جاتا ہے (۱۰)۔

فصل دوم

فقہ جعفری کی رو سے

فقہ جعفری میں نسبی وارثوں کے تین طبقات ہیں اور ہر طبقہ میں دو ذیلی طائفے ہیں۔ پہلا طبقہ دوسرے طبقہ کو اور دوسرا تیسرے طبقہ کو محجوب کر دیتا ہے۔ لیکن ہر طبقہ کے دونوں ذیلی طائفے بیک وقت وراثت پاتے ہیں (۱۱) اس طرح کہ ہر ذیلی طائفہ میں قریب کا رشتہ دار بعید کو محجوب کر دیتا ہے (۱۲) گویا حجاب بالشخص میں بیان کردہ قاعدہ "اولاء" (۱۳) کی رعایت ایک حد تک ورثاء کی طبقہ بندی میں کرلی گئی ہے اور دوسرا قاعدہ "الاقرب فالاقرب" ہر طبقہ کے دونوں طائفوں پر الگ الگ جاری ہوتا ہے۔

یہ تقسیم طبقات اس طرح پر ہے(۱۴) (ہر ایک طبقہ کے ساتھ اس کے دونوں ذیلی طائفے درج ہیں) پہلا طبقہ (الف) والدین (ب) اولاد اور اولاد کی اولاد نیچے تک - دوسرا طبقہ (الف) دادا دادی اور نانا نانی اوپر تک (ب) بھائی بہن اور ان کی اولاد نیچے تک - تیسرا طبقہ (الف) متوفی' اس کے والدین یا والدین کے والدین کے چچا یا پھوپھی اور ان کی اولاد در اولاد-

(ب) متوفی' اس کے والدین یا والدین کے والدین کے ماموں یا خالہ اور ان کی اولاد در اولاد-

زوج اور زوجہ وراثت سے کبھی محروم نہیں رہ سکتے وہ ہر طبقہ کے ساتھ اپنا مقررہ حصہ پائیں گے اور ان کا حصہ نکالنے کے بعد متروکہ دیگر ورثہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ البتہ چونکہ شیعہ جواز متعہ کے بھی قائل ہیں۔ پس جب مرد اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت میں متعہ ہوا ہو تو ایک دوسرے کا وارث نہیں ہو سکتا الا یہ کہ بوقت متعہ اس مضمون کی کوئی شرط کرلی گئی ہو (۱۵)

اب دیکھئے اس تقسیم کی رو سے پوتا پوتی طبقہ اول کے طائفہ دوم میں سے ہیں۔ پس اگر تو اس طائفے میں پوتے پوتیاں یا نواسے نواسیاں ہی ہوں گے (یعنی ایک ہی درجہ کے) تو اپنے باپ یا ماں کے قائم مقام ہو کر اس طرح وراثت پائیں گے۔ جس طرح صفحہ ۳۰-۳۲ پر حاشیہ میں تشریح کی جاچکی ہے (۱۶) لیکن اگر ان کے ساتھ اسی طائفے کا کوئی "اوپر کے درجے کا وارث" موجود ہوا تو مجوب ہو جائیں گے حتیٰ کہ شیعہ تقسیم وراثت کی رو سے پھوپھی بھی اپنے یتیم بھتیجے یا بھتیجوں کو مجوب کر دیتی ہے (۱۷) کیونکہ قاعدہ الاقرب فالاقرب اہل السنّت کے ہاں تو صرف عصبات مذکر میں چلتا ہے۔ لیکن امامیہ کے ہاں بغیر امتیاز تذکیر و تانیث صرف بلحاظ رشتہ یہ قاعدہ جاری ہوتا ہے (۱۸)۔

اگر ان تینوں طبقوں میں سے کوئی بھی وارث موجود نہ ہو تو اہل السنّت کی طرح شیعہ میں بھی تقسیم وراثت کے لئے علی الترتیب مزید نیچے کے طبقات مقرر ہیں۔ فقہ جعفری کی رو سے تمام مراتب استحقاق وراثت اخیر تک یوں ہیں۔

(۱) طبقہ اولی (۲) طبقہ ثانیہ (۳) طبقہ ثالثہ (۴) معتق (آزاد کرنے والا)
(۵) ضامن جریرہ (عہدی وارث) (۶) امام علیہ السلام (۱۹)

ان میں سے ہر پہلی قسم اپنے سے دوسری قسم کو مجوب کر دیتی ہے۔ البتہ زوجین ہر حال میں حصہ پائیں گے۔ (۲۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

شیعہ سنی فقہ کی رو سے پوتے کے متعلق احکام کا خلاصہ

مسئلہ زیر بحث کی اصل حقیقت ذہن نشین کرنے اور فقہ حنفی و فقہ جعفری کے قوانین وراثت کو سمجھانے کے لئے گزشتہ دو فصلوں میں جو تفصیل بیان ہوئی ہے اب اس کی عملی توضیح کے لئے چند مثالیں دی جاتی ہیں۔ ان تمام مثالوں میں پوتے پوتی وغیرہ (اولاد در اولاد) کو شامل رکھا گیا ہے۔

نمبر ۱

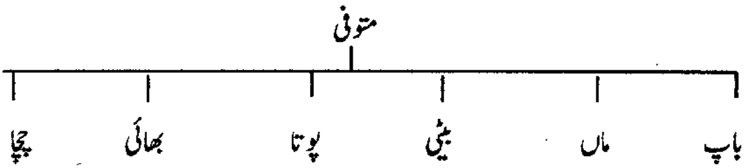

حنفی فقہ فرائض کے لحاظ سے:- باپ ماں اور بیٹی ذوی الفروض سے ہیں۔ اس لئے پہلے ان کا حصہ ۱/۶+۱/۶+۱/۲=۵/۶ نکالا جائے گا۔ باقی وارثوں میں سے پوتا جہت اول کے عصبات میں سے ہے اور بھائی اور چچا تیسرے اور چوتھے درجے کے۔ پس پوتا ان کو محجوب کر کے بقایا ۱/۶ کا مالک ہوگا۔

شیعہ فقہ فرائض کے لحاظ سے:- باپ، ماں، بیٹی اور پوتا طبقہ اولی کے وارث ہیں اس لئے یہ بھائی اور چچا کو محجوب کر دیں گے کیونکہ وہ طبقہ دوم و سوم میں سے ہیں۔ پھر طبقہ اول کے چار وارثوں میں سے ماں باپ پہلے طائفہ کے ہیں اس لئے پہلے انہیں ان کا حصہ یعنی ۱/۶+۱/۶=۱/۳ دیا جائے گا۔ اب بیٹی اور پوتا ہر دو طبقہ اول کے طائفہ دوم میں سے ہیں لیکن بیٹی پوتے کی نسبت قریب تر ہونے کے باعث پوتے کو محجوب کر کے بقایا ۲/۳ حصہ کی مالک ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوٹ:- اسی صورت مسئلہ میں اگر بیٹی کی بجائے بیٹا ہو تو بالاتفاق بقایا ۲/۳ وہی لے گا اور پوتا محجوب ہوگا-

نمبر ۲

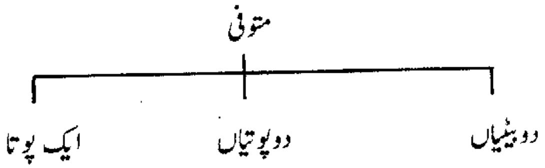

اہل السنّت کے نزدیک:- دونوں بیٹیاں بحیثیت ذوی الفروض ۲/۳ لیں گی اور چونکہ پوتا اور پوتیاں ایک ہی درجے اور طبقے کے عصبات ہیں۔ اس لئے بقایا ۱/۳ ان میں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا (چاہے ان کے باپ مختلف بھی ہوں) دونوں پوتیاں ۱/۳ کا ۱/۲ = ۱/۶ اور اتنا ہی پوتا لے گا-

شیعوں کے نزدیک:- تمام ورثاء طبقہ اول ہی کے ہیں۔ لیکن بیٹیاں قریب تر ہونے کے باعث تمام جائیداد کی مالک ہوں گی اور پوتا اور پوتیاں محجوب ہو جائیں گے۔

نمبر ۳

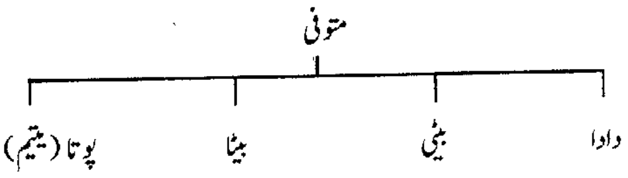

فقہ حنفی کی رو سے:- دادا بطور ذی الفرض ۱/۶ لے گا۔ باقی جائیداد بیٹے اور بیٹی میں ۲:۱ کی نسبت سے تقسیم ہوگی اور پوتا محجوب ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہ جعفری کی رو سے:- دادا طبقہ دوم کا وارث ہے لہذا محجوب ہو جائے گا۔ طبقہ اول کے وارثوں میں سے بیٹا بیٹی ایک ہی درجے کے ہیں لہذا تمام جائیداد ان میں ۲:۱ کی نسبت سے تقسیم ہوگی اور پوتا محجوب ہو جائے گا۔

نمبر ۴

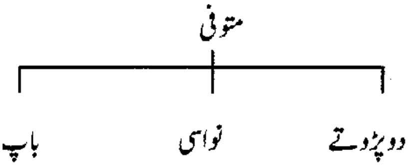

حنفی فقہ کی بناء پر:- باپ بطور ذی الفروض ۱/۶ حصہ لے گا۔ نواسی ذوی الارحام میں سے ہے لہذا اسے کچھ نہ ملے گا اور بقایا ۵/۶ دونوں پڑپوتوں میں (بحصہ برابر) تقسیم ہوگا یعنی ہر ایک کو جائیداد کا ۵/۱۲ حصہ ملے گا۔

شیعہ فقہ کی بناء پر:- تمام وارث طبقہ اول کے ہی ہیں۔ باپ پہلے طائفے کا ہے پس اسے تو مقرر حصہ ۱/۶ ملے گا دونوں پڑپوتے اور نواسی طبقہ اول کے طائفہ دوم سے ہیں اور ان میں سے نواسی قریب تر ہے لہذا پڑپوتے محجوب اور بقایا ۵/۶ حصہ کی مالک صرف نواسی ہوگی۔

نمبر ۵

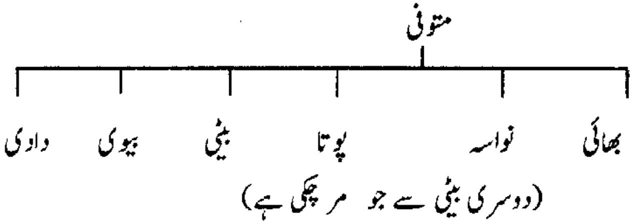

فقہ حنفی کی رو سے:- دادی' بیوی اور بیٹی ذوی الفروض ہیں پہلے ان کو حصہ دیا جائے گا جو بالترتیب ۱/۶+۱/۸+۱/۲ = ۱۹/۲۴ ہوگا۔ نواسہ ذوی الارحام میں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے لہذا محروم ہوگا اور بقایا ۲۴/۵ حصہ پوتے کو ملے گا کیونکہ وہ قسم اول کے عصبات میں سے ہے اور بھائی اس کی وجہ سے محجوب ہو جائے گا۔

شیعہ قانون وراثت کی رو سے:- دادی اور بھائی طبقہ ثانیہ میں سے ہیں لہذا وہ محجوب ہو جائیں گے بیوی کو اس کا مقررہ حصہ ۸/۱ مل جائے گا۔ باقی تمام وارث اول کے ایک ہی طائفے سے ہیں لیکن بیٹی قریب تر ہونے کے باعث نواسے اور پوتے کو محجوب کر کے بقایا ۸/۷ حصہ جائیداد کی مالک ہوگی۔

☆ ان چند مثالوں سے دو باتیں بالکل واضح ہیں۔

(۱) یہ کہ پوتا ہر حال میں جائیداد سے محروم نہیں ہوتا وہ "محجوب الارث" ہے "ممنوع الارث" نہیں یعنی اسلام میں محض یتیم ہونا کوئی ایسا دیوانی جرم نہیں کہ اس کی سزا میں جائیداد سے محروم کر دیا جاتا ہو (۲۱)۔ بلکہ پوتا بھی بعض خاص حالات میں محجوب ہوتا ہے جس طرح بھائی' بہن' چچا' دادا' بھتیجا وغیرہ دوسرے وارث بعض خاص حالات میں محجوب ہو جاتے ہیں۔

(۲) دوسرے اس تمام تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے (اور ویسے بھی یہ بات بالکل بدیہی سی ہے) کہ ہر وارث کی حیثیت بدلتی رہتی ہے اور اسی لحاظ سے اس کے حصہ میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ فقہاء نے (اللہ تعالی ان کی غلطیوں سے درگزر فرمائے اور ان کی مساعی کی جزائے خیر دے) تتبع و استقراء سے ہر قسم کے وارثوں کو تمام ممکن پیش آمدہ حالات کو الگ الگ عنوانات قائم کر کے بھی بیان کیا ہے اس طرح سے وارثوں کی کل ۳۰ اقسام بنتی ہیں (۲۲)۔

اس سلسلہ میں ہمارے موضوع بحث یعنی پوتے اور پوتی کے احکام کا خلاصہ حسب ذیل ہے (۲۳)

پوتا

(۱) جب میت کا کوئی بیٹا نہ ہو تو اسے بیٹا ہی سمجھا جائے گا (۲) بیٹے کی موجودگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں محجوب ہو جاتا ہے چاہے وہ اس کا باپ نہ ہو (۳) اسی طرح نچلے درجے کا پوتا (مثلاً پڑوتا) اپنے سے اوپر کی درجے کے پوتے سے محجوب ہو جاتا ہے۔ (۴) اور کبھی ترکہ ذوی الفروض میں پوری طرح تقسیم ہو جانے کے باعث محروم ہو سکتا ہے۔ (مثلاً جب کسی آدمی کی دو بیٹیاں' والدین اور ایک پوتا رہ جائے تو ۱/۳ والدین اور ۲/۳ بیٹیوں کو ملے گا اور پوتا محروم رہے گا)

پوتی

(۱) میت کا بیٹا نہ ہو بیٹی تو مثل بیٹی کے سمجھی جائے گی (۲) بیٹے کی موجودگی میں یا اپنے سے اوپر کے درجے کے پوتے سے بھی محجوب ہو جائے گی۔ (۳) صرف ایک صلبی بیٹی ہو یا اپنے سے اوپر کے درجے کی صرف ایک پوتی موجود ہو تو اس کے ساتھ بطور ذی فرض کے ۱/۶ حصہ پائے گی (۴) اپنے بھائی یا چچا کے بیٹے کے ساتھ عصبہ ہو جائے گی (۵) اگر ۲/۳ میں سے اسے کچھ نہ مل رہا ہو (یعنی جب اوپر کے درجے کی ایک سے زیادہ بیٹیاں یا پوتیاں موجود ہوں) تو اپنے سے نیچے کے درجے کے پوتے کے ساتھ عصبہ ہو کر حصہ پائے گی (۶) اور اگر ۲/۳ میں سے بھی اسے کچھ نہ مل سکتا ہو اور ساتھ عصبہ بنانے والا بھی کوئی نہ ہو تو اس صورت میں محجوب ہو جائے گی۔

یہ احکام اہل السنّت و الجماعت کے مذہب کے مطابق ہیں (۲۴)

شیعہ قانون وراثت میں پوتے پوتی اور نواسے نواسی کے احکام یکساں ہیں(۲۵) یعنی (۱) اولاد نہ ہونے کی صورت میں ہر بیٹی یا بیٹے کی اولاد اپنے باپ یا ماں کا حصہ علی النسب پائے گی اور (۲) قریب تر بعید کو محجوب کر دیتا ہے۔

☆ اس وقت تک جو کچھ خامہ فرسائی کی گئی ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ چچا کی موجودگی میں (اور شیعہ کے نزدیک پھوپھی کی موجودگی میں بھی) بھتیجا (یتیم پوتا) اپنے دادا یا دادی کی جائیداد سے بطور وراثت کچھ نہیں پا سکتا۔ اور یہ نتیجہ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کے لفظ "الاقربون" اور "اولی" کی قانونی اور فقہی تعبیر کا (۲۶)

--- لطف کی بات تو یہ ہے کہ اگرچہ طریق تعبیر اور انداز فکر جدا جدا ہے لیکن نتیجہ بہرحال ایک ہی نکلتا ہے اور سچ پوچھئے تو مسئلہ کے باقی پہلو (مثلاً یہ کہ جب صرف پوتے پوتیاں وارث ہوں تو جائیداد کس طرح تقسیم ہو گی؟ علی الرؤوس یا علی النسب؟؟) ایک ثانوی حیثیت رکھتے ہیں--- اصلی معرض بحث اور نفس مدعا "یتیم پوتے کی وراثت کے مسئلہ" میں یہی صورت ہے کہ وہ اپنے چچا کی موجودگی میں کیوں کر محجوب ہو سکتا ہے؟--- سو اس کے متعلق ہر مکتب خیال کے فقہاء کا طریق استدلال اور اس کا نتیجہ گزشتہ اوراق میں پیش کیا جا چکا ہے۔ لیکن ابھی یہ فسانہ اپنے نقطہ کمال (Climax) تک نہیں پہنچا۔ اس کا ایک اور پہلو بھی آپ کے سامنے لانا ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی اور حوالہ جات

(۱) فتاوی عالمگیری جلد ۱۰/۴۲۱ نیز تمام کتب فقہ فرائض

(۲) مصادر الاحکام الشرعیہ ۳/۱۲۴ نیز کتاب ہذا کا صفحہ ۴۹ دیکھئے

(۳) المواریث الاسلامیہ صفحہ ۹

(۴) کتب فرائض میں عموماً تمام حصوں پر فرداً فرداً بحث کی جاتی ہے جس سے پتہ چل جاتا ہے کہ کس کس صورت میں کس کس وارث کو کون سا حصہ ملے گا مثال کے طور پر دیکھئے المورایث الاسلامیہ صفحہ ۳۱ تا ۳۴

(۵) Mohammaden Law F.B.Tyabji P.826

(۶) کتاب ہذا صفحہ ۱۸-۱۹

(۷) المواریث الاسلامیہ صفحہ ۴ سراجی صفحہ ۱۳

(۸) یہ احناف کا مسلک ہے شوافع اور موالک کے نزدیک نمبر ۲ اور نمبر ۳ بیک وقت بھی وارث ہوتے ہیں۔ نیز مقابلہ کے لئے دیکھئے شیعوں کے تقسیم طبقات ورثاء (صفحہ ۳۶ -۳۷ کتاب ہذا) میں طبقہ ثانیہ۔

(۹) المقارنات التشریعیہ ۴/۴۷ و شریفیہ صفحہ ۴۳-۴۴

(۱۰) یہ ترتیب اس طرح پر ہے (۱) اصحاب الفروض (۲)عصبات (۳) معتق (آزاد کرنے والا) اور معتق کے عصبات (۴) الردعلی ذوی الفروض غیر الزوجین (یعنی خاوند یا بیوی کے علاوہ دوسرے اصحاب الفروض کو بذریعہ رد بقایا بھی تقسیم کر دینا) (۵) ذوی الارحام (وہ وارث جن کا تعلق میت کے ساتھ بذریعہ اس کی بیٹی یا بہن یا ماں یا پھوپھی کے ہو) (۶) مولی الموالات (عہدی وارث) (۷) المقر لہ بالنسب علی الغیر یعنی وہ مجہول النسب آدمی جس کے حق میں متوفی نے کسی ایسی قرابت کا اقرار کیا ہو جو خود اس متوفی کے ذریعے نہیں بلکہ کسی اور واسطے سے قائم ہو سکتی ہو (۸) الموصی لہ' بمازاد علی الثلث یعنی ایسا شخص جس کے متعلق متوفی نے اپنی تہائی سے زیادہ جائیداد کی وصیت کی ہو (۹) بیت المال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوٹ:- پہلی پانچ اقسام اہل السنت کے نزدیک متفق علیہ ہیں آخری چار مراتب میں احناف شوافع اور حنابلہ کا جزوی اختلاف ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے المواریث الاسلامیہ علی المذاہب الاربعہ صفحہ ۱۵۔ ۱۷

(۱۱) کتاب الفرائض من شرائع الاسلام صفحہ ۲ فتاوی المیراث صفحہ ۲۳۔ ۲۴ اور امیر علی محمڈن لاء (انگریزی) صفحہ ۹

(۱۲) البتہ طبقہ ثالثہ میں محض قریبی کو وارثت ملتی ہے چاہے وہ کسی طائفے سے ہو دیکھئے مختار المسائل صفحہ ۱۶۶

(۱۳) کتاب ہذا صفحہ ۲۴-۲۵

(۱۴) کتاب الفرائض من شرائع الاسلام صفحہ ۲ نیز مختار المسائل صفحہ ۱۵۴

(۱۵) جامع الاحکام ۱/۱۷

(۱۶) نیز دیکھئے مختار المسائل صفحہ ۱۵۶ یہ کتاب ایران کے تین مشہور مذہبی رہنماؤں یعنی آیت اللہ کاشانی نجم الملہ اور ناصر الملہ کے فتاوی اور تحریروں کا مرتب اردو ترجمہ ہے۔ لہذا شیعہ فقہ کی مستند کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔

(۱۷) کتاب الفرائض من شرائع الاسلام صفحہ ۱۰

(۱۸) امیر علی کا محمڈن لاء (انگریزی) صفحہ ۹

(۱۹) یہاں یہ بیان کر دینا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ ہر قسم کے وارثوں کی عدم موجودگی میں اہل السنّت کے نزدیک سب سے آخر پر سرکاری خزانہ (بیت المال) وارث قرار پاتا ہے ۔ (دیکھئے اہل السنّت کے مراتب استحقاق وراثت کتاب ہذا صفحہ ۹-۱۹) لیکن شیعہ وراثت میں بیت المال کے نام سے ہی بیزار ہیں۔ ان کے نزدیک بالکل ہی لاوارث آدمی کا مال امام غائب علیہ السلام کا مال ہے اور غیبت امام میں وہ مال نائب امام یعنی مجتہد کو ملے گا۔ جو اس مال کو اس شہر کے غرباء میں تقسیم کرے گا جس کا متوفی باشندہ تھا۔ (لاوارث مال کے متعلق خوارج کا نظریہ بھی اس سے ملتا جلتا ہے دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۱۹حاشیہ)--- اس مسئلہ پر دلچسپ اور تفصیلی مطالعہ بحث کے لئے دیکھئے امیر علی کی جامع الاحکام ۱/۱۷، ۵۴ نیز ۵۷ بعد

(۲۰) دیکھئے مختار المسائل صفحہ ۱۶۵، ۱۶۶

(۲۱) افسوس ہے کہ بعض حضرات کی طرف سے عمداً یا عدم واقفیت کی بنا پر یہ مسئلہ کچھ اسی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ جو اسلام بیزاری کے ستم سے کم نہیں ہے۔ ادارہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلوع اسلام کراچی کے رسالہ "یتیم پوتے کی وراثت" کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں --- "ملا کا مذہب ہے کہ زید (متوفی داد) کی ساری جائیداد عمرو (بیٹے) کو مل جائے گی۔ حامد (یتیم پوتا) کو کچھ نہیں ملے گا (یہ پوری مثال کتاب ہذا کے صفحہ ۷۷ پر دی ہوئی ہے) اس کا قصور ؟ یہی کہ وہ یتیم ہے۔ باپ کا سایہ نہیں اسے وراثت سے کیوں نہ محروم کیا جائے؟" --- (دیکھئے تین اہم مسائل صفحہ ۱۴۴) --- اس قسم کی تحریروں کا مسئلہ سے نا آشنا لوگوں پر (جن میں عوام ہی نہیں خواص بھی شامل ہیں) جو اثر پڑا ہے اس کا اندازہ اس لطیفہ سے لگا لیجئے:- ایک معمر اور اعلی تعلیم یافتہ بزرگ سے دوران گفتگو مقالہ ہذا کا ذکر آگیا۔ فرمانے لگے "بھئی میں تو اسی لئے اپنی زندگی میں اپنے بیٹوں کے نام مکان منتقل کر رہا ہوں کہیں میرے بعد ان کے چچا ان سے جھگڑا نہ کریں۔" میں نے تعجب سے پوچھا کہ جب آپ کے والد بزرگوار بھی زندہ نہیں اور مکان بھی آپ کے نام ہے تو پھر آپ کو کیا فکر لاحق ہے؟ فرمانے لگے "ارے میاں! یہ جو سنا ہے کہ جو یتیم ہو جائے اسے وراثت سے کچھ نہیں ملتا۔" گویا ان کے خیال میں باپ کے مرنے پر چونکہ اس کی اولاد یتیم ہو جاتی ہے اس لئے وراثت سے محروم ہو گی--- انا للہ وانا الیہ راجعون!

(۲۲) دیکھئے المورا ریث الاسلامیہ صفحہ ۳۵ تا ۳۸ نیز جدول مولفہ علامہ ابن الہائم در کتاب مذکور

(۲۳) سراجی صفحہ ۷ تا ۹ والمواریث الاسلامیہ صفحہ ۳۷-۳۸

(۲۴) سراجی صفحہ ۷ تا ۹-والمواریث الاسلامیہ صفحہ ۳۷-۳۸ بدایہ المجتہد ۲/ ۳۴۴

(۲۵) فتاوی المیراث صفحہ ۱۴ جامع الاحکام ۱/ ۳۹ نیز بدایہ المجتہد ۲/ ۳۳۶

(۲۶) اور جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا "اقربیت" کی اس قدر تنقیح کی ضرورت اس لئے درپیش آئی کہ اسلامی قانون وراثت میں اصول قائم مقامی بطور قاعدہ کلیہ کے عملاً ہرگز جاری نہیں ہوسکا۔ یہاں شروع ہی سے وراثت متعدد سمتوں میں روانہ ہوتی ہے۔ اگر اسے صرف ایک سمت (جہت) مثلاً فرع (اولاد) میں چلنا ہوتا تو سرے سے "اقربیت" کے قاعدے کی ضرورت ہی درپیش نہ آتی۔ اس پر بالتفصیل بحث کے لئے دیکھئے کتاب ہذا کا دوسرا حصہ باب دوم صفحات ۷۳-۱۸۷

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

مقام حیرت؟

اب تک جو کچھ بیان ہو چکا ہے اس سے ظاہر ہے کہ یتیم پوتا "اقربیت" ہی کی تشریح کا "شکار" ہو رہا ہے۔ اس پر یہ خیال آسکتا تھا کہ شاید "اقرب" کی یہ تشریح (جس میں بظاہر اس لفظ کے عرفی و نفسیاتی پہلو کو نظر انداز کر کے محض صرفی و نحوی پہلو کو سامنے رکھا گیا ہے) شاید کسی ایک یا چند منطقی دماغوں کی کاوش اور محض تعبیر الفاظ کی شعبدہ گری اور قانونی جمناسٹک ہو۔ لیکن تعجب پر تعجب یہ کہ اقرب کی یہ تعبیر ایسی متفق و مجمع علیہ ہے کہ گزشتہ ساڑھے تیرہ صدیوں میں آج تک کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا ہے۔ آپ وراثت کی کوئی کتاب اٹھالیں۔ چاہے وہ کسی مذہب فکر کی نمائندہ ہو' ہر جگہ الاقرب فالاقرب کا قاعدہ اور اس کی توضیح میں سب سے پہلی مثال ہی یہی دی ہوئی ملے گی "جس طرح بھتیجا اپنے چچا سے محجوب ہو جاتا ہے زہے قسمت!

پھر یہ بات صرف فقہاء تک نہیں رہ جاتی بلکہ اس کا سلسلہ آگے چلتا ہے اور دو صحابہ تک یتیم پوتے کے محجوب ہونے کے بالکل واضح ثبوت ملتے ہیں۔ جن کا ذکر ابھی اسی باب میں ہو گا۔

سب سے زیادہ استدلال حدیث " الحقوا الفرائض باھلھا فمابقی فھو لاولی رجل ذکر" (متفق علیہ) سے کیا جاتا ہے (۱)۔ یعنی اصحاب الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ بچے وہ قریب ترین مرد کو دے دو--- لیکن اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ "اقرب" کی طرح یہاں بھی "اولی" کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گی (۲) اور اس احتمال کو بھی مان لیں کہ یہ حدیث کسی خاص واقعہ سے متعلق ہو جس کی جزئیات کا ہمیں علم نہ ہو سکا ہو اور خاص اسی واقعہ یا اس جیسے واقعہ میں "اولی" اپنے ان معنوں میں لیا جاسکتا ہو--- تو بھی مندرجہ ذیل تصریحات کا کیا کیا جائے؟

(۱) صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابتؓ کا فتوی موجود ہے کہ

ولد الابناء بمنزلة الولد اذا لم يكن دونهم ولد ذكر ذكرهم كذكرهم وانثاهم كانثاهم۔ يرثون كما يرثون و يحجبون كما يحجبون۔ ولا يرث ولد الابن مع الابن (۳)

بیٹوں کی اولاد بیٹوں ہی کے حکم میں ہے جبکہ ان کے علاوہ (میت کا) اور کوئی بیٹا موجود نہ ہو۔ ان میں لڑکے لڑکوں کی طرح اور لڑکیاں لڑکیوں کی طرح میراث پائیں گے۔ اور ان میں اولاد ہی کی طرح احکام میراث و حجاب جاری ہوں گے اور بیٹے کی اولاد (پوتا یا پوتی) بیٹے کی موجودگی میں وراثت نہیں پائے گی۔

ان ہی زید بن ثابتؓ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وافرضهم زيد بن ثابت یعنی زیدؓ تمام صحابہ سے بڑھ کر علم الفرائض کے ماہر ہیں۔ پھر ان کے اس فتوی پر تمام صحابہ کرامؓ نے اجماع کر لیا تھا (۴) اور امت کے کسی فرد نے گزشتہ چودہ صدیوں میں اس پر اعتراض نہیں کیا۔

خیال رہے کہ اس جگہ ولدالابن سے بوجہ لام معرفہ اور تکرار معرفہ کے صرف زندہ بیٹے کا بیٹا (یعنی وہ پوتا جس کا باپ زندہ ہے) مراد نہیں لیا جاسکتا اور نہ آج تک کسی نے یہ مطلب لیا ہے کیونکہ اولاً تو باپ کے ہوتے اس کی اولاد کو کچھ نہ ملنا خود قرآن سے بدیہی و صریحی طور پر ثابت ہے ۵) ثانیاً تکرار معرفہ میں ثانی سے اول ہی مراد لینا۔ اصول فقہ کا قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ جس کی بنا پر یہاں لازماً یہی معنی لئے جائیں۔ ثالثاً حدیث میں لفظ "ولد" بصورت نکرہ موجود ہے۔ یعنی پوتے صرف اس صورت میں وارث ہو سکتے ہیں جب "کوئی بھی بیٹا"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود نہ ہوگا۔ رابعاً اگر زندہ بیٹے کا بیٹا ہی مراد ہوتا تو اس کے لئے سیدھی عبارت یوں ہوتی ولایرث ولدالابن مع ابیه

(۲) اسی صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا واقعہ درج ہے (۶) کسی شخص نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے۔ جب وہ عہد عثمانی میں کوفہ کے حاکم تھے(۷)--- پوچھاکہ ایک میت کے وارث اس کی بیٹی، پوتی اور بہن ہیں۔ ترکہ کیوں کر تقسیم ہو؟--- انہوں نے نصف جائیداد بیٹی کو اور باقی نصف بہن کو دینے کا فتوی دیا اور پوتی کو محروم رکھا۔ لیکن ساتھ ہی سائل کو ابن مسعودؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ انہوں نے بیٹی کو ۱/۲ پوتی کو ۱/۶ (جو مل کر ۲/۳ یعنی دو بیٹیوں کا حصہ بنتا ہے) اور بہن کو بقایا ۱/۳ دلایا اور کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کے مسئلہ میں یہی فیصلہ دیا تھا۔ اہل السنّت کی فقہ فرائض میں پوتی کے متعلق احکام اسی حدیث کی بناء پر بہت پیچیدہ ہوگئے ہیں (۸)

اس واقعہ میں قابل غور بات یہ ہے کہ دونوں صحابیوںؓ میں سے کسی نے بھی پوتی کو اپنے مرحوم باپ کا قائم مقام نہیں بنایا--- اور ابن مسعودؓ نے جو حصہ دلایا بھی تو ایک اور حیثیت سے

(۳) فروع الکافی میں امام جعفر صادقؒ سے ایک روایت منقول ہے جس میں مختلف وارثوں کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ کس کو کس پر ترجیح دی جائے گی اس میں آیا ہے (۹)

ابنك اولی بك من ابن ابنك وابن ابنك اولی بك من اخيك--- الخ

تیرا بیٹا پوتے کے مقابلہ پر اور پوتا بھائی کے مقابلہ میں زیادہ حقدار وراثت ہے

پھر ان روایات میں ہر طرح غلطی اور ضعف کا احتمال و امکان تھا لیکن مقام حیرت ہے کہ جہاں ہم دوسرے سینکڑوں معمولی فروعی مسائل پر علمائے امت کو اختلاف کرتے، آثار و احادیث پر نہایت بے باکی سے جرح و تنقید کرتے اور فریق ثانی کی تعبیر و تشریح کو خلاف عقل و نقل ٹھہراتے دیکھتے ہیں وہاں اس مسئلہ پر نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف یہ کہ کسی نے آواز ہی نہیں اٹھائی بلکہ کسی کو کبھی اس میں کسی قسم کی غلطی یا خرابی کا شبہ تک پیدا نہیں ہوا۔ کس کس کا حوالہ دیا جائے جبکہ مخالفت میں کہیں ایک لفظ بھی نہیں ملتا (۱۰)۔

اس ضمن میں، راقم نے خصوصاً ان ائمہ کی طرف رجوع کیا جو اپنے اجتہاد اور عام مسلک سے مخالفت میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ لیکن اس مسئلہ پر سب کو ہمنوا پایا اس کی صرف ایک بہت بڑی مثال علامہ ابن حزم اندلسیؒ کو لیتا ہوں۔ یہ پانچویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں اور انہوں نے تقلید کو بالکل چھوڑ کر اجتہاد مطلق کا دعوی کیا تھا۔ اندلس کے علماء نے اختلاف رائے کی بنا پر انہیں طعن و ایذا کی آماجگاہ بنا لیا تھا اور مقامی امراء کے دل میں ان کے برخلاف شورش پیدا کر کے انہیں خوفزدہ کرنا چاہا لیکن وہ کسی سے نہیں ڈرے۔ امام موصوف نہایت تیز زبان تھے اور مخالفین پر جرح کرنے میں بے باک اور سخت گو فقیہ ان سے بڑھ کر نہیں ہے (۱۱)۔

دوسرے بے شمار مسائل کے علاوہ خود میراث کے بعض مسائل (مثلاً عول) میں انہوں نے جمہور کے مسلک سے شدید اختلاف کیا ہے (۱۲)۔ لیکن اس مسئلہ کے متعلق نہایت خاموشی اور اطمینان سے لکھ دیا۔

ولا یرث مع الابن الذکر الا البنات والاب و الام و الزوج و الزوجة فقط(۱۳)

یعنی بیٹے کے ساتھ مل کر سوائے بیٹیوں، ماں باپ، خاوند یا بیوی اور کوئی وارث نہیں ہو سکتا۔

اور آگے چل کر صاف کہتے ہیں۔

ولا یرث بنو الابن مع الابن الذکر شئیا اباھم کان اوعمھم وھذا اجماع متیقن (۱٤)

یعنی بیٹے کے بیٹے (پوتے) بیٹے کی موجودگی میں کچھ بھی نہ پائیں گے چاہے وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بیٹا) ان (پوتوں) کا اپنا باپ ہو یا چچا ہو--- اور یہ بات قطعی یقینی اجماع سے ثابت ہے۔

لیکن یہ اجماع پھر بھی صرف اہل السنّت کے لئے حجت ہو سکتا تھا۔ شیعہ (خوارج اور بعض معتزلہ مثلاً نظام کی مانند) حجیت اجماع کے ہی منکر ہیں (۱۵)۔ اور ویسے بھی قانون وراثت میں اہل السنّت سے ان کا سخت اختلاف ہے۔ لیکن اس مسئلہ پر وہ بھی متفق ہیں۔ اگرچہ اس پر پہلے بھی تفصیلاً لکھا جا چکا ہے (۱۶)۔ تاہم مزید قطعیت اور "ازالہ شبہات" کے لئے مندرجہ ذیل اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فلا میراث لولد ولد مع ولد ذکرا کانٰ اوانثی۔ حتی انه لا میراث لا بن ابن مع بنت۔ ومتی اجتمع اولاد الاولاد وان سفلوافاقرب منهم یمنع الابعد--- ولا یشارك الا ولاد فی الارث سوی الابوین والزوجین (۱۷)

یعنی کسی اولاد کی اولاد کو اولاد کے ساتھ وراثت ہرگز نہ ملے گی چاہے وہ (اولاد) بیٹا ہو یا بیٹی۔ حتی کہ پوتا بھی بیٹی کے ہوتے ورثہ نہیں پاسکتا--- اور جب بھی اولاد کی اولاد یا اور بھی نیچے درجے کی اولاد (اپنے سے اوپر کے درجے کی) اولاد کے ساتھ جمع ہو جائے تو زیادہ قریبی دور والے کو محروم کر دے گا--- اور سوائے والدین یا زوجین کے اولاد کے ساتھ اور کوئی وراثت میں شریک نہیں ہو سکتا۔

الغرض اس تمام مسئلے کا سب سے زیادہ دلچسپ' قابل توجہ اور حیران کن پہلو یہی ہے کہ کہیں اس کی مخالفت کا سراغ نہیں ملا ۔ (سوائے موجودہ صدی کے) (۱۸)۔

آخر آج ہمیں یہ قانون کیوں ظلم اور نامعقولیت دکھائی دیتا ہے (۱۹) کیا گزشتہ ساڑھے تیرہ سو برس میں امت کے کسی خلیفہ یا امام' کسی مجتہد ' محدث' فقیہ' سیاستدان اور کسی فرد میں اتنی عقل اور رحم نہ تھا کہ اسے یہ مسئلہ چبھتا۔ اور وہ اس کے خلاف احتجاج کرتا۔ دوسرے بے شمار مسائل (اور جن میں سے بعض تو مضحکہ خیز حد تک معمولی ہیں) پر تو ہنگامہ آرا تنازعات اور اختلافات عہد صحابہؓ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے کر آج تک موجود چلے آتے ہیں۔ خود وراثت ہی کے متعلق کئی مسائل میں صحابہ کرامؓ میں بھی (اور بعد میں بھی) اختلاف ہوئے اور ان تمام اختلافات کا ریکارڈ کتب حدیث و فقہ میں مل جاتا ہے۔ لیکن یہی ایسا مسئلہ ہے جس پر گویا کبھی کسی نے کچھ سوچا ہی نہیں۔

پھر یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ زندگی میں شاذ پیش آتا ہو بلکہ روزمرہ کا معاملہ ہے اور صدیوں تک حکومت وقت کے قانون کی حیثیت سے نافذ رہا ہے۔ اور عدالتوں میں آئے دن اس قسم کے معاملات پیش ہوتے ہوں گے اور پھر بھی کسی آدمی کو نہ اس میں کوئی قباحت نظر آتی ہے نہ غلطی--- تمام امت کی اس خاموشی کو محض کورانہ تقلید کہ دینا بھی چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ خصوصاً جبکہ ساتھ یہ دعوی بھی کر دیا جائے کہ اس مسئلہ پر تو نص قرآن میں موجود ہے اور آج تک سب ہی اس کی خلاف ورزی کرتے چلے آئے (۲۰)۔ یامظهر العجائب والغرائب! قرآن کا منصوص مسئلہ اوز امت میں اس کو سمجھنے والے تیرہ سول سال تک غائب!!

عقل بسوخت زحیرت کہ ایں چہ بوالعجی ست

میں کہتا ہوں--- اور ہر غوروفکر کرنے والا مسلمان اسی نتیجہ پر پہنچے گا --- کہ یقیناً کچھ ایسے حالات و وجوہات تھے جن کی بنائی پر اس قانون کو مکروہ و معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اور آج جو نقطہ نظر میں تبدیلی آگئی ہے اور جذبات برانگیختہ ہو رہے ہیں تو اس کے پس منظر میں بدلے ہوئے حالات اور ہمارے مدت سے روبہ الحاد معاشرتی اور اقتصادی نظام کو بھی بڑا دخل ہے۔

افسوس ہے کہ آج تک خاص اس نیت سے ان حالات و وجوہات کا کھوج لگانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ جنھوں نے اس بظاہر اس قدر "مذموم" نظریہ پر حسن و خوبی کے "پردے" ڈال رکھے تھے لیکن مسئلہ کے اس پہلو پر بھی ایک نظر ڈالنا نہایت ضروری ہے اور اگلے باب میں اسی سے بحث ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی اور حوالہ جات

(۱) بخاری ۴/۲۸۴، مسلم ۵/۵۹ اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔ شیعہ کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے دیکھئے تفسیر ابو الفتوح رازی ۳/۱۳۳

(۲) اس پر مفصل بحث کتاب ہذا کے صفحہ ۷۳ تا ۸۰ پر کی گئی ہے۔ نیز دیکھئے تین اہم مسائل صفحہ ۱۹۵۔۱۹۶

(۳) بخاری ۴/۲۸۵

(۴) عینی شرح بخاری ۲۳/۲۳۸

(۵) النساء /۱۱ نیز دیکھئے مقالہ ہذا کا صفحہ

(۶) بخاری ۴/۲۸۵

(۷) مصادر الاحکام الشرعیہ ۳/۱۲۶

(۸) جامع الاحکام ۱/۶۳ نیز دیکھئے کتاب ہذا کا صفحہ ۱۵

(۹) الفروع من الجامع الکافی صفحہ ۴۳ (یہ کتاب شیعہ کے ہاں وہی درجہ رکھتی ہے جو بخاری اہل السنت کے نزدیک)

(۱۰) نیز دیکھئے کتاب ہذا کا صفحہ ۶۷ تا ۷۱

(۱۱) تاریخ فقہ اسلامی

(۱۲) دیکھئے المحلی ۹/۲۶۲

(۱۳) المحلی ۹/۲۷۱ مسئلہ نمبر ۱۷۲۵

(۱۴) المحلی ۹/۲۷۱ مسئلہ ۱۷۲۶ نیز دیکھئے احکام القرآن ابن العربی ۱/۱۴۰۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ابن حزم "مطلق اجماع سے طے شدہ مسائل میں، جن کی اصل قرآن و سنت میں نہ ہو، حجیت اجماع کے منکر ہیں۔ مثال کے طور پر ان کے دلائل کے لئے دیکھئے ان کی کتاب الاحکام فی اصول الاحکام ۴/۱۲۹

(۱۵) اصول التشریع الاسلامی صفحہ ۳۰

(۱۶) کتاب ہذا صفحہ ۳۶ تا ۴۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۷) کتاب الفرائض من شرائع الاسلام صفحہ ۱۰

(۱۸) نیز دیکھئے کتاب ہذا کا صفحہ ۶۶ تا ۷۱

(۱۹) مثال کے طور پر دیکھئے تین اہم مسائل صفحہ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ دسمبر ۱۹۵۳ء کے بعد سے اس مسئلہ پر اخبارات میں جو بحث و تبصرہ شروع ہوا اس مین ہر جگہ مخالفت میں یہی بات دہرائی گئی ہے۔ نیز دیکھئے اس مسئلہ پر پنجاب اسمبلی کی شائع کردہ پبلک آراء خصوصاً اس کے صفحہ ۶۱ تا ۱۲۰ اور ضمیمہ (سپلیمنٹ) جس میں عوام کے خیالات و آراء کی اکثر حصہ میں اسی بات کا اعادہ ہے۔ کہ "یہ قانون ظلم ہے اور سراسر نامعقول ہے" وغیرہ۔

(۲۰) اخبارات کی بحث کے علاوہ پنجاب اسمبلی نے اس مسئلہ پر جو آراء طلب کر کے شائع کی ہیں اس میں "خصوصاً عوام کی آراء میں"--- بار بار اسی چیز کو دہرایا گیا ہے کہ یہ "مسئلہ ظلم ہے۔ قرآن کے برخلاف ہے اور اب قرآن کا اصلی قانون نافذ ہونا چاہیئے۔"

---ان آراء کے مطالعہ کے بعد آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ یا تو علم دین اور فہم قرآن ہمارے زمانے میں دنیا سے بالکل رخصت ہو چکا ہے۔ یا پھر یہ "دروازہ رحمت" ہمارے ہی لئے کھلا ہے اور پہلے سب محروم ہی رہے---

وكم من عائب قولا صحيحا = وآفته من الفهم السقيم

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

خاموشی کیوں؟

متفرق مطالعہ اور غوروفکر سے اس مسئلہ پر خاموشی کی حسب ذیل وجوہ سمجھ میں آتی ہیں:

(۱) عربوں میں زمینوں وغیرہ کی ملکیت کا کوئی دیوانی یا مالیاتی نظام نہ تھا کہ شخص متوفی کے بعد پٹواری اور تحصیلدار وغیرہ کے ذریعے نئے وارثوں کو قانونی حق ملکیت دیا جاتا ہو۔ ہر شخص اپنی شادی شدہ اولاد کو اپنی جائیداد کا کوئی حصہ اس کے گزارہ کے لئے دے دیتا تھا ---- (ہمارے دیہاتوں میں آج بھی اس کا رواج ہے کہ گو ملکیت باپ کے نام رہتی ہے لیکن شادی شدہ بیٹے کا پورا حصہ الگ کر کے اسے دے دیا جاتا ہے۔ اگرچہ قانونی طور پر کاغذات مال میں وہ اس حصے کا مالک باپ کی وفات کے بعد ہی بنتا ہے)---- اور اس بیٹے کے اپنے باپ کی زندگی میں مرنے پر بھی اس مال یا زمین کا حق ملکیت دادا کی طرف نہیں بلکہ پوتوں کی طرف منتقل ہو جاتا تھا اور نہ ہی چچا اس کے دعویدار ہوتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک تو کسی کا حق تسلیم کر لینا ہی "سرکاری فیصلہ" ہوتا تھا---- غالباً اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یہی دستور جاری رہا تا آنکہ بعد میں منظم حکومتیں اور دفاتر قائم ہوئے۔ چونکہ اس طرح بھی یتیم پوتوں کو چنداں نقصان نہیں پہنچتا تھا۔ اس لئے مسئلہ قابل توجہ نہ بنا۔

(۲) اسلام نے فرد کو اپنی جائیداد پر سب سے زیادہ حقوق تصرف مثل بیع و ہبہ وغیرہ کے دیئے ہیں۔ اور نہ اس کے اس حق تصرف کو بھاری ٹیکسوں یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدالتی فیسوں کے ذریعے سے ناقابل عمل بنایا ہے اور نہ ہی کوئی فرد اس بنا پر کہ وہ بعد میں جائیداد کا وارث بننے والا ہے۔ اپنے مورث کے حق تصرف کو چیلنج کر سکتا ہے(۱)۔ مالک جائیداد اپنی زندگی میں جسے چاہے اور جتنا چاہے با آسانی دے سکتا ہے۔ پھر مسلمان کو وصیت کا حکم ہے(۲)۔ خصوصاً اقرباء کے لئے۔ تو ایک سچے مسلمان سے یہ بالکل مستبعد ہے کہ اپنے یتیم پوتوں یا دوسرے محتاج اقرباء کو (جن میں یتیمی اور قرابت ---- تبرع کے دو پہلو موجود ہیں) کچھ دیئے بغیر مر جاتے ہوں(۳)۔ اس صورت میں بھی کوئی جھگڑا نہیں اٹھ سکتا۔

یہ ہمارے زمانے کے مسلمانوں کی جہالت کی انتہا ہے کہ وہ اس طرح مال دینے کو بھی گناہ سمجھنے لگے ہیں جیسا کہ میں نے مقالہ کے مقدمہ میں تحصیلدار صاحب کا واقعہ ذکر کیا ہے حالانکہ یہ فعل مستحسن ہی نہیں ضروری ہے۔ بشرطیکہ اس میں کسی کو نقصان پہنچانے کی نیت نہ ہو۔

(۳) اسلام کا ایک مستقل قانون نفقات ہے اور اسلامی عدالت کا فرض ہے کہ وہ ہر شخص کو جو بوجہ صغر سنی' افلاس یا نقص اعضاء وغیرہ کسی عارضہ کی وجہ سے دوسرے کا محتاج ہے اس کا نان و نفقہ اس شخص سے دلائے جس پر یہ فرض عائد ہوتا ہے(۴)۔ اس شرعی قانون نفقات کی رو سے یتیم پوتے پوتیاں جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائیں۔ یا اگر ان میں سے کوئی اپاہج وغیرہ ہو۔ تو ان کا نفقہ (گزارہ الاؤنس) مقدار وراثت ان کے چچاؤں پر عائد ہوتا ہے(۵)۔ بلکہ اگر کسی شخص کے اقرباء میں سے کوئی ایسا نہ ہو جس پر اس کا نان و نفقہ لازم قرار دیا جا سکتا ہو۔ تو پھر یہ فرض بیت المال کے ذمے عائد ہوتا ہے(۶)۔ اس قسم کے انتظام اور قانون کے نافذ ہوتے ہوئے بھی یتامی کے لئے کوئی مشکل پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔

(۴) اسلامی حکومت کے فرائض میں سے ہے کہ وہ اپنے رعایا کی بنیادی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروریات از قسم مکان ' خوراک ' لباس مہیا کرنے کے سامان پیدا کرے (۷)۔ مسلمانوں کی اکثر حکومتوں اور خصوصاً دور خلافت راشدہ میں اس پر عمل ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں مسلمان تو مسلمان ذمی ضعیف' معذور اور ناقابل روزگار بوڑھوں وغیرہ کے بیت المال سے وظائف مقرر تھے(۸)۔ اور صرف مدینہ کے لوگوں کے جو وظائف اور الاؤنس مقرر تھے اس کی مقدار تین کروڑ سالانہ تھی(۹)--- اور یتامی کے لئے تو بیت المال میں خاص حقوق ہیں(۱۰)۔ یعنی حکومت کے لئے ضروری ہے کہ اپنی طرف سے بے آسرا یتامی کے لئے وظائف مقرر کرے۔ اسلامی حکومتوں میں قاضی (مجسٹریٹ) کے فرائض میں سے تھا کہ وہ اپنے علاقہ (Jursidiction) میں یتامی کے معاملات کی نگہداشت رکھے(۱۱)۔

تجربہ شاہد ہے کہ اگر ایسا انتظام ہو تو یتیم ہونا "مصیبت" کی بجائے ایک "صفت" (Qualification) متصور ہونے لگے۔ اس کی ایک مثال ہمارے اپنے زمانے میں ملتی ہے حکومت نے بھارت سے آنے والے مہاجرین کے لئے گزارہ الاؤنس بھی مقرر کئے تھے۔ اکثر مہاجرین کو دیکھا جو یہ چاہتے تھے کہ زمین وغیرہ چاہے الاٹ ہو یہ نہ ہو ' گزارہ الاؤنس ملتا رہے۔ کیونکہ فطرت انسانی "نفع عاجل" کو زیادہ پسند کرتی ہے۔

(۵) اسلامی قانون وراثت میں (جبکہ وہ عملاً صحیح طور پر نافذ ہو) جائیداد صرف باپ یا دادا ہی کی طرف سے حاصل نہیں ہوتی کہ اگر یہ دروازہ بند ہو جائے تو لازماً آدمی بے نوا ہی ہو کر رہ جائے گا۔ بلکہ اس ہمہ گیر قانون میں ماں ' باپ' خاوند' بیوی' بہن' بھائی ' چچا وغیرہ سب ہی ذریعہ وراثت ہو سکتے ہیں۔ اور یہ بالکل ناممکن ہے کہ کوئی شخص سب طرف سے ہی وراثت سے محروم ہو جائے۔ رہا بعض اوقات کسی خاص طرف سے مجوب ہو جانا تو یہ حالت صرف پوتے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ چھ اصلی وارثوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ باقی ہر شخص حجب حرماں کی زد میں آ سکتا ہے--- اور یہی غالباً سب سے بڑی وجہ ہے کہ کسی کو خاص پوتے کے محجوب ہونے میں کوئی نامعقولیت نظر نہ آئی(۱۲)۔

پھر جن صورتوں میں یتیم پوتا محجوب ہو جاتا ہے۔ ضروری نہیں کہ ر حالت میں وہ قابل رحم ہی ہوتا ہے۔ کئی صورتوں میں اسے ماں کی طرف سے باپ کی نسبت بھی زیادہ جائیداد مل سکتی ہے۔ کتنی دفعہ بالغ اور صاحب لاد و جائیداد پوتے ہو سکتے ہیں۔ بعض دفعہ دادا جائیداد نہیں بلکہ قرضے چھوڑ ر مرسکتا ہے جن کی ادائیگی اس صورت میں چچا پر واجب ہو گی ۔ اکثر مورتوں میں یہ بھی ممکن ہے کہ خود چچا ہی اس سے کم سن اور مفلس رہ گیا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود یتیم کا باپ اس قدر دولت چھوڑ مرا ہو جو اس کے دادا کو کبھی نصیب نہ ہوئی ہو۔ الغرض "یتیم" کے ساتھ ہی ایک "انگوٹھا چوستے ہوئے لاوارث بچے کا تصور" حقائق سے زیادہ جذبات پر مبنی ہے --- اب رہا بعض دفعہ "قابل رحم"ہونا تو اس میں یتیم پوتے کے ساتھ بیوہ بہن ' نادار بھائی اور مفلس چچا بھی شریک ہیں۔ لہٰذا پوتے کو بالخصوص "ہدف ستم" سمجھنے کی کوئی خاص وجہ ذہن میں نہیں آ سکتی تھی۔

(۶) معلوم ہو چکا ہے کہ یہ مسئلہ عہد صحابہؓ سے چلا آ رہا ہے اور ہر مذہب فکر کے فقہاء نے اس پر اجماع کر لیا تھا۔ اور کتاب و سنت پر ایمان ' اجماع کا احترام اور ماہرین فن کی تحقیق پر اعتماد اس زمانے کے مسلمانوں کا طرۂ امتیاز تھا۔ امت کے بہترین دماغوں کا کسی مسئلہ پر متفق ہو جانا ان کے نزدیک سب سے بڑی حجت تھی (۱۳)۔ اور اس کے بعد ان کے ذہنوں میں کسی اعتراض کا ابھرنا ہی دشوار تھا۔

(۷) اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اور اس کا ایک مجموعی مزاج ہے جو تقسیم ہو کر قائم نہیں رہ سکتا۔ اس کے اجزاء کو پارہ پارہ کر کے نہ تو ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں جداگانہ رائے زنی درست ہو سکتی ہے۔ نہ کسی دوسرے نظام زندگی کے اندر اس کے کسی جزء یا اجزاء کو پیوست کر کے کوئی مفید نتیجہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کا ہر جزء دوسرے اجزاء کے ساتھ اس طرح جڑا ہوا ہے کہ ان کے ساتھ مل کر ہی کام کر سکتا ہے اور اس کی خوبی یا قباحت کے متعلق صحیح رائے اسی وقت قائم کی جا سکتی ہے جب کہ پورے نظام اسلامی کے تناسب اور عمل میں اسے کام کرتے ہوئے دیکھا جائے۔ قانونِ وراثت اسلامی نظام حیات کا ایک جزء ہے اور اس نظام حیات کا اپنا ایک مخصوص نظام معیشت ' نظام معاشرت ' نظام اخلاق ' نظام حکومت اور نظام تعلیم و تربیت ہے اور قانون وراثت کے ساتھ ساتھ اس کا اپنا قانون ہبہ قانون وصیت اور قانون نفقات بھی ہے اور ان سب کا ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی میں نافذ ہونا اور کام کرنا ضروری ہے اس کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ قرآنی احکام وراثت اس وقت نازل اور نافذ ہوئے جب ایک مکمل اسلامی نظام اور ایک مثالی اسلامی معاشرہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہو چکے تھے۔ ایسے تربیت یافتہ معاشرہ میں یتامی کے لئے مشکلات کا پیدا ہونا ہی مستبعد معلوم ہوتا ہے---- اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ پر تعجب ' حیرت ' نفرت اور تنقید کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب اسلامی نظام کی تمام کڑیاں ٹوٹ پھوٹ چکی تھیں اور اکیلا نیم جان قانون وراثت نظام اسلامی کے دیگر اجزاء کے ہجر میں سوگوار رہ گیا اور خود بھی قابل ماتم نظر آنے لگا۔

کم از کم برصغیر پاک و ہند میں یہ مسئلہ (یعنی اس پر اعتراضات) انگریزی اقتدار کے بعد ہی پیدا ہوا ہے جس میں مدت تک قرآن کے مقرر کردہ چھ اصلی اور لازمی وارثوں (بیٹا ' بیٹی ' ماں ' باپ ' بیوی ' خاوند) میں سے پانچ کو نظرانداز کر کے ہندو رواجی قانون کے مطابق صرف ایک قسم یعنی بیٹوں اور ان کی اولاد کو حصہ دیا جاتا رہا (۱۴) اور بدلے ہوئے ماحول اور غیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی معاشرت و معیشت نے اس رواج کو قانون شرعی کے مقابلے پر زیادہ پسندیدہ اور جاذب نظر بنا دیا۔ یہ ساری رواج کی محبت اور قانون شرعی سے عملی بعد اور لا علمی کا نتیجہ ہے کہ آج عام مسلمانوں کو ---- یتیم پوتے کا اپنے چچا کی موجودگی میں دادا کی جائیداد سے حصہ نہ پا سکنا اور کسی نوجوان بے اولاد بیوہ کو اس کے خاوند کی جائیداد سے (نکاح ثانی پر پابندی لگائے بغیر بلکہ اس کی اجازت دے کر) حصہ ملنا ---- دونوں فعل یکساں نا معقول اور لغو دکھائی دیتے ہیں۔

چنانچہ اگلے حصے میں یتیم پوتے کے محجوب الارث ہونے کے مسئلہ کے اس نئے پہلو یعنی اس پر اعتراضات ' ان کے محرکات اور پیش کردہ اصلاحات و ترمیمات اور ان کے مضرات پر تنقیدی نظر ڈالیں گے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی اور حوالہ جات

۱- ہمارے رواجی قانون اور اسلامی قانون وراثت کے اس لحاظ سے تقابل کے لئے دیکھئے رسالہ "یتیم پوتے کا حق وراثت" از سید غلام احمد پلیڈر منٹگمری صفحہ ۱۳-۱۴۔

۲- اس پر مفصل بحث کتاب ہذا ۹۸ تا ۱۰۲ پر آ رہی ہے۔

۳- کتب فتاوی میں پوتوں کے متعلق وصیت کے بعض خاص پیچیدہ سوال ملتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لوگ کس طرح وصیت کرتے تھے جس سے پوتے کو حصہ بھی بیٹے کے برابر مل جائے اور وصیت بھی ۱/۳ سے زیادہ میں نہ ہو مثلاً ایک آدمی مر گیا۔ اس نے چھ بیٹے ایک پوتا اور ایک پوتی چھوڑ دی اور وصیت یہ کی کہ پوتے کو ایک بیٹے کے حصے کے برابر ملے اور پوتی کو ۱/۳ حصہ جائیداد میں سے پوتے کا حصہ نکالنے کے بعد بقایا کا ۱/۳ ملے۔ اب تقسیم ورثہ کیوں کر ہو ؟ جواب: ہر ایک بیٹا ۲/۱۵ پوتا بھی ۲/۱۵ اور پوتی ۱/۱۵ لے گی۔ (دیکھئے مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ" ۴/۷/۳)

۴- فتاوی عالمگیری ۲/۶۱۸

۵- فتاوی عالمگیری ۲/۷/۶۰ بلکہ باپ کے مفلس ہونے کی صورت میں بھی پوتوں کا نفقہ عدالت دادا پر واجب کر سکتی ہے ---- ایضاً

۶- فتاوی عالمگیری ۶/۶۱۸

۷- اسلام کی اقتصادی نظام صفحہ ۴۵ (بحوالہ المحلی ابن حزمؒ) نیز اسی کتاب کا صفحہ ۱۲۹ اور ۱۳۹ تا ۱۵۶

۸- الفاروق صفحہ ۱۷۵ بحوالہ کتاب الخراج

۹- الفاروق صفحہ ۷۷ بحوالہ یعقوبی

۱۰- احکام القرآن للجصاص ۲/۶۷ اور اصل تو اس بارے میں قرآن کا حکم صریح موجود ہے دیکھئے الانفال /۴۱ والحشر/۷ ---- یہاں یہ بیان کر دینا ضروری ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ دور انحطاط میں مسلمان حکمرانوں نے تو اپنے اس قسم کے فرائض سے روگردانی اور تغافل شروع کر دیا۔ لیکن غیر مسلم حکومتوں نے اس قسم کے قوانین اپنانے شروع کر دیئے۔ انگلستان میں ۱۸ویں صدی کے بعد اور Poor Lawاور بعد میں Social Security Act نافذ ہوئے۔ جرمنی میں متعدد قسم کی پینشنیں اور الاؤنس اور سرکاری گھر Shelter Homes وغیرہ رائج ہوئے۔ تفصیلات کے لئے کیمبرج کی "تاریخ یورپ" اور امریکن فاضل E.M.Burnsکی کتاب (American Social Security System) ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱- Muslim Institutions : page 148ویسے اسلامی فقہ یا سیاسیات کی ہر کتاب میں جہاں جہاں بھی "منصب قضاء" سے بحث کی گئی ہے۔ یہ بات بیان کی گئی ہے۔ اس وقت یہی حوالہ مستحضر تھا۔

۱۲- نیز دیکھئے غلام دستگیر نامی کا مکتوب مطبوعہ اخبار نوائے وقت لاہور مورخہ ۷ادسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳ کالم ۵۔۶۔۷

۱۳- اور یہ بہت بڑی نا انصافی بلکہ جہالت ہے کہ اکابر مجتہدین امت کے متفقہ فیصلوں کے اتباع اور جاہل آباء کی کورانہ تقلید میں کوئی فرق روا نہ رکھا جائے اور سب کو ایک ہی لکڑی ہانک دیا جائے۔

۱۴- لارڈ ولیم بنٹنگ کے عہد گورنری (۱۸۲۸ء تا ۱۸۳۵ء) میں مسلمانان ہند کے تمام آئین و قوانین طاق نسیاں پر رکھ دئے گئے اس کے قریباً پچاس برس بعد بنگال اور مدراس کی صوبائی حکومتوں نے اصلاح احوال کی کچھ کوشش کی لیکن تمام نظام اس قسم کا ہو چکا تھا کہ یہ تدبیریں موثر ثابت نہ ہو سکیں (دیکھئے جامع الاحکام ۱/۲)۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا حصہ

مسئلہ کا جدید پہلو

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اوّل

پس منظر:

اگر بغور دیکھا جائے تو اس مسئلہ کی مخالفت میں دو طرح کے عنصر پیش پیش نظر آتے ہیں۔

(۱) عوام کا وہ حصہ جو رواج سے الفت اور اسلام سے روایتی وابستگی کے دو متضاد عوامل کی کشمکش میں گرفتار ہے ۔ ان کا اطمینان قلب اس میں ہے کہ کسی طرح اسلام رواج کی تائید کر دے ۔ مسئلہ زیربحث کے متعلق ان لوگوں کی واحد دلیل یہی ہے کہ یہ جذبہ رحم شفقت کے برخلاف ہے ۔ لہذا یہ اسلامی حکم نہیں ہو سکتا ۔ قطع نظر اس بات کے کہ قانونی مسائل میں محض جذبہ رحم و شفقت کو کہاں تک مدار استدلال بنایا جا سکتا ہے ۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ ان لوگوں کا یہی جذبہ رحم ' اسلامی احکام وراثت کی ہی متعدد ایسی صورتوں میں --- جن کی بنیاد ہی مودت و رحمت پر ہے ۔ سنگدلی میں بدل جاتا ہے مثلاً بوڑھی سوتیلی ماں کو باپ کی جائیداد سے یا نوجوان بے اولاد بھاوج (بیوہ) کو اس کے خاوند کی جائیداد سے حصہ دینا کس قدر ناگوار بلکہ خلاف عقل اور باعث فساد نظر آتا ہے ۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسے لوگ اپنے تحت الشعور میں یتامیٰ پر شفقت سے زیادہ رواج کی محبت سے متاثر ہیں ۔ نیز ایسے لوگوں سے کسی قسم کی علمی اور اصولی بحث و استدلال بے معنی ہے لہذا یہ طبقہ ہمارے موضوع بحث سے خارج ہو جاتا ہے (۱)۔

۲- دوسرا گروہ جو اس مسئلہ کی عملی و فقہی طریقہ سے مخالفت کر رہا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان حضرات کا ہے جو فہم دین کے لئے حدیث رسول ﷺ کی ضرورت ' اہمیت اور حجیت کے قائل نہیں ہیں اور قرآن اور صرف قرآن کریم کو ہی حل مسائل کے لیے کافی خیال کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا دعوی ہے کہ یتیم پوتے کو ازروئے قرآن چچا کی موجودگی میں بھی اپنے دادا کی جائیداد سے وراثت مل سکتی ہے ۔ ان کے نزدیک قوانین وراثت کے بارے میں فقہاء و ائمہ سے قرآن کا مطلب سمجھنے میں غلطی ہوئی بلکہ قرآنی اصولوں کی صریح مخالفت بھی(۲) اور پھر تمام امت ان کی کورانہ تقلید کا شکار ہو کر رہ گئی ورنہ اس مسئلہ پر تو قرآن کا فیصلہ بالکل واضح تھا(۳)۔

اگرچہ طریق فکر میں کسی وحدت کے نہ ہونے کے باعث اس مکتب خیال کے مختلف مفکرین کے استدلال بھی مختلف اور بعض صورتوں میں باہم دگر مخالف بھی ہیں۔ تاہم چونکہ ان دلائل کے ساتھ " قرآنی" ہونے کا دعوی موجود ہے لہذا ان دلائل اور ان کے نتائج پر ٹھنڈے دل سے اور قرآن کریم ہی کے احکام کی روشنی میں غور کرنا ضروری ہے ۔

یہاں یہ بیان کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ حدیث کی حجیت کا انکار کرنے والا گروہ اسلام میں بالکل نیا نہیں ہے جو امت کے طویل فکری انحطاط اور فقہی جمود کے ردعمل اور عصر حاضر کے عملی و عقلی مقتضیات کی پیداوار ہے ۔ یہ طبقہ اس وقت بھی موجود تھا جب امت میں علمی حرکت اور روح اجتہاد اپنے شباب پر تھی --- وہ روح اجتہاد جس نے ابو حنیفہؒ کو اپنے اسلاف کے متعلق یہ کہنا سکھایا تھا کہ " وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی " اور جس کی بنا پر امام مالکؒ نے کہا تھا کہ " رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا قول رد و قبول کے قابل نہ ہو (۴) --- ہاں تو امت کے اس " سنہری دور " میں بھی اس خیال کے لوگ موجود تھے ۔ چنانچہ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام کے ساتویں حصے کتاب جماع العلم میں ایک باب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باندھا ہے جس کا عنوان ہے " باب حكاية قول الطائفة التي ردت الاخبار كلها " (یعنی اس جماعت کے اقول کے بیان کا باب جس نے تمام حدیثوں کو رد کر دیا۔) اس باب میں انہوں نے اسی مکتب خیال کے ایک ایسے آدمی سے اپنے طویل مکالمہ و مناظرہ کا ذکر کیا ہے جو اپنے گروہ کے علماء میں سے شمار ہوتا تھا(۵)۔

دوسرے مختلف مذاہب فکر کے اختلافات کی طرح اس گروہ کے بعض قدیم اختلافات کا تذکرہ کتب حدیث و فقہ میں ملتا ہے مثلاً یہ قرآن کے تمام احکام یکساں ہیں ۔ ان میں فرض ' واجب مستحب مباح یا عام خاص وغیرہ کی تقسیم ناجائز ہے یا مثلاً یہ کہ جس شخص نے کوئی بھی ایسا عمل کیا جس پر نماز یا کم از کم زکوۃ کا لفظ بولا جا سکتا ہے اس نے اپنا فرض ادا کر دیا ۔ اس کے لئے کوئی وقت نہیں ہے گو وہ ہر دن کو دو رکعت پڑھے یا پورے زمانہ میں دو رکعتیں پڑھے یا مثلاً یہ کہ جو چیز قرآن میں نہ ہو وہ کسی پر فرض نہیں ہے ۔ وغیر ذلک (٦) --- لیکن تعجب ہے کہ یتیم پوتے کے مجوب الارث ہونے کے مسئلہ پر اس گروہ کے بھی کسی شخص کا کوئی اختلاف منقول نہیں ہے ۔ --- کم از کم ہماری نظر سے نہیں گزرا اور نہ ہی موجودہ " منکرین قرآن " حضرات نے اس قسم کی کوئی چیز پیش کی ہے۔

بہر حال اس مسئلہ کی مخالفت کا بیسویں صدی عیسوی سے پہلے کوئی سراغ نہیں ملتا ۔ جہاں تک معلوم ہو سکا ہے کہ غالبًا برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلے خواجہ احمد دین صاحب مرحوم امرتسری اور مولانا حافظ اسلم صاحب جیراجپوری نے اس پر قلم اٹھایا۔

انیسویں صدی عیسوی کا ربع آخر اور بیسویں صدی کا ربع اول متحدہ ہندوستان میں مذہبی مناظروں کی گرم بازاری کا دور تھا ۔ اور اسلام ' عیسائیت اور ہندومت کے مختلف مسائل مثلاً وحی 'کتب مقدسہ کی تحریف ' تثلیث و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توحید، گوشت خوری، تناسخ وغیرہ ان مناظروں اور مباحثوں کا موضوع ہوتے تھے ۔ امرتسر کے کچھ مسلمانوں نے اس قسم کے مباحثوں کے لئے ایک "مجلس مباحثہ " (Debating Club) کی بنیاد رکھی ۔ اسی کلب میں ایک بحث کے دوران اسلامی قانون وراثت کے قابل اعتراض پہلو زیر غور آئے اور اس کے بعد خواجہ صاحب مرحوم نے "معجزۂ قرآن" کے نام سے ایک رسالہ پہلی دفعہ ۱۹۱۴ء میں شائع کیا جس میں وارثت کے بعض دوسرے مسائل پر تنقید کے علاوہ یتیم پوتے کے محجوب الارث ہونے کے مسئلے کو بھی ازروئے قرآن غلط ٹھہرایا گیا ۔ اخبار "اہل حدیث" امرتسر کی ماہ مئی ۱۹۱۷ (رجب ۱۳۳۵ھ) کی کچھ اشاعتوں میں اس رسالہ کی تردید میں کچھ مضمون چھپے اور اس طرح کافی عرصہ تک اس پر بحث کا سلسلہ چلتا رہا ۔ اخبار "اہلحدیث" کے مضامین کے علاوہ مولوی غلام مصطفیٰ صاحب اور مولوی نور محمد صاحب ہزاروی وغیرہ نے خواجہ صاحب کی تردید میں متعدد اشتہار شائع کئے ۔ اسی طرح انجمن حفظ المسلمین امرتسر کی طرف سے مولوی نور احمد صاحب نے جواب الجواب میں مئی ۱۹۱۷ء، جون ۱۹۱۷ء، اگست ۱۹۱۷ء، اور دسمبر ۱۹۱۸ء میں چار ضمیمے شائع کئے ۔ بعد میں خواجہ صاحب مرحوم کا رسالہ معجزہ قرآن معٌ ان چاروں ضمیموں کے --- رسالہ البیان (امرتسر) کے جون و جولائی ۱۹۴۱ء کے مجموعی خاص نمبر کی حیثیت سے "الوراثت فی القرآن" کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا ۔

مولانا حافظ اسلم صاحب جیراجپوری نے خواجہ صاحب مرحوم کے مذکورہ رسالہ "معجزۂ قرآن" کا ملخص عربی ترجمہ "الوراثة فی الاسلام" کے نام سے علی گڑھ سے شائع کیا اور بعد میں رسالہ "معارف" اعظم گڑھ کے جون و جولائی ۱۹۱۸ء کے نمبروں میں اپنا مقالہ "محجوب الارث" شائع کرایا۔ اس مقالہ کی اصل بنیاد خواجہ احمد الدین صاحب کی تحریریں ہی تھیں ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۹ نومبر ۱۹۱۸ء کے پرچہ " اہلحدیث " میں حافظ ثناء اللہ صاحب مرحوم و مغفور امرتسری نے اس مقالہ کی تردید میں مضمون لکھا ۔ جس کا جواب الجواب خواجہ صاحب نے دسمبر ۱۹۱۸ء میں اپنے مذکورہ بالا ضمیمہ چہارم میں دیا تھا --- حال ہی میں مولانا جیراجپوری صاحب کا مذکورہ مقالہ ادارہ طلوع اسلام کراچی نے اپنے کتابچے موسوم بہ " تین اہم مسائل " میں شائع کیا ہے ۔

اس تمام تفصیل سے ظاہر یہ کرنا مقصود ہے کہ اس طرح اس مسئلہ پر پہلی مرتبہ ایک نیا نقطہ نظر پیدا ضرور ہو گیا تھا (۷) اگرچہ اسے چنداں اہمیت حاصل نہ ہوئی کیونکہ برطانوی ہند میں جن علاقوں میں قانون شرعی نفاذ پذیر تھا وہاں بھی قانوناً قرآن و سنت کی کوئی نئی اور متقدمین کے مخالف تعبیر درخور اعتنا نہیں سمجھی جا سکتی تھی (۸)۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں پنجاب میں شریعت ایکٹ West Punjab Muslim personal Law (Shariat) Application Act(IX of 1948) نافذ ہوا۔ عوام مدت دراز سے رواجی ہندو قانون سے مانوس و مالوف ہو چکے تھے اور اس رواجی قانون نے بہت سے دیگر عوامل کے ساتھ مل کر ایک خاص قسم کا معاشرتی و معاشی ماحول پیدا کر دیا تھا ۔ اسلامی قانون وراثت کی تفصیلات بہت سے دوسرے احکام اسلامی کی طرح اذہان و قلوب سے اوجھل ہو چکی تھیں اور لے دے کر عام لوگوں کو صرف اتنا یاد رہ گیا تھا کہ اسلامی قانون وراثت میں لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کو بھی حصہ دیا جاتا ہے۔ اور صرف اتنی سی بات کا تدارک حیلہ جو طبائع کے لئے مشکل نہ تھا لیکن اب جو یہ قانون نافذ ہوا اور اس کے مختلف گوشے سامنے آئے تو کہیں حصہ دینا مکروہ نظر آنے لگا اور کہیں نہ دینا غیر معقول معلوم ہونے لگا ۔ غیر اسلامی ذہنیتوں کو اپنی بجائے اسلامی قانون وراثت میں ناہمواریاں دکھائی دینے لگیں ۔ اسلام سے جہالت اور لاعلمی نے اس پر مزید اضافہ یہ کیا کہ یہ سمجھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے لگا کہ جس طرح بیٹی کو کسی حیلہ سے اس کے حصہ سے محروم کرنا شرعی گنا ہے اسی طرح مجوب الارث کو ہبہ وغیرہ کے ذریعے کچھ دینا بھی شرعاً ممنوع ہے ۔ اور ستم پر ستم یہ ہوا کہ بعض غرض متدوں نے عوام کی اس جہالت اور لاعلمی کو خوب Exploit کیا اور مسئلہ اصولی سے زیادہ ذاتی بن کر رہ گیا ۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ تحقیق حق و اصلاح احوال کی بجائے فتح و شکست کے نظریوں سے اس پر غور کیا جانے لگا ۔ خصوصاً دسمبر ۱۹۵۳ء میں پنجاب اسمبلی میں زیر غور لائے جانے کے بعد سے تو یہ مسئلہ (Problem) کے بجائے مقابلہ (Test) کی شکل اختیار کر گیا ۔

یہ تو اس مسئلہ کے پیدا ہونے اور شدت اختیار کرنے کے سماجی سیاسی اور تاریخی اسباب و حالات کے متعلق ضروری تفصیلات تھیں ۔ اب ہم پھر اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی ان نئے دلائل اور اصول و قواعد سے بحث جن کی رو سے یتیم پوتا محجوب الارث نہیں ٹھہرتا ۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی اور حوالہ جات

۱- پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی نے اس مسئلہ پر جو پبلک آراء شائع کی ہیں اس میں بعض حضرات نے تو صاف قانون شریعت کو ہی سرے سے ناقابل تسلیم کہہ دیا ہے۔ دیکھئے (Opinions) کا صفحہ ۸۴

۲- تین اہم مسائل صفحہ ۱۶۱ نیز اسی کتاب کا صفحہ ۹-۷

۳- ایضاً صفحہ ۲۰۸

۴- تاریخ فقہ اسلامی صفحہ ۴۲۰

۵- کتاب الام شافعیؒ ۷/۲۵۰

۶- تاریخ فقہ اسلامی صفحہ ۲۵۸ تا ۲۶۰

۷- ایک " اہل علم " کی زبانی معلوم ہوا کہ مشہور روسی عالم موسیٰ جار اللہ نے اپنی کتاب " صحيفة الفرائض " میں اس مسئلہ پر کچھ لکھا ہے۔ افسوس ہے کہ باوجود تلاش بسیار کے یہ کتاب کہیں سے دستیاب نہ ہو سکی اور نہ اس مصنف کے دلائل کا " اہل علم ممدوح " نے باوجود میرے خط لکھنے کے کچھ پتہ دیا --- حالانکہ ان کے پاس کتاب مذکور بقول ان کے موجود تھی اور میں بوجہ بعد مسافت ان تک پہنچ نہ سکا۔

۸- ملا کا محمڈن لاء (انگریزی) صفحہ ۲۷-۲۸ دفعات ۳۴-۳۶

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

اجتہاد نو

فصل اول : پہلی دلیل

مجموعی طور پر اس مسئلہ پر جو جدید دلائل تحریر یا تقریر کے ذریعے عوام تک پہنچے ہیں۔ ان سے اس باب کی تین فصلوں میں بحث کی جائے گی۔ یہ دلائل حسب ذیل ہیں: (۱)

(۱) ”فقہاء سے اقرب کا مفہوم متعین کرنے میں غلطی ہو گئی ہے کیونکہ اگر اقرب کے معنی مطلقاً درجہ کے لحاظ سے قریب کے لئے جائیں تو وراثت کے بہت سے مسلّمہ اور اجماعی مسائل ٹوٹ جاتے ہیں مثلاً نیچے کی مثال میں دادا کو بیٹے کی موجودگی میں بھی حصہ ملا ہے حالانکہ بیٹا بہ نسبت دادا کے میت کا اقرب ہے۔

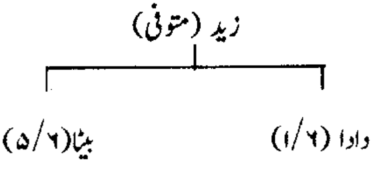

اسی طرح سے اور بھی قدم قدم پر اس پر اعتراض ہو سکتے ہیں لہٰذا قاعدہ الاقرب فالاقرب (جو تقسیم وراثت کا اصل الاصول اور بنیادی قاعدہ ہے) میں اقرب کا صرف ایک ہی مفہوم ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ”اقرب وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشتہ دار ہے جو بلاواسطہ مورث سے رشتہ رکھتا ہو یا بالواسطہ لیکن بوقت وفات مورث کے وہ واسطہ موجود نہ ہو"(۲)۔ اقرب کے یہی اور صرف یہی معنی لینے پر ہی یہ قاعدہ قانون وراثت میں ٹھیک طور پر چل سکتا ہے اور اس مفہوم کی رو سے یتیم پوتا بھی اپنے چچا سے محجوب نہیں ہو سکتا"۔

یہ مختصر خلاصہ ہے مولانا جیراجپوری صاحب کے مقالہ "محجوب الارث" کا۔ اور قریب قریب یہی مفہوم خواجہ احمد الدین صاحب کے رسالہ "الوراثة فی القرآن" سے حاصل ہوتا ہے(۳)۔ اور اگرچہ مقالہ مذکورہ نہایت سنجیدہ اور علمی و فقہی انداز میں لکھا گیا ہے۔ لیکن بغائر مطالعہ کرنے سے اس میں چند غلط فہمیاں نظر آتی ہیں۔

اول تو قاعدہ الاقرب فالاقرب۔ جس پر انہوں نے اعتراضات قائم کئے ہیں۔ کسی کے نزدیک بھی فقہ فرائض کا اولیں بنیادی قاعدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ اسی مقالہ کے حصہ اول کے باب دوم و سوم میں بیان ہو چکا ہے۔ سب سے مقدم کلیہ تقدیم ذوی الفروض کا ہے۔ اس کے بعد دوسرا کلیہ "تقدیم بالجهة" کا ہے (اور یہ دونوں کلیے اور ان کی ترتیب آیات میراث کے سرسری مطالعہ سے معلوم ہو جاتی ہے)۔ اس کے بعد تیسرے درجہ پر قاعدہ الاقرب فالاقرب ہے۔چونکہ پہلے دونوں کلیے مقدم ہیں۔ اسی لئے ان کا لحاظ رکھتے ہوئے فقہ اہل السنّت میں پہلو ورثاء کو ذوی الفروض اور عصبات میں تقسیم کیا گیا ہے اور قاعدہ مذکورہ اس کے بعد نافذ ہوتا ہے---- اسی طرح فقہ جعفری میں دونوں ابتدائی کلیوں کا لحاظ ورثاء کی طبقہ بندی میں کر لیا گیا ہے اور قاعدہ الاقرب فالاقرب اس کے بعد نافذ ہوتا ہے یعنی طبقوں پر نہیں بلکہ ذیلی اصناف پر۔

گویا فقہ حنفی ہو یا جعفری ہر دو کے نزدیک جہاں کہیں قاعدہ الاقرب فالاقرب پہلے دو کلیوں سے متصادم ہو گا تو اسے ترک کر دیا جائے گا دیکھئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

درج ذیل مثال:

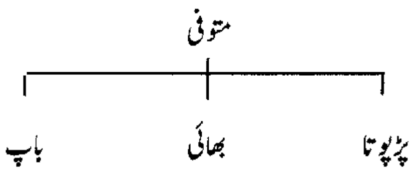

اس مثال میں فقہ حنفی کی رو سے باپ کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے صرف ایک متعین حصہ (۱/۶) ہی دیا جائے گا اور قاعدہ اقربیت کی بنا پر اسے تمام جائیداد کا مالک نہیں بنا دیا جائے گا۔ اب باقی جائیداد کے لئے بظاہر بھائی پڑپوتے سے قریبی نظر آتا ہے۔ لیکن یہاں پر قاعدہ اقربیت تقدیم بالجہتہ کے قاعدے سے متصادم ہوتا ہے۔ بھائی جہت اطراف میں سے ہے اور پڑپوتا جہت اصول میں سے اور قرآن نے جہت اصول (اولاد) کے ہوتے ہوئے اطراف (بھائی بہن) کو محروم رکھا ہے(۴) لہٰذا یہاں بھی یہ قاعدہ الاقرب فالاقرب جاری نہ ہو گا بلکہ بلحاظ تقدیم بالجہتہ پڑپوتا بقایا جائیداد کا مالک ہو گا---- اسی مثال میں فقہ جعفری کی رو سے تقدیم ذوی الفروض اور تقدیم بالجہتہ کا خیال رکھتے ہوئے باپ اور پڑپوتا طبقہ اول میں رکھے گئے اور بھائی بلحاظ جہت ہر دو سے موخر ہونے کے طبقہ دوم میں رہ کر محجوب ہو جائے گا اور باپ اور پڑپوتا چونکہ ایک ہی طبقے کے ہیں لہٰذا ان پر قاعدہ الاقرب فالاقرب جاری نہ ہو گا اور باپ اپنا مقررہ حصہ ۱/۶ پائے گا اور باقی پڑپوتا لے گا۔ (نتیجہ دونوں صورتوں میں یکساں ہے۔ صرف طریق استدلال میں فرق ہے)۔

اب مولانا جیراجپوری صاحب سے پہلی غلطی تو یہ ہوئی کہ انہوں نے قاعدہ الاقرب فالاقرب کو اصل الاصول اور بنیادی قانون فرض کر لیا(۵) اور دوسری غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے جس قدر مثالیں اس قاعدہ کے علی ظاہر

www.KitaboSunnat.com

المراد غلط ہونے پر پیش کی ہیں وہ تمام کی تمام ایسی ہیں جن میں یا تو مختلف کلیات کا تصادم ہوتا ہے یا وہ اجماعی طور پر مسلمہ نہیں ہیں(۶) مثلاً ان کی دادا اور بیٹے کی مثال جو ابھی صفحہ ۳۷ پر بیان ہوئی ہے اس میں شیعہ کے نزدیک فی الواقع دادا کو کچھ نہیں ملتا--- اسی طرح انہوں نے "مسئلہ مشترکہ"(۷) کی جو مثال دی ہے وہ بھی متنازعہ فیہ ہے۔ (احناف و شوافع کے درمیان)(۸) اور یہی حال باقی مثالوں کا ہے۔

اب ہم مولانائے موصوف کے اقرب کے جدید مفہوم کو لیتے ہیں۔ بلاواسطہ رشتہ دار کے اقرب ہونے میں تو کسی کو بھی کلام نہیں۔ رہا بالواسطہ رشتہ دار ہونا تو اس میں فقہاء کے نزدیک "اقرب وہ ہے جو بلحاظ رشتہ میت سے زیادہ نزدیک ہو" (من هو ادنى قرابته الى الميت منه) (۹)۔ صاف ظاہر ہے کہ جب بالواسطہ رشتہ داروں میں سے زیادہ نزدیک کا رشتہ دار اقرب ہے تو بلاواسطہ رشتہ دار بالواسطہ رشتہ دار کے مقابلے پر یقیناً اقرب ہی رہے گا اور اقربیت کا یہی مفہوم وراثت میں ہی نہیں نکاح وغیرہ امور میں بھی لیا جاتا ہے اور ولی نکاح کے بارے میں بھی الاقرب فالاقرب کا اصول استعمال ہوتا ہے(۱۰)--- لیکن مولانا جیراجپوری صاحب کی تعریف کے مطابق درمیانی واسطہ کے اٹھ جانے سے بالواسطہ اور بلاواسطہ رشتہ دار ایک ہی درجہ کے ہو جاتے ہیں گویا اس طرح کسی عورت کے بھائی کی موجودگی میں اس کا خرد سال یتیم بھتیجا اس کا (اپنی پھوپھی کا) نکاح کر کے دے سکتا ہے--- خیر یہ نکاح کا معاملہ تو جملہ معترضہ تھا۔ ہمارا اصل مقصد احکام میراث میں اقرب کے اس نئے مفہوم کے مضمرات کا جائزہ لینا ہے۔

مولانا جیراجپوری صاحب اور "طلوع اسلام" کے نزدیک اس قاعدہ کا اطلاق یوں ہو گا۔ دیکھئے مثال:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

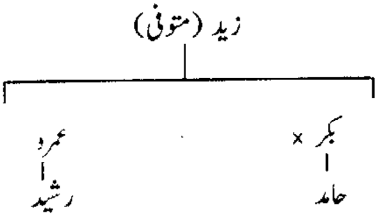

(زید متوفی کی زندگی میں مرنے والوں کے نام کے ساتھ X کا نشان بنا دیا گیا ہے)۔

عمرو تو اقرب کی تعریف کے پہلے جزء (بلاواسطہ رشتہ دار ہونا) کے باعث اقرب ہے--- حامد اقرب کی اس نئی تعریف کے دوسرے جزء (بوقت وفات مورث درمیانی واسطہ موجود نہ ہونا) کی بناء پر اقرب ہے۔ لہٰذا دونوں برابر کے حصہ دار ہیں۔ اس پر یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید مرحوم بکر کا حصہ نکال کر حامد کو دیا جا رہا ہے۔ لیکن اول تو مولانا موصوف نے خود ہی اپنے مقالہ میں ایک جگہ وراثت کی ایک مثال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

" لیکن ایک بدبخت یتیم پوتا ہی ہے جو اپنے باپ کی عدم موجودگی میں اس کی بجائے اپنے چچا کا بھائی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

بست شکر بستاں داد و چشمت مے بخواراں
منم کز غایت حرماں نہ با آنم نہ با اینم (۱۱)"

--- اس سے ظاہر ہے کہ ان کا مقصد مردہ کا حصہ نکالنا نہیں بلکہ یتیم بھتیجے کو چچا کا بھائی بنا کر حصہ دلانا ہے اور اقربیت کا یہ نیا مفہوم بھی اسی بات کا متقاضی ہے۔ تاہم "طلوع اسلام" کی مندرجہ ذیل عبارت مزید وضاحت کر دیتی ہے۔ مندرجہ بالا مثال ہی کو سمجھانے کے بعد لکھا ہے--- "مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ تم زید کے مرنے پر اس کے فوت شدہ بیٹے بکر کا حصہ نکال کر حامد کو دیتے ہو یہ غلط ہے۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ بکر کا حصہ کون

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکلتا ہے حصہ صرف اس کا ہوتا ہے جو متوفی کی وفات کے وقت زندہ موجود ہو مردوں کے حصے کوئی نہیں نکالتا قرآن کی رو سے حامد اپنے دادا (زید) کے ترکے میں حقدار ہے اس لئے حامد کو خود اس کا حصہ ملتا ہے نہ کہ اس کے متوفی باپ بکر کا حصہ۔ اگر بکر کا حصہ نکلتا تو اس کی بیوہ کو بھی کچھ مل جاتا لیکن جب بکر کا حصہ ہی نہیں تو بیوہ یا بکر کے دوسرے رشتہ داروں کو کیا ملے گا؟ پھر سن رکھئے کہ حامد کو براہ راست (زید کے ترکے سے) اپنا حصہ ملتا ہے نہ کہ اپنے متوفی باپ (بکر) کا حصہ"(۱۲)۔

بات تو واضح ہے کہ بھتیجے کو براہ راست یعنی چچا کا بھائی بنا کر حصہ ملے گا۔ لیکن اب دیکھئے کہ یہ "نیا قرآنی نظریہ" کس قدر مغالطے اپنے اندر مضمر رکھتا ہے۔ اب تک ہمارے سامنے صرف ایک ایسی مثال تھی جس میں ایک چچا اور ایک یتیم بھتیجا موجود ہوں۔ اب چند نئی مثالیں لیجئے۔

مثال نمبر ۱

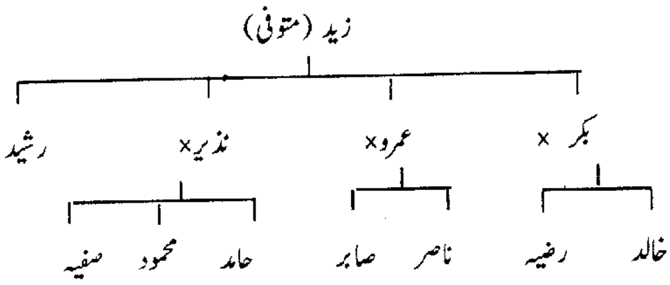

(زید متوفی کی زندگی میں مرنے والوں کے ناموں کے ساتھ × کا نشان ہے)۔

گویا اس مثال میں رشید کے سات بھتیجے اور بھتیجیاں اس کے بھائی بہن بن کر اس کے ساتھ زید (دادا) کی جائیداد سے حصہ پائیں گے کیونکہ درمیانی واسطہ اٹھ جانے سے وہ رشید کے درجے کے اقرب بن گئے ہیں---- اس طرح رشید کو کل جائیداد کا ۱/۷ حصہ ملے گا حالانکہ اگر اس کے بھائی زندہ ہوتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب بھی اسے ۱/۴ ملتا۔ یہ کس بات کی سزا؟ کیا چچاؤں سے گزشتہ تیرہ سو برس کا بدلہ لینے کے لئے تو یہ فارمولا تیار نہیں کیا گیا ؟

پھر اسی قاعدے کی رو سے بیٹیوں کی وفات کی صورت میں ان کی اولاد بھی اپنے ماموں کے ساتھ اقرب ہو کر نانا کی جائیداد سے حصہ پائے گی۔

مثال نمبر ۲

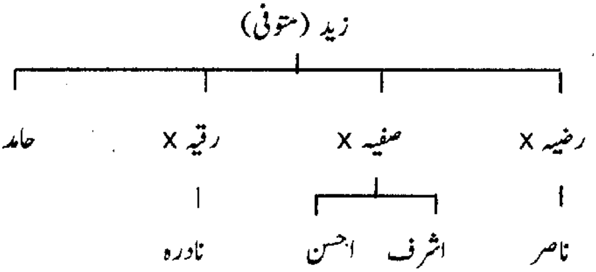

(زید متوفی کی زندگی میں مرنے والوں کے ناموں کے ساتھ X کا نشان ہے)۔

اس مثال میں اس جدید اجتہاد کی رو سے حامد کی تینوں مرحوم بہنوں کی اولاد اس کے ساتھ بھائی بہن بن کر حصہ پائے گی اور اس طرح حامد کو جو بصورت دیگر کل جائیداد کا مالک ہوتا اس میں سے صرف ۲/۹ حصہ ملے گا۔ حالانکہ اگر اس کی تینوں بہنیں زندہ ہوتیں جب بھی اسے ۲/۵ حصہ ملتا۔ یہ تقسیم کیوں کر معقول ہو سکتی ہے جس میں اکلوتے بیٹے کے ہوتے ہوئے ۷/۹ حصہ جائیداد دوسرے خاندان میں جا رہا ہے--- خیال رہے کہ فقہ جعفری میں اگرچہ بیٹیوں کی اولاد کو بھی حصہ ملتا ہے اور پھوپھی اپنے یتیم بھتیجوں کو بھی محجوب کر سکتی ہے لیکن موجودہ صورت مسئلہ میں ان کے نزدیک بھی تمام جائیداد حامد کی ہو گی۔

یہ صرف دو مثالیں ہیں ذرا غور کریں تو یہ درمیانی واسطے کے اٹھ جانے پر نیچے اوپر سب کو ایک ہی درجہ دے دینے پر بعض دفعہ کسی اکلوتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑکے کے ساتھ اس کے چچا زادوں کی اولاد بھی شامل ہو سکتی ہے۔ الغرض قانونی اور فقہی نقطہ نظر سے یہ فارمولا یا اصول کسی طرح بھی قابل عمل نہیں ہے سوائے اس صورت کے کہ مرنے والے بیٹے کا صرف ایک بیٹا ہی باقی رہ گیا ہو۔

مقام غور ہے کہ فقہائے متقدمین پر تو یہ الزام لگایا جاتا ہے ---- اور وہ ایک حد تک بجا بھی کہا جا سکتا ہے---- کہ وہ اکثر مسائل کی ناممکن الوقوع اور شاذو نادر صورتوں پر بھی غور کر کے ان کے جوابات کتابوں میں لکھتے ہیں اور اس ذہنی عیاشی سے سوائے فکری انتشار کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا---- لیکن کم از کم یہ عادت کسی قائم کردہ کلیہ کے تمام ممکن اثرات سے تو آگاہ کرتی ہے---- کیا صرف ایک مثال سامنے رکھ کر کوئی نیا قاعدہ یا اصول بنا دینا جو دو قدم بھی آگے نہ چل سکے---- یہ اس علمی ہیضہ سے زیادہ خطرناک نہیں ہے ؟

فصل دوم : اصول قائم مقامی پر بحث

نئے مکتب خیال کے مفکرین کی طرف سے اس مسئلہ پر ایک اور "قرآنی دلیل" یہ پیش کی جاتی ہے کہ

"آیہ مبارکہ یوصیکم اللہ فی اولادکم میں اولاد سے مراد صرف بیٹے بیٹیاں ہی نہیں بلکہ ان کی اولاد اور اولاد در اولاد سب اس میں شامل ہیں اور اس بات کے خود تمام مفسرین و فقہاء بھی قائل ہیں۔ تو جس طرح بحکم آیہ مبارکہ "حرمت علیکم امھاتکم" ماں کے علاوہ نانی ' دادی اور اوپر تک تمام بچیوں کی حرمت بہ نص قرآن آ جاتی ہے اسی طرح آیہ مبارکہ "یوصیکم اللہ فی اولادکم" سے اولاد الاولاد کا حق وراثت بنص ثابت ہے اور جب فقہاء میں سے کوئی بھی ولدالولد کالولد کا منکر نہیں ہے تو ولد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بیٹے) کی عدم موجودگی میں ولد الولد (پوتا) اس کا قائم مقام سمجھا جائے گا اور قرآن نے جو حصہ ولد کے لئے مقرر کیا ہے وہ اسے ملے گا"۔(۱۳)

مطلق اولاد الاولاد کا حق وراثت تو واقعی بالنص ثابت ہے۔ لیکن یہ "مفکرین قرآن" کا نیا انکشاف نہیں ہے۔ اس کا جب منکر ہی کوئی نہیں تو ثابت کرنے کا کیا مطلب ! دیکھئے جب کسی آدمی کے صرف پوتے موجود ہوں تو کوئی بھی انہیں یہ کہہ کر محروم نہیں کرتا کہ یہ تو پوتے ہیں بیٹے نہیں ---- اسی طرح ولدالولد کالولد کا بھی کسی نے انکار نہیں کیا البتہ اس میں اتنا اختلاف ضرور ہے کہ شیعہ کے نزدیک بیٹی کی اولاد بھی اولاد شمار ہوتی ہے اور اہل سنت کے نزدیک بیٹی کی اولاد گو مجازاً اولاد ہی ہے لیکن حقیقتاً وہ کسی دوسرے کی اولاد ہے اس لئے وراثت میں صرف بیٹے کی اولاد۔ اولاد شمار ہو گی۔ اگر چہ بیٹوں کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں بیٹیوں کی اولاد بھی اپنے موقع پر وراثت کی حقدار تصور کی جاتی ہے---- لیکن یہاں جس ولد الولد (یتیم پوتے) کی بحث ہو رہی ہے اس کے متعلق تو کسی کو اختلاف نہیں ہے ---- اولاد الاولاد کا اولاد ہونا تو ایسی بدیہی سی بات ہے کہ اس کا انکار کرنا یا اس کو ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل پیش کرنا شاید خلل دماغ سمجھا جائے۔

بات دراصل ولد کی عدم موجودگی میں ولد الولد کی حیثیت قائم مقامی کی ہے اور اسی تو یہ سب مشکل پڑ رہی ہے لہٰذا اب یہاں اسلامی قانون وراثت میں نظریہ قائم مقامی(Representation) پر بحث کرنا ضروری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ "یتیم پوتے کی وراثت کے مسئلہ" میں اصل مرکزی نقطہ یہی اصول قائم مقامی ہے۔ اگر اسلامی قانون وراثت میں اس نظریہ کو جگہ دی جا سکتی ہے تو پھر مسئلہ صاف ہے اور اگر اس قانون میں اصول نیابت کے لئے جگہ نہیں تو پھر یتیم پوتے کا حق وراثت کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا۔ مولانا جیراجپوری صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے---- "حق یہ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وراثت کا سارا دارومدار قائم مقامی پر ہے۔ فقہاء نے اس مسئلہ میں اسی اصل نکتہ یعنی قائم مقامی کا لحاظ نہیں رکھا جس کی وجہ سے ایسی عظیم الشان غلطی میں مبتلا ہو گئے کہ یتیم بچوں کو محجوب کرنے لگے"۔(۱۴)

لیکن نظریہ قائم مقامی صرف زمانہ حال کا کوئی علمی انکشاف نہیں ہے بلکہ یہ اصول ہر زمانے کے اسلامی فقہاء کے سامنے موجود تھا۔ لیکن سب نے ہی اسے نظرانداز کیا (۱۵)۔ اور دانستہ ایسا کیا اور کسی بھی مکتب خیال کے قانون دانوں (فقہاء) نے اسے بطور قاعدہ کلیہ تسلیم نہ کیا--- آخر اس کی وجہ؟ افسوس ہے کہ اس کیوں کا جواب کہیں نہیں دیا گیا۔ حال ہی میں ایک مصری فاضل نے اپنی کتاب "المقارنات التشريعيه" میں اس پر بحث کے لئے ایک صفحہ وقف کیا ہے۔ لیکن یہ بھی نہایت تشنہ' نامکمل اور غیر واضح بحث ہے(۱۶)۔ اس لئے مزید وضاحت ضروری ہے(۱۷) فنتوکل علی الله :

وراثت میں قائم مقامی کے دو ہی پہلو ہو سکتے ہیں:

(۱) نوعی قائم مقامی یعنی شخص متوفی کے وارث یا وارثوں میں سے ہر ایک کو اس کی جگہ رکھ کر اسے وہی درجہ دیا جائے جو شخص متوفی کا تھا۔

(۲) انفرادی یا شخصی قائم مقامی یعنی شخص متوفی کا حصہ نکال کر اس کے ہونے والے وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

پہلی قسم کی قائم مقامی اسلامی قانون وراثت میں نہایت محدود طریقے پر ممکن العمل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کے چھ اصلی وارثوں (بیٹا۔ بیٹی۔ماں۔باپ۔ خاوند۔بیوی) میں سے جو بھی ہو گا اسے لازماً حصہ ملے گا۔ اب ان میں سے کسی کے نہ ہونے پر اس کے قائم مقام کا سوال پیدا ہوتا ہے تو خاوند اور بیوی کا تو قائم مقام کوئی ہو نہیں سکتا۔ باپ اور ماں کا قائم مقام البتہ ایک ہی ایک شخص ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی میں باپ کی عدم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجودگی میں دادا بحیثیت باپ کے حصہ پاتا ہے۔ اور ماں کی عدم موجودگی میں نانی وہی ماں کا حصہ پاتی ہے---- بیٹے بیٹی کے قائم مقام متعدد ہو سکتے ہیں لہٰذا ان میں یہ قائم مقامی چل ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ اگر بیٹے بیٹی کے تمام قائم مقاموں کو اپنے سے اوپر کے درجے کے بیٹے کی طرح سمجھ لیا جائے تو جو نتیجہ نکلے گا اس سے ہم ابھی گذشتہ فصل میں بحث کر چکے ہیں(۱۸)۔

دوسری قسم کی قائم مقامی اسلامی احکام وراثت کے لئے سراسر اجنبی اور ناسازگار ہے۔ یہ قائم مقامی ان تمام نظامہائے وراثت میں تو چل سکتی ہے جہاں اولاد کے ہوتے ہوئے باقی کسی وارث کا حق وراثت تسلیم نہ کیا جاتا ہو مثلاً ہندو رواجی قانون---- یا فرانسیسی قانون (۱۹) کیونکہ اس صورت میں اولاد میں سے جو مر گیا آخر اس کا وارث صرف اس کی اولاد نے ہی ہونا تھا لہٰذا وہی حصہ آگے تقسیم کر دیا جائے گا لیکن اسلامی قانون وراثت اولاد ' والدین اور زوجین کو بیک وقت لازماً وارث بناتا ہے(۲۰)۔ اور مقدم الذکر ہر دو جہت کے نہ ہونے پر بھائی بہن زوجین کے ساتھ حصہ پاتے ہیں۔ گویا ہر حالت میں بیک وقت متعدد قسم کے وارث حقدار وراثت ہوتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک قسم کو نظرانداز کرنا صریحاً قرآن کی خلاف ورزی ہے۔ لہٰذا قائم مقامی میں بھی ان تمام قسم کے وارثوں کی قائم مقامی کا سوال درپیش آئے گا۔ اب اگر ان تمام قسم کے وارثوں کے "ہونے والے وارثوں" کا حق قائم مقامی تسلیم کیا جائے تو گویا ان چھ قسموں میں سے ہر ایک قسم کے لئے آگے پانچ پانچ قسم کے جانشینوں کو تو حق قائم مقامی دینا ضروری ہو گا۔ اس طرح سے صرف ایک ایک واسطہ سے کسی شخص متوفی کے ممکن قائم مقام تیس قسم کے وارث ہو سکتے ہیں اور پھر عین ممکن ہے کہ یہ "ہونے والے وارث" (قائم مقام) خود مر کر اپنے اور " ہونے والے وارث" (قائم مقام) چھوڑ چکے ہوں تو اندازہ لگایئے کہ اس طرح "ہونے والے وارثوں" کی تعیین محالات سے نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ؟ اگر تو یہ ہونے والے وارثوں کا سلسلہ صرف ایک طرف یعنی اولاد سے ہوتا تو بات آسان تھی۔ لیکن قرآنی نظام وراثت میں ایک عورت اپنے خاوند سے بحیثیت بیوی کے ' اپنے بیٹے سے بحیثیت ماں کے' اپنے باپ سے بحیثیت بیٹی کے ' تو لازماً ہی حصہ لے گی اور بعض دفعہ بھائی سے بحیثیت بہن کے یا اور متعدد صورتوں میں کسی کی وارث بن سکتی ہے۔ اس لئے کسی مردہ کا حصہ نکال کر اس کے ہونے والے وارثوں میں تقسیم کرنا اسلامی قانون وراثت کے لئے بالکل ناممکن العمل ہے ---- اس کے علاوہ اسلامی قانون وراثت میں یہ بھی عین ممکن بلکہ کثیر الوقوع ہے کہ ایک مرنے والے کے قائم مقام ہونے والے وارث بھی وہی ہوں جو اس کی غیر موجودگی میں وارث ہو رہے ہیں۔ اس صورت میں بھی قائم مقامی کے اس اصول کی لغویت ظاہر ہے (۲۱)۔

☆ اب اس بحث کے بعد ہم دوبارہ اس دلیل کی طرف آتے ہیں کہ چونکہ ''اولادکم'' میں اولاد الاولاد بھی شامل ہے۔ اس لئے پوتوں کو بیٹوں کا قائم مقام بنا کر حصہ کیوں نہ دیا جائے۔

ظاہر ہے کہ اس قائم مقامی کی وہی دو صورتیں ممکن ہیں یا تو سب پوتوں پوتیوں کو بیٹے بیٹیاں یعنی چچا یا چچاؤں کے بھائی بہن سمجھ کر حصہ دیا جائے۔ اس نظریہ کی غلطی ابھی گزشتہ فصل میں ظاہر ہو چکی ہے(۲۲)۔ اب رہی دوسری صورت کہ اس کے مردہ باپ کا حصہ نکال کر اس کے ہونے والے وارثوں میں تقسیم کیا جائے۔ یہ ایسا نظریہ ہے کہ کوئی فہم القرآن سے بالکل عاری انسان ہی اس کا تصور کر سکتا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ طلوع اسلام نے بھی (جس کی رائے عموماً فکر قرآنی پر ہی مبنی ہوتی ہے۔) تصریح کر دی ہے کہ ''مردوں کے حصے نہیں نکالے جایا کرتے''(۲۳) ---- آیئے اب اس کی قباحتوں اور پیچیدگیوں پر مزید غور کریں۔

☆ اول تو جب مردوں کے حصے نکالنا ہیں تو چھ اصلی وارثوں میں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر ایک کا حصہ نکالنا چاہیئے۔ قائم مقامی ہو تو سب کے لئے ہو یا پھر کسی کے لئے نہ ہو۔ لیکن اگر قرآنی احکام کو نظرانداز کر کے خواہ مخواہ یہ حق (قائم مقامی) صرف اولاد ہی کو دینا چاہتے ہیں --- تو پھر اس میں بھی صرف یتیم پوتے ہی کے باپ کی کیا خصوصیت ہے ؟ کیا وجہ ہے کہ ایک آدمی کی جس قدر اولاد اس کی زندگی میں فوت ہوئی ہے سب کے حصے نہ نکالے جائیں ؟ شاید یہ کہا جائے کہ ان کا تو وارث ہی باقی کوئی نہیں جو مدعی ہو (۲۴) لیکن اگر آپ قرآن کے احکام سے واقف ہیں تو آپ ہرگز ایسا نہیں کہہ سکتے۔ کیا ان کی ماں اور ان کے بقایا بھائی بہن ان کے وارث نہیں ہیں ؟ اور اگر وہ (مرنے والے) زندہ رہتے اور باپ کی وراثت سے حصہ پانے کے بعد مرتے تو کیا یہی ان کے وارث نہ ہوتے حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے احکام وراثت کی رو سے کسی آدمی کا بالکل لاوارث ہونا محالات سے ہے(۲۵)۔ اور اس کی مثالیں شاید ایک فی لاکھ بھی مشکل سے ملیں--- اور قرآن کے احکام میراث اس لحاظ سے جس رحمت پر مبنی ہیں۔ اس کے تصور سے روح وجد میں آ جاتی ہے۔

آپ جب بھی کسی مرنے والے کا حصہ نکال کر اس کے وارثوں میں تقسیم کریں گے تو آپ اس کی اولاد کے علاوہ اس کے ماں باپ، اس کی بیوی، اس کے خاوند میں سے کسی ایک کو بھی (موجود ہوتے ہوئے) قطعاً نظرانداز نہیں کر سکتے۔ ورنہ یہ قرآنی احکام کی ایسی صریح خلاف ورزی ہو گی جس میں ہرگز کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ مردہ بیٹوں کے حصے میں ان کی بیواؤں کو اور مردہ بیٹیوں کے حصے میں ان کے خاوندوں کو آخر کس طرح وراثت سے محروم کیا جا سکتا ہے ؟ (۲۶)

اور اگر یہ تسلیم ہے کہ قائم مقامی کا یہ اصول اسی طرح جاری کیا جائے کہ "مرنے والوں کا حصہ نکال کر آگے ان کے موجودہ وارثوں میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم کیا جائے"---- تو یہ سمجھ لیجئے کہ واضح قرآنی احکام ترک کئے بغیر اس پر عمل ناممکن ہو گا۔ بلکہ اس قانونی اور حسابی دلدل میں گھسنے سے جو عجیب و غریب صورت حال پیدا ہو گی اسے دیکھ کر آپ خود چلا اٹھیں گے۔ اس صورت میں بعض دفعہ بیوہ بہوؤں کو صلبی بیٹے یا بیٹی کے مقابلے پر زیادہ حصہ ملے گا۔ اور بعض اوقات مردہ بیٹیوں کے خاوند اور ان کی اولاد' زندہ صلبی بیٹوں اور بیٹیوں سے بھی زیادہ لے جائیں گے اور اکثر دفعہ لاینحل قسم کی حسابی صورتیں پیدا ہو جائیں گی (۲۷)۔

صرف ایک مثال لیجئے۔ زید مرتا ہے اور اپنے پیچھے اپنی دو بیویاں رضیہ اور صفیہ اور ان سے کچھ اولاد اور کچھ اولاد کے وارث چھوڑتا ہے جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے۔

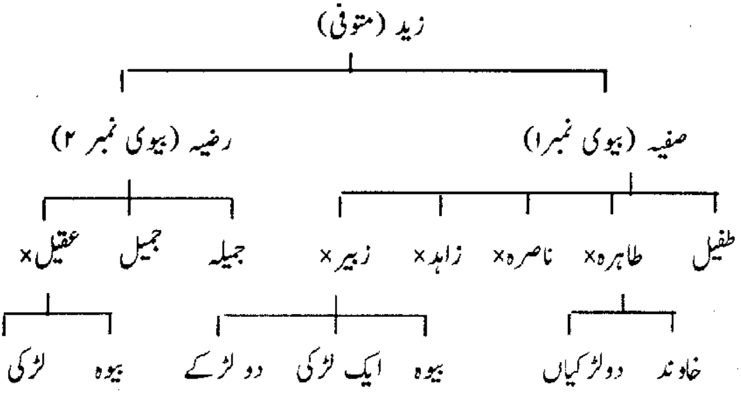

(زید متوفی کی زندگی میں مرنے والوں کے ناموں کے ساتھ x کا نشان ہے)۔

ذرا اس اصول قائم مقامی کی بناء پر زید کی جائیداد تقسیم کر دکھایئے۔

اور یہ کچھ ایسی نادر الوقوع مثال بھی نہیں ہے۔ (اور چلو یہ بھی فرض کر لیجئے کہ سب مرنے والے ایک ہی وقت میں مر گئے۔ کیونکہ اول تو اگر موت کی ترتیب کا بھی خیال کیا جائے تو ہر بعد میں مرنے والے کو سابق کی وراثت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے حسب قواعد حصہ ملنا چاہئے۔ لیکن اس طرح بات اور بھی گورکھ دھندا بن جائے گی۔ لیکن اس مفروضہ کے بعد بھی مندرجہ بالا اصول قائم مقامی یعنی "مردہ کا حصہ اس کے وارثوں میں تقسیم کرنا" ---- کی بناء پر تقسیم ترکہ آسان کام نہیں ہے) (۲۸)۔

خیال رہے کہ "قدیم' بوسیدہ' پیچیدہ اور دنیا کے مشکل ترین " (۲۹) قانون وراثت کے مطابق یہ چند سیکنڈ میں حل ہو جانے والا مسئلہ ہے۔

فقہ حنفی اور جعفری ہر دو کی رو سے صفیہ اور رضیہ ہر دو کا حصہ =۱/۸۔ طفیل = ۷/۸ کا ۲/۵=۷/۲۰۔ جمیل=۷/۲۰ اور ان کی بہن جمیلہ =۷/۴۰۔

لیکن اصول قائم مقامی کو لیتے ہوئے پہلے تو جائیداد کا ۱/۸ صفہ اور رضیہ میں تقسیم ہو گا اور باقی ۷/۸ زید متوفی کی کل اولاد (چھ لڑکوں اور دو لڑکیوں) میں مرد کو عورت سے دگنا کے اصول پر تقسیم ہو گا۔ اس کے بعد طاہرہ کا حصہ اس کے خاوند' ماں اور لڑکیوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ناصر کا حصہ اس کی ماں صفیہ اور بھائی بہنوں (طفیل' جمیلہ اور جمیل) میں تقسیم ہو گا یا شیعہ طریقہ کے مطابق صرف صفیہ ہی اس کا سارا حصہ لے گی---- اسی طرح باقی مردوں یعنی زاہد' زبیر اور عقیل کے حصوں کا حال ہو گا۔ ایک اچھا ریاضی دان بھی جسے حصوں وغیرہ کی شرعی تقسیم بتا دی جائے تو بھی اس صورت مسئلہ کے حل اور جواب کے لئے ضرب و تقسیم کے پیچیدہ عمل سے خاصی دیر کے بعد ہی عہدہ برآ ہو سکے گا۔ اور پھر اس تقسیم میں جو نامعقولیت ہو گی وہ الگ۔ مثال کے طور پر اس طرح تقسیم کرنے سے اسی موجودہ مثال میں صفیہ کل کا ۷/۴۸ حصہ پائے گی اور زبیر کی لڑکی کو ۲۳/۹۶۰ اور اس کے ہر لڑکے کو ۲۳/۴۸۰ حصہ ملے گا اور پورے حسابی عمل کے لئے شاید دو صفحے بھی کافی نہ ہو سکیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم: متجددین کے بقایا دلائل

یتیم پوتے کا حق ورا ت اس کا حق قائم مقامی تسلیم کرنے پر منحصر ہے۔ اور قائم مقامی کو دو ممکنہ صورتوں پر مبنی دونوں نئی دلیلوں سے ہم گذشتہ دو فصلوں میں پوری بحث کر چکے ہیں۔ نئے نقطہ نظر کے حامی حضرات کے باقی تمام دلائل یا اعتراضات در اصل انہیں دو گذشتہ دلیلوں کی ذیل میں آ جاتے ہیں۔ اس لئے ان سب کا بیان اس ایک فصل میں کیا جاتا ہے۔

(۱) چچا کی موجودگی میں یتیم بھتیجے (پوتے) کے محجوب الارث نہ ہونے پر جدید خیال حضرات کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب فقہاء باپ کی عدم موجودگی میں دادا کو باپ کا قائم مقام بنا کر حصہ دلاتے ہیں تو اسی قاعدے کی رو سے یتیم پوتے کو اس کے باپ کا قائم مقام بنا کر کیوں وارث نہیں بنایا جا سکتا؟

غالباً یہی بظاہر سب سے بڑی منطقانہ اور معقول دلیل ہے جس کا اس مسئلے کے سلسلے میں سب سے زیادہ اعادہ کیا گیا ہے خواجہ احمد الدین مرحوم' مولانا جیراجپوری صاحب اور طلوع اسلام نے بھی جگہ جگہ اس کا ذکر کیا ہے۔ (بلکہ غالباً اقرب کی نئی تعریف کا محرک بھی یہی دلیل ہے)---- اور دسمبر ۱۹۵۳ء کے بعد سے جب یہ مسئلہ اخبارات میں موضوع بحث بنا تو پبلک کے خطوط میں بھی اسی کو بار بار دہرایا جاتا رہا اور شاید اسی دلیل نے بعض حضرات کو وراثت کے کچھ نئے فقہی اصول مرتب کرنے پر بھی آمادہ کیا جن کا ذکر ابھی اس کے بعد کیا جائے گا۔

قائم مقامی کے اصول پر مفصل بحث کے بعد ان مغالطوں کا تجزیہ دشوار نہیں ہے جو یہ دلیل اپنے اندر پنہاں رکھتی ہے۔ بات واضح ہے کہ اصول قائم مقامی اصول و فروع میں یکساں نہیں چل سکتا۔ ایک شخص کے باپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا دادے متعدد نہیں ہو سکتے۔ باپ کے مرنے پر دادا باپ کے درجہ پر رکھا جائے گا اور وہی حصہ ملے گا جو باپ بیٹا---- لیکن یتیم پوتے متعدد ہو سکتے ہیں اور اگر اسی اصول پر ہر ایک پوتے کو بیٹا بنا دیا جائے تو جو نتیجہ ہو گا اس سے ہم پہلے بحث کر ہی چکے ہیں(۳۱)۔

(۲) اس سلسلے میں مفکرین تجدد کی طرف سے وراثت کا ایک نیا اصول یہ بھی پیش کیا گیا ہے کہ دو افراد میں سے زندہ پہلے مرنے والے کا وارث ہو گا یا دونوں ہی کسی حالت میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے(۳۲)۔ یعنی وراثت صرف دو ایسے شخصوں میں جاری ہو سکتی ہے جن میں سے اگر ایک فوت ہو جائے تو دوسرا اس کا وارث بنے گا۔ مثلاً باپ اور بیٹا' بیوی اور خاوند وغیرہ کہ ایک کے مرنے پر دوسرا اس کا وارث ہوتا ہے اور جہاں ایسی بالمقابل وراثت کی صورت نہ ہو وہاں وراثت جاری نہیں ہو گی مثلاً ماموں بھانجا وغیرہ کہ ایک کے مرنے پر دوسرا اس کا وارث نہیں بن سکتا ---- پس دادا و پوتے میں بھی صرف ایک طرف سے وراثت جاری کرنا غلط ہے یا تو دونوں طرف سے بند کیجئے یا دونوں طرف احکام وراثت جاری ہوں۔ یہ کیا مطلب کہ دادا تو پوتے کا وارث لیکن پوتا دادے کی وراثت سے محروم ؟

دادا پوتے کی بالمقابل وراثت پر ہم پہلے لکھ چکے ہیں البتہ یہاں یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ فاضل مفکر کو قرآن سے اصل اصول وراثت سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ قرآن کا یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ وراثت صرف وہیں ہو گی جہاں دونوں طرف سے وارث بن سکنے کی اہلیت موجود ہو---- دیکھئے ایک بے اولاد بھائی کے مرنے پر دوسرا بھائی (جو صاحب اولاد بھی ہے) اس کا وارث بن سکتا ہے لیکن اسی صاحب اولاد بھائی کے مرنے پر وہ بے اولاد بھائی اس کا وارث نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی اپنی اولاد وارث ہو گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) چچا کے اپنے یتیم بھتیجے کو محجوب نہ کر سکنے کے حق میں ایک نئی دلیل یہ بھی پیش کی گئی ہے کہ "پوتے" کا تعلق دادا سے اپنے باپ کے ذریعے سے ہوتا ہے نہ کہ چچا کے ذریعے سے اور جب چچا کی موت اسے مورث بنانے کا سبب نہیں ہے تو اس کی موجودگی بھتیجے کی محرومیت کا سبب بھی نہیں بن سکتی(۳۳)۔ یتیم بھتیجا اپنے چچا کا بیٹا نہیں بن جاتا' کہ اس وجہ سے محروم کیا جائے ورنہ پھر اس پر اپنے چچا کی بیٹیاں بھی (بہنیں ہو کر) حرام ہو جانی چاہئیں۔ حالانکہ اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں ہے تو پھر چچا اسے کس طرح وراثت سے روک سکتا ہے ؟"

یہ خلط مبحث ہے۔ چچا کے اپنے بیٹے اس کی زندگی کی وجہ سے محجوب ہیں اور یتیم بھتیجا اپنے باپ کے قائم مقام نہ بنائے جا سکنے کے باعث۔ ورنہ یہ تو کوئی نہیں کہتا کہ وہ اپنے چچا کا بیٹا بن جاتا ہے۔ لہٰذا یہ "نئی دلیل" ایک مناظرانہ مغالطہ سے زیادہ نہیں ہے۔

(۴) سب سے بڑی اور عامیانہ دلیل جدید "مفکرین" حضرات اور معترضین کی طرف سے یہ پیش کی جاتی ہے کہ "یہ جذبہ رحم و شفقت کے منافی ہے کہ بے آسرا یتیم کو اس جائیداد سے بھی محروم کر دیا جائے جو اس کے باپ کے زندہ رہنے کی صورت میں اسے ضرور ملتی۔" (اس جذبہ رحم کی حقیقت کے لئے ایک دفعہ دیکھ لیجئے اسی حصہ دوم میں باب اول میں "پس منظر") اگرچہ اسلامی قانون وراثت کی چند اصطلاحی (Technical) پیچیدگیوں کی وجہ سے یتیم پوتا اپنے چچا کی موجودگی میں وراثت سے حصہ نہیں پا سکتا (۳۴) لیکن قرآن نے یہ کب کہا ہے کہ "اے دادو! خبدار اپنے یتیم پوتوں کو کچھ نہ دینا" ---- قرآن کریم تو اجازت بلکہ حکم دیتا ہے (جیسا کہ ہم اگلے باب میں بیان کریں گے) کہ ایسی صورتوں میں تمہیں اس کے ممکن حصے سے بھی زیادہ دے دینے کا اختیار حاصل ہے مثلاً دیکھئے اگر کسی آدمی کا ایک بیٹا کسی اعلیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہدے پر فائز ہو یا امیر کبیر ہو اور ایک خرد سال یتیم پوتا ہو اور وہ آدمی اپنی جائیداد کا بیشتر حصہ اس پوتے کو بطور ہبہ دے دے تو اسلام کی نظر میں یہ فعل ناروا نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ چاہے وہ جائیداد دادا کی خود مکسوبہ ہو یا موروثی ---- حالانکہ ہمارے موجودہ قانون کی رو سے موروثی جائیداد میں دادا کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس بارے میں اصل قابل غور نکتہ یہ ہے کہ قرآنی قانون وراثت جن اجتماعی مصالح و حکم (مثلاً اصول دوران دولت وغیرہ) پر مبنی ہے۔ ان کو ایک انفرادی مصلحت پر قربان کر کے سارے قانون کے ڈھانچے کو بگاڑ دینا ظلم اور نادانی کی انتہا ہو گی خصوصاً جب کہ ایسی انفرادی مصلحتوں کے لئے قرآن خود گنجائش ہی نہیں پیدا کرتا بلکہ ان کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یتامی کے بارے میں خاص حالات میں خاص خاص قسم کے مصالح اور مراعات کی حفاظت مطلوب ہوتی ہے جنہیں پورا کرنے سے قانون کی کلیت اکثر قاصر رہتی ہے۔ ان انفرادی مصالح و مراعات کے تحفظ کے لئے قرآن نے کیا احکام دیئے ہیں۔ ان سے اگلے باب میں بحث ہو گی۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی اور حوالہ جات

۱- یہ دلائل او راعتراضات مختلف طریقوں سے جمع کیے گئے ہیں۔ کچھ تو اس موضوع پر دستیاب لٹریچر سے جس کا ذکر گزشتہ باب میں ہو چکا ہے۔ کچھ اخبارات میں اسی موضوع پر شائع ہونے والے خطوط سے اور کچھ پرائیویٹ بحث و مباحثہ کے دوران سنے گئے۔

۲- تین اہم مسائل صفحہ ۱۸۹

۳- الوراثۃ فی القرآن صفحہ ۳۸-۴۰ ' صفحہ ۱۲۴' ۱۲۵ نیز صفحہ ۱۳۵

۴- دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۱۳-۱۴ جزو (ہ) اور صفحہ ۱۸

۵- تین اہم مسائل صفحہ ۱۹۱

۶- یعنی مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے نزدیک

۷- اسے مسئلہ عمریہ اور حجریہ بھی کہتے ہیں اور ان خاص پیچیدہ مسائل میں سے ہے جو "الملقبات" کے نام سے کتب فرائض میں بطور خاص ذکر کئے جاتے ہیں۔

۸- صورت مسئلہ اور کیفیت اختلاف کے لئے دیکھئے المواریث الاسلامیہ صفحہ ۴۴

۹- احکام المواریث صفحہ ۱۵۴ (مولانا جیراجپوری صاحب کی تعریف "اقرب" مقالہ کے صفحہ ۷۵-۷۶ پر پھر ایک دفعہ دیکھ لیجئے)۔

۱۰- احکام القرآن للجصاص ۵۰/۲

۱۱- تین اہم مسائل صفحہ ۱۵۸

۱۲- تین اہم مسائل صفحہ ۱۵۶-۱۵۷ اور

۱۳- خواجہ احمد الدین مرحوم نے "الوراثۃ فی القرآن" میں متعدد جگہوں پر مختلف طریقوں سے اسی بات کو بیان کیا ہے ---- یہ الفاظ (اقتباس) خواجہ صاحب مرحوم کے فرزند ڈاکٹر خواجہ سخاء اللہ صاحب کے خط سے لئے گئے ہیں۔ جو انہوں نے میرے استفسار کے جواب میں لکھا تھا۔

۱۴- تین اہم مسائل صفحہ ۱۹۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵- نیز دیکھئے آنریبل جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس کی رائے۔ پنجاب مقننہ کی شائع کردہ پبلک آراء صفحہ ۱

۱۶- المقارنات التشریعیہ ۴/۵۷

۱۷- تعجب ہے کہ ۱۸-۱۹۱۷ء میں جب اس مسئلہ پر بحث چھڑی تو قدیم نظریہ کے حامی علماء میں سے بھی کسی نے نظریہ قائم مقامی کی وجوہ ردو قبول پر کبھی بحث نہیں کی حالانکہ اصل نکتہ یہی تھا بلکہ اس زمانے کے "مناظرانہ اثرات" کے ماتحت بعض عجیب و غریب دلائل پیش کئے جاتے تھے جنہیں آج پڑھ کر آدمی ہنسے بغیر نہیں رہ سکتا۔ دیکھئے اخبار اہلحدیث ۱۸ مئی ۱۹۱۷ء اور ۲۹ نومبر ۱۹۱۸ء اور مولوی غلام مصطفیٰ صاحب کا اشتہار نمبر ۲ ---- البتہ حال ہی میں سید غلام احمد بی اے پلیڈر منٹگمری نے اپنے رسالہ "یتیم پوتے کا حق وراثت" کے صفحہ ۱۳ تا ۱۵ پر اس اصول سے نہایت عمدہ بحث کی ہے۔

۱۸- کتاب ہذا صفحہ ۷۸-۸۰'

۱۹- المقارنات التشریعیہ ۴/۵

۲۰- دیکھئے کتاب ہذا کا صفحہ نمبر ۱۶

۲۱- قاضی یحیٰی بن اکثم کو منصب قضاء کے چند امیدواروں کے ساتھ خلیفہ المامون کے سامنے انٹرویو کے لئے پیش کیا گیا۔ شخصیت کچھ اچھی نہ تھی خلیفہ نے کوئی معمولی عالم سمجھ کر امتحاناً سوال کیا کہ "ایک میت نے اپنے پیچھے ماں ' باپ اور دو بیٹیاں چھوڑیں پھر ان دو بیٹیوں میں سے ایک مر گئی اور وارث وہی ہیں جو پہلے میت کے تھے۔ بتاؤ وراثت کس طرح تقسیم ہو گی؟ قاضی یحیٰی نے عرض کیا " امیرالمؤمنین! مجھے اتنا بتا دیجئے کہ میت اول مرد تھا یا عورت" ؟ خلیفہ قاضی کی لیاقت کو سمجھ گیا اور اسے قاضی مقرر کیا ---- اس مسئلہ کی پوری صورت دیکھنے کے لئے فتاویٰ عالمگیری جلد دہم کتاب الفرائض صفحہ ۴۷۸-۴۷۹ دیکھئے۔

۲۲- کتاب ہذا صفحہ ۷۸-۷۹

۲۳- تین اہم مسائل صفحہ ۱۵۶-۱۵۷ نیز الوراثت فی القرآن صفحہ ۱۳۵-۱۳۶

۲۴- الوراثت فی القرآن صفحہ ۵۷

۲۵- دیکھئے کتاب ہذا کا صفحہ ۳۶-۳۷ ترتیب طبقات ورثاء حاشیہ ۱۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۶- غالباً اسی لئے فقہ حنفی میں صرف پوتوں کے وارث ہونے کی صورت میں ان سب کو دادا کے بیٹے بیٹیاں بنا کر ورثہ علی الرؤس تقسیم کیا جاتا ہے(اور حضرت زید بن ثابتؓ کا فتویٰ بھی اسی کی تائید میں ہے۔ دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۴۸-۴۹) ورنہ اگر مردوں کا حصہ نکالا جائے یعنی تقسیم علی النسب ہو جس طرح فقہ جعفری میں ہے تو پھر بیوہ بہوؤں کو بھی ان کا حصہ ملنا چاہئے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ گو ایسی صورت میں شیعہ ورثہ علی النسب تقسیم کرتے ہیں لیکن بیوہ بہوؤں کو کچھ نہیں دیا جاتا اس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔

۲۷- اس قسم کے قائم مقامی سے جس قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں ان کی تفصیل کے لئے دیکھئے رسالہ ترجمان القرآن بابت جنوری فروری ۱۹۵۴ صفحہ ۳۲۵ تا ۳۴۰ نیز پنجاب مقننہ کی جمع کردہ پبلک آراء میں سینئر سول جج مظفر گڑھ کی رائے ۔ ضمیمہ آراء (Supplement) صفحہ ۳ تا ۷۔

۲۸- ہم نے اس حل اور تقسیم کی پوری عملی تفصیل کو عمداً بخوف طوالت ترک کر دیا ہے لیکن اس ضمن میں رسالہ ترجمان القرآن فروری ۱۹۵۴ کے صفحہ ۳۲۵ تا ۳۴۰ اور سینئر سول جج مظفر گڑھ کی رائے جس کا اوپر (حاشیہ نمبر ۲۷ میں) حوالہ دیا گیا ہے۔ کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔

۲۹- یہ الفاظ کتاب "تین اہم مسائل" میں صفحہ ۱۴۳ پر موجودہ اسلامی قانون وراثت کے حق میں استعمال ہوئے ہیں۔ ان الفاظ کا مقابلہ اسی قانون وراثت کے متعلق سر ولیم جونز (Sir William Jones) کے تبصرہ سے کیجئے (دیکھئے مقالہ ہذا صفحہ ۸ حاشیہ ۸)۔

۳۰- تین اہم مسائل صفحہ ۱۶۴ صفحہ ۱۸۵ و صفحہ ۱۹۰ نیز الوراثت فی القرآن صفحہ ۲۰

۳۱- کتاب ہذا صفحہ ۷۸

۳۲،۳۳- ۹ جنوری ۱۹۵۴ء کو وائی ایم سی اے لاہور میں مسئلہ زیر بحث پر ایک مذاکرہ کے دوران یہ دو نئی دلیلیں (یعنی ۲ اور ۳ مندرجہ بالا) اس تفصیل سے سنی گئیں جس طرح یہاں بیان کی گئی ہیں۔ نیز دیکھئے اخبار ملت ۱۱ جنوری ۱۹۵۴ء (صفحہ ۱۱ کالم ۵ صفحہ ۳ کالم ۴) میں مضمون ڈاکٹر خواجہ ثناء اللہ صاحب جس میں انہیں دلائل کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

۳۴- اور قانون میں ایسی پیچیدگیاں عام ہوتی ہیں کہ ایک چیز ایک نام سے نہیں ملتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن وہی چیز دوسرے نام سے حاصل ہو جاتی ہے۔ "وراثت" کے نام پر کچھ نہ ملنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ "کچھ ملے گا ہی نہیں"۔ دیکھئے موجودہ پریس ایکٹ کی رو سے جب کوئی اخبار بند کر دیا جاتا ہے تو دوسرے ہی دن وہی اخبار اسی ایڈیٹر۔ اسی پریس ' اسی عملہ' اسی پالیسی کے ساتھ جاری ہو جاتا ہے۔ صرف "نام" بدلنا پڑتا ہے اور خریدار بھی اسے سابق اخبار سمجھ کر پڑھتے ہیں۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

قرآن اور تحفظ مصالح یتامی

سورۃ النساء کے دوسرے رکوع میں احکام میراث بیان کئے گئے ہیں اور پہلا رکوع تمام تر یتامی کی پرورش و نگہداشت' ان کی کفالت و حفاظت کے طریقوں' ان سے حسن سلوک اور ان کے بارے میں خوف خدا کی تعلیم و تاکید پر مشتمل ہے۔ یتامی کے بارے میں احکام بیان کرتے کرتے وراثت کے بنیادی اصولوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:-

اللرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه اوكثر. نصيبا مفروضا(۱)

پھر ان مجمل اصولوں کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے دوبارہ تین آیات میں یتامی کی طرف بالخصوص توجہ دلائی گئی ہے اور ان میں سے آخری دو آیات تو خصوصاً اپنی قوت تاثیر اور انداز تعبیر و انداز کے لحاظ سے ایسی ہیں کہ ناممکن ہے کہ بے حس سے بے حس آدمی بھی انہیں پڑھ کر یتامی کے بارے میں چونک نہ اٹھے:-

وليخش الذين لو تركوا من خلفهم ذرية ضعافا خافوا عليهم فليتقوا الله وليقولوا قولا سديدا ان الذين ياكلون اموال اليتامى ظلما انما ياكلون فى بطونهم نارا وسيصلون سعيراً (۲)

اور ان لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس بات سے ڈریں کہ اگر وہ بھی اپنے پیچھے (ایسی ہی) کمزور اور ناتواں اولاد چھوڑ جاتے تو انہیں ان کے متعلق (کیسا) فکر ہوتا۔ پس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور معقول بات کریں۔ یقیناً وہ لوگ جو ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور جلد دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

☆ آیات میراث سے قبل یتامٰی کے متعلق یہ آیات کیا اس طرف رہنمائی نہیں کرتیں کہ احکام میراث کو یتامٰی کے معاملہ سے کچھ خاص تعلق ہے؟ کیا قانون میراث کی تمہید میں یتامٰی کے متعلق ایسی واضح ہدایات اس بات کی طرف اشارہ نہیں کرتیں کہ اگر قانون کی کچھ اصطلاحی پیچیدگیاں یتامٰی کے بارے میں مشکلات پیدا کر دیں تو تم محض قانون پر (اور اس کی کلیت پر) مطمئن ہو کر نہ بیٹھ جانا۔ یتامٰی کی مصلحتوں کا تحفظ بہرحال تم پر لازمی ہو گا۔ قرآن کس قدر درناک الفاظ مین تیامٰی کی طرف توجہ کے لئے ترغیب دلاتا ہے اور کن خوفناک الفاظ کے ساتھ ان کے حقوق سے غفلت برتنے والوں کو ڈراتا ہے۔

☆ اس کے بعد مزید تدبر کیجئے۔ آیات میراث میں ہر حکم کے بعد وصیت اور قرض کی ادائیگی کی تاکید کی گئی ہے۔ قرض کی وجہ تو فوراً سمجھ میں آجاتی ہے لیکن وصیت کو اس پر بھی ہر دفعہ مقدم کیوں کیا گیا ہے؟ کیا یہ وارثوں کی تنبیہ کے لیے نہیں ہے کہ کہیں وصیت کو قرض سے معمولی نہ سمجھ لینا--- یہ حقیقت ہے کہ وارثوں پر قرض میت ادا کرنا چنداں گراں نہیں گزرتا جتنا وصیت کا نفاذ شاق گزرتا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک چیز بغیر کسی عوض کے ہاتھ سے جا رہی ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمادی کہ دیکھو بلحاظ سرعت و وجوب اداء کے وصیت بھی قرض کے مانند ہے اور جس کے لئے مال میراث میں وصیت ہے۔ وہ وراث سے بھی مقدم حقدار ہے۔

☆ آیات میراث میں نفاذ وصیت کی بار بار تاکید سے خود بخود ذہن میں آتا ہے کہ میراث اور وصیت کا گہرا تعلق ہے بلکہ سورۃ النساء کے ابتدائی دو رکوع بار بار پڑھ کر ذرا تدبر کریں تو دماغ میں فقط چار الفاظ گھومنے لگتے ہیں۔ یتامٰی' میراث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصیت اور قرض۔ کیا یہ آیات پکار پکار کر نہیں کہہ رہیں کہ اسلامی قانون میراث اور قانون وصیت بیک وقت نافذ ہونے چاہئیں؟ کیا یہ قرآن حکیم سے مذاق نہیں بلکہ اس کے دو واجب العمل اور لازم ملزوم حکموں میں سے صرف ایک کو نافذ کیا جائے اور دوسرے کو ترک کیا جاوے۔ ذرا غور و فکر سے کام لیں تو آپ پر عیاں ہو جائے گا کہ اسلامی قانون وراثت اور قانون وصیت ہر دو صحیح نتائج پیدا کرنے میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ایک کا کام اجتماعی مصالح کی نگہداشت ہے تو دوسرا اس "اجتماعیت" اور عمومیت (Gereral Principles) کے اندر انفرادی اور شخصی مصالح (Particular cases) کو نظر انداز ہونے سے روکتا ہے۔ وارث کی لئے بغیر رضامندی دیگر ورثاء اور بغیر معقول وجوہ کے وصیت کرکے اس کو قانونی حق سے زیادہ دینا منع ہے۔ اور غیر وارث رشتہ دار کو محض قانون کی عمومیت کے رحم پر چھوڑنے کی بجائے اس کے لئے وصیت کرنا ضروری ہے۔ ان دونوں قوانین کے ساتھ ساتھ چلنے میں جو ہم آہنگی اور موزونیت ہے وہ ایک کے ساقط کر دینے سے کہاں برقرار رہ سکتی ہے۔

آیات میراث میں تو وصیت کے اجراء پر نفاذ پر زور دیا گیا ہے۔ اب وصیت کرنے کے متعلق قرآن حکیم کا حکم ملاحظہ کیجئے:-

كتب عليكم اذا حضر احد كم الموت ان ترك خيرا الوصية للوالدين والاقربين بالمعروف حقاً على المتقين (۳)

(مسلمانو! تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کا آخیر وقت آجائے اور وہ بطور ترکہ کچھ مال و دولت چھوڑ رہا ہو تو والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں منصفانہ وصیت کر جائے۔ متقی لوگوں کو ایسی وصیت کرنا ضروری ہے۔

کس قدر واضح حکم ہے لیکن افسوس ہے کہ بعض علماء آیات میراث اور حدیث "لاوصية لوارث" (۴) کی بناء پر اس حکم کی منسوخی کے قائل ہونے کی غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے۔ حالانکہ آیات میراث اور حدیث زیادہ سے زیادہ صرف اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کچھ حصہ کی تخصیص کرتی ہیں۔ کیونکہ نہ تو تمام اقرباء ہمیشہ وارث ہوتے ہیں اور بعض صورتوں میں (مثلاً بحالت کفر) والدین بھی وارث نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

وقیل: ان الآیة مخصوصة لان الاقربین اعم من ان یکونوا وارثاً--- وکانت الوصیة واجبة لجمیعهم فخص منها من لیس بوارث بآیة الفرائض وبالحدیث "لا وجبة لوارث" (۵)

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت (منسوخ نہیں بلکہ) مخصوص ہے کیونکہ اقرباء کا لفظ ورثاء سے زیادہ عام ہے اور (پہلے تو) ان سب اقرباء کے لئے وصیت واجب تھی۔ لیکن آیات میراث اور حدیث "لا وصیة لوارث" سے (وجوب وصیت کے لئے) غیر ورثاء مخصوص کر دیئے گئے۔

دراصل قائلین نسخ کی نظریں وصیت کی حکمتوں اور مصلحتوں کو نہ پا سکیں (۶) اسی لئے علماء کے ایک گروہ نے نہ صرف اس آیات کے متعلق نظریہ نسخ کا بطلان کیا بلکہ ہمیشہ وصیت کے واجب اور لازمی ہونے پر زور دیا (۷)۔ علامہ ابن حزمؒ اندلسی لکھتے ہیں:

وفرض علی کل مسلم ان یوصی لقرابة الذین لا یرثون اما لرق واما لکفر واما لان هنالك من یحجبهم من المیراث اولانهم لایرثون فیوصی لهم بما طابت به نفسه لا حد فی ذلك-------- فان اوصی لثلاثة من اقاربه المذکورین اجزأه (۸)

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے ان رشتہ داروں کے لئے وصیت کرے جس قدر اس کا جی چاہے۔ اس میں کوئی حد مقرر نہیں ہی۔ اور اگر کم از کم تین ایسے رشتہ داروں کے لئے وصیت کر دے تو اس نے فرض ادا کر دیا۔

علامہ موصوف نے کبار تابعین میں سے ان بزرگوں کے نام دیئے ہیں جو غیر وارث اقرباء کے لئے وصیت کرنا واجب قرار دیتے تھے۔ چند ایک نام یہ ہیں:-

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن طاؤسؒ قتادہؒ سعید بن المسیبؒ مسروقؒ سالم بن یسارؒ علاء بن زیادؒ عبدالملک بن یعلیؒ اور ایاس بن معاویہؒ وغیرہ۔

اور جو لوگ وجوب وصیت کے قائل نہیں ان پر سخت تنقید کرتے ہوئے آخر پر لکھتے ہیں۔

ان هذا لمن قبیح التدلیس فی الدین ولیت شعری ای شیء فی هذا مابیح ان لایوصی لقرابته (۹)؟

یہ بات (کہ وصیت کرنا واجب نہیں) تدلیس فی الدین (یعنی دین کے بارے میں دھوکہ بازی کرنے) کی بدترین مثال ہے۔ کاش کوئی مجھے بتا سکتا کہ آخر اس بارے میں (ان کے پاس) کون سی ایسی شے (دلیل) ہے جس سے رشتہ داروں کیلئے وصیت نہ کرنا جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

پھر آگے چل کر آیت وصیت کے متعلق نسخ کے قائلین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

--- فقد قال الباطل وقفا مالا علم له به۔ وقال علی الله تعالی ما لا یعلم و ترك الیقین و حکم بالظنون۔ وهذا محرم بنص القرآن (۱۰)۔

--- تو (جو اس آیات کے نسخ کا قائل ہوا) اس نے جھوٹ کہا۔ اور ایک ایسی بات پر اڑا جس کے متعلق وہ بالکل بے خبر ہے اور اس نے اللہ تعالی پر ایسی بات کہہ دی جس کا اسے کچھ علم نہیں۔ اور اس نے یقین کو چھوڑا اور گمان و ظن کی بناء پر (ایک) فیصلہ کر لیا اور حالانکہ ایسا کرنا نص قرآن کی رو سے قطعاً حرام ہے۔

اگرچہ آیت وصیت کے الفاظ "کتب علیکم" اور "حقا علی المتقین" خود ہی اپنے مفہوم (ایجاب وصیت) کی دلالت پر برہان قاطع ہیں لیکن سنت سے اس کی مزید تاکید ثابت ہوتی ہے۔ شیخین نے بطریق نافع عن ابن عمرؓ مندرجہ ذیل حدیث کی تخریج کی ہے۔

ما حق امریء مسلم له شیء یرید ان یوصی فیه یبیت لیلتین الا و وصیة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مكتوبة عنده (١١)۔

کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کے پاس کوئی شے (مال وغیرہ) قابل وصیت ہو۔ اور (پھر بھی) دو راتیں اس پر بغیر تحریری وصیت پاس ہونے کے گزر جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو اس حدیث کے راوی اول ہیں فرمایا کرتے تھے:

ما مرت على ليلة مذسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ذلك الا وعندي وصيتي (١٢)

جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ کوئی رات مجھ پر ایسی نہیں گزری کہ میرے پاس اپنی وصیت موجود نہ رہی ہو۔

اسی طرح حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے متعلق بہت سختی کیا کرتے تھے (۱۳)

ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وجوب وصیت کے قائلین کا مسلک کس قدر اقرب الی القرآن اور قرین صواب ہے۔

پھر اس کے ساتھ ہی اگر آپ یتامی کے متعلق قرآن حکیم کے احکام پر غور کریں تو آپ دیکھیں گے کہ قرآن میں بہت کم مقام ایسے ہیں جہاں گناہ اور برائی کے بیان میں یتامی پر سختی یا ان سے غفلت' ان کی حق تلفی' ان کی دل شکنی' ان سے سخت کلامی اور ان پر ظلم وغیرہ کا ذکر موجود نہ ہو--- اور اسی طرح بہت کم مقام ایسے ہیں جہاں نیکی اور بھلائی کے بیان میں یتامی کی امداد و پرورش' ان کی تربیت' ان کی حفاظت و کفالت' ان کے معاملات میں دیانت و تقویٰ' ان کے احوال و حقوق کی نگہداشت اور ان سے ہمدردی و غم خواری وغیرہ کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔

یتامی کے متعلق قرآن کے ان تمام مجموعی احکام کو (جن سے کوئی معمولی قرآن دان بھی ناواقف نہیں ہے اور جن کی تفصیل یہاں غیر ضروری تطویل کا باعث ہوگی) (۱۴)۔ ان آیات میراث و وصیت کے ساتھ ملا کر تدبر کیجئے تو کم از کم یتامی اور پھر خصوصاً مجوب الارث یتامی کے بارے میں تو وجوب وصیت پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو شرح صدر حاصل ہو جائے گا۔

الغرض قانون وراثت ایک عمومی و کلی قانون ہے جس کا مقصد عمومی و اجتماعی مصلحتوں کی نگہداشت ہے۔ ایسے کلی قانون میں شخصی و انفرادی مصالح کی مراعات ناممکن ہوتی ہے۔ (اور یہ قوانین کلیہ کے مزاج کا خاصہ ہے چاہے وہ وضعی ہوں یا الہامی) لیکن یہ قران کی حکیمانہ بصیرت کا اعجاز ہے کہ وہ انفرادی اور شخصی مصالح کو بھی اجتماعی و عمومی مصالح کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیتا۔ چنانچہ قرآن کا قانون وصیت اس کے قانون وراثت کے تتمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے ذریعے سے نہ صرف محجوب الارث اقرباء (جن میں سے ایک یتیم پوتا بھی ہے) بلکہ اولاد خنثی مشکل، مفقود الخبر اشخاص، غیر مسلم والدین اور بہت سے دوسرے ایسے اشخاص کی انفرادی مصلحتوں کا تحفظ کیا جاسکتا ہے۔ جو اگرچہ وراثت کے کلی قانون کی رو سے نقصان اٹھا سکتے ہیں لیکن جن کی خبر گیری اور ادائیگی حقوق بہر حال واجب ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی اور حوالہ جات

(۱) النساء /۷ ترجمہ کے لئے دیکھئے کتاب ہذا کے پہلے حصے کا باب اول

(۲) النساء /۹، ۱۰

(۳) البقرۃ /۱۸۰

(۴) خیال رہے کہ یہ حدیث روایتاً درایتاً کسی طرح اعتراضات سے خالی نہیں ہے (الف) حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں "یہ حدیث مرفوع تو ہے لیکن شرط بخاری پر ثابت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس عنوان (لاوصیۃ لوارث) سے ایک باب تو باندھا۔ لیکن اس میں حدیث کی بجائے ابن عباسؓ کا ایک قول نقول کیا ہے۔ جو معنی عنوان باب کی تائید کرتا ہے (بخاری ج ۲/۱۸۷)--- ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ دار قطنی اور احمدؒ نے اسے مختلف اسناد سے روایت کیا ہے۔ لیکن ان اسناد میں سے کوئی بھی اعتراض سے خالی نہیں مسلم نے اس حدیث کی تخریج ہی نہیں کی۔ اور موطا مالک میں بھی یہ حدیث موجود نہیں (اگرچہ اس مضمون کا فتویٰ موجود ہے) گو مجموعی طور پر یہ روایات حدیث کی اصل کو مضبوط کرتی ہے۔ بلکہ امام شافعیؒ نے تو "الام" میں اسے متن متواتر تک کہہ دیا ہے۔" (ملخص از حاشیہ بلوغ المرام صفحہ ۱۹۹)

(ب) فیض الباری شرح بخاری میں صاف لکھا ہے کہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے (فیض الباری ۳ /۴۰۹) اس کے بعد ابن القطان کی اس بحث کا ذکر ہے کہ حدیث ضعیف پر جب امت عملاً اجماع کرلے تو کیا وہ صحیح کا درجہ حاصل کر لیتی ہے یا نہیں؟ (صاحب فیض الباری اپنا رجحان اس گروہ کی طرف بتلاتے ہیں جو اس سوال کا جواب اثبات میں دیتا ہے)۔

الغرض بلحاظ اسناد روایت یہ حدیث ہرگز اس درجہ کو نہیں پہنچتی کہ اس سے آیت قرآنی کو منسوخ تو کجا مخصوص یا مقید بھی کیا جاسکے اور صاحب فیض الباری کا رجحان بھی مضار ومفاسد سے خالی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح لا ایمان لمن لا امانۃ لہ' وغیرہ کی قسم کی احادیث کو نفی کمال پر محمول کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس حدیث سے بغیر کسی معقول وجہ کے کسی وارث کو بذریعہ وصیت کچھ زیادہ دینا--- ناجائز ثابت ہوگا۔ لیکن جب عقلاً و شرعاً قبول وجوہ موجود ہوں تو وارث کے لئے بھی وصیت کرنے سے یہ حدیث نہیں روک سکتی۔ کیونکہ "ظاہر کتاب" سے مطلق وجوب وصیت ثابت ہوتا ہے۔ بغیر کسی "قطعی حجت" کے اسے قطعیت کے ساتھ مقید نہیں کیا جاسکتا۔

(۵) بلوغ المرام حاشیہ صفحہ ۱۹۹ (بحوالہ فتح الباری)

(۶) اس پر مفصل بحث کے لئے دیکھئے تفسیر المنار ۲/۱۳۴ بعد

(۷) یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سورہ المائدۃ جس کا نمبر ترتیب نزول کے لحاظ سے ۱۱۲ ہے (اس کے بعد صرف سورہ التوبہ اور النصر نازل ہوئیں) اس میں بھی وصیت کا ذکر موجود ہے۔ (المائدہ/۱۰۶)

(۸) المحلی۔ ۹/۳۱۴ مسئلہ نمبر ۱۷۵۱

(۹) المحلی ۹/۳۱۴ مسئلہ نمبر ۱۷۵۱

(۱۰) ایضاً

(۱۱) مسلم ۲/۷۰ نیز المحلی ۹/۳۱۳ مسئلہ نمبر ۱۷۴۹

(۱۳) المحلی ۹/۳۱۲

(۱۴) قرآن حکیم میں حسب ذیل (۲۲) مقامات پر یتیم و یتامیٰ کا ذکر آیا ہے--- البقرہ /۸۳، ۱۷۷، ۲۱۵، ۲۲۰--- النساء/۲،۳، ۶، ۸، ۳۶، ۱۲۷، الانعام/۱۵۲، الانفال /۴۱، بنی اسرائیل/۳۴، الکھف/ ۸۲، الحشر/۷، الدھر/۸، الفجر/۱۷، البلد/۱۵، الضحیٰ: ۶، ۹۔ الماعون/۲

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

قانون وصیت کی ضرورت

قران کے احکام وصیت میں پوشیدہ حکمتیں اور مصلحتیں اور آیات میراث میں۔ نفاذ وصیت کی بار بار تاکید اس بات کی متقاضی ہیں کہ جہاں اسلامی قانون وراثت جاری ہو وہاں لازماً قانون وصیت بھی نافذ ہو۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وراثت کے ساتھ وصیت کا قانون نافذ نہ کرنا صریحاً احکام قرآنی کی خلاف ورزی ہے۔ تعجب ہے کہ جو لوگ یتیم پوتے کو وراثت دلوانے میں اس قدر سرگرداں ہیں وہ اس طرف کیوں توجہ نہیں دیتے۔ جس سے نہ صرف یتامی بلکہ بیوہ بہنوں، مفلس و نادار بھائیوں اور دوسرے محتاج و قابل امداد اقرباء کے لئے آسان و سہل تر قانونی صورت امداد پیدا ہو سکتی ہے--- اگر حکومت قانون وراثت کے ساتھ ہبہ و وصیت کے اسلامی قانون بھی نافذ کرے۔ اور بھاری ٹیکسوں اور عدالتی فیسوں کی ان غیر اسلامی رکاوٹوں اور تنگیوں کو دور کردے۔ جو ان قوانین کے نفاذ کو عملاً مشکل بنا دیتی ہیں۔ تو ملک میں شاذ ہی کوئی "محروم الارث" پوتا نظر آئے گا۔

چونکہ وجوب وصیت کا مسئلہ امت کے مایہ ناز علماء کے ایک گروہ کے مختارات فقہیہ میں سے رہا ہے۔ اس لئے اس بارے میں حکومت کے لئے مزید قانون سازی کی گنجائش بھی نکل سکتی ہے مثلاً اگر کسی ایسے محجوب الارث یتیم پوتے کے لئے جس کو اس کا دادا بذریعہ ہبہ یا وصیت کچھ نہ دے سکا ہو--- اس کے دادا کی جائیداد سے ایک حصہ بطور وصیت دینا قانوناً واجب قرار دیدیا جائے--- تو یہ قانون وراثت میں کسی طرح فٹ نہ ہو سکنے والے نظریہ قائم مقامی کی نسبت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدرجہا زیادہ سہل العمل اور مضرات و مفسدات سے نسبتاً محفوظ طریق کار ہوگا۔

اس کی ایک مثال حکومت مصر کے قانون میں موجود ہے--- حکومت مصر نے اپنے ایکٹ نمبر ۷۱ ' ۱۹۴۶ء کی رو سے ملک میں جو قانون وصیت نافذ کیا ہے اس میں اس قسم کی وصیت کے لئے خاص دفعات رکھی ہیں۔ چنانچہ اس کی دفعہ ۷۶ یوں ہے:-

اذا لم یوص المیت لفرع ولدہ الذی مات فی حیاتہ اومات معہ ولوحکما۔ بمثل ما کان یستحقہ ھذا الولد میراثا فی ترکتہ لو کان حیا عند موتہ--- وجبت للفرع فی الترکۃ وصیۃ بقدر ھذا النصیب فی حدود الثلث۔ بشرط ان یکون غیر وارث و ان لا یکون المیت قد اعطاہ بغیر عوض من طریق تصرف اخر قدر ما یجب لہ ان کان ما اعطاہ اقل منہ وجبت لہ وصیۃ بقدر مایکملہ:-

جب میت اپنی اس اولاد کے لئے جو اس کی زندگی میں مر چکی ہے یا وہ اس کے ساتھ مری ہو یا اس پر قانوناً موت کا حکم لگایا جاسکتا ہو۔ اس قدر مال کی وصیت نہ کر مرا ہو جتنا اس (مرنے والی) اولاد کا حق ہوتا۔ اگر وہ (متوفی) اولاد اس (میت) کی وفات کے وقت زندہ موجود ہوتی--- تو اس (متوفی اولاد) کی اولاد کے لیے ترکہ میت میں سے ۱/۳ کی حد کے اندر اندر اس کا وہ ممکن حصہ بطور وصیت دینا واجب ہوگا۔ (یعنی اگر وہ متوقع حصہ ترکہ کے ۱/۳ سے کم ہی کم میں پورا ہو گیا تو اسے تمام ۱/۳ نہیں دیا جائے گا بلکہ وہی حصہ ملے گا اور اگر حصہ ترکہ کی تہائی سے زائد بنتا ہو تو ۱/۳ ہی اسے دے دیا جائے گا ۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ملے گا) لیکن شرط یہ ہے کہ وارث نہ بن رہا ہو اور نہ ہی (میت) اسے کسی دوسرے طریقے سے بغیر کسی عوض کے (ھبہ) اس کے واجب حصہ کے برابر مال دے چکا ہو۔ اور اگر (اس طرح مال) دیا تو ہو لیکن وہ اس کے واجب حصے سے کم ہو۔ تو صرف اتنے کے لئے وصیت واجب سمجھی جائے گی جس سے اس کا حصہ پورا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے۔

وتكون هذه الوصية لا هل الطبقة الاولى من اولاد البنات ولاولاد الابناء من اولاد الظهور وان نزلوا۔ على ان يحجب كل اصل فرعه دون فرع غيره۔ وان يقسم نصيب كل اصل على فرعه وان نزل قسمة الميراث. كمالو كان اصله اواصوله الذين يدلي بهم الى الميت ما توا بعده وكان موتهم مرتبا كترتيب الطبقات (۲)

اور یہ وصیت (واجبہ) بیٹیوں کی اولاد میں سے صرف پہلے طبقہ (نواسوں نواسیوں) اور بیٹوں کی صلبی اولاد کے لئے نیچے تک (پوتوں' پڑوتوں' سکڑوتوں تک) نافذ ہو گی۔ اس طرح سے کہ ہر اصل اپنی فرع کو تو مجوب کرے گا لیکن دوسرے کی فرع کو مجوب نہ کر سکے گا اور ہر اصل کا حصہ اسی کی فرع پر (اور اسی طرح نیچے تک) بطریق میراث تقسیم ہو گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ گویا اس اصل کی موت جس کے واسطے سے یہ میت کے رشتہ دار ہیں۔ اس کی موت کے بعد واقع ہوئی۔ اور اگر نیچے اوپر کئی مر چکے ہوں۔ تو اسی طرح مرنے کی ترتیب بھی طبقہ وار سمجھی جائے گی۔

اس کے ساتھ ہی اس قانون کی دفعہ نمبر ۷۸ میں تصریح کر دی گئی ہے کہ اگر میت اپنی ایسی مجوب الارث اولاد الاولاد کے لئے تو کوئی وصیت نہ کر مرا ہو لیکن کسی اور (اجنبی) کے لئے وصیت کر گیا ہو تو بھی یہ وصیت نافذ العمل نہیں ہو گی جب تک ترکہ ۱/۳ میں سے مجوب الارث اولاد الاولاد کا حصہ پورا نہیں کر لیا جائے گا۔ اگر کچھ بچ رہا تو بقیہ اس اجنبی موصی لہ کو دیا جائے گا ورنہ اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

ذیل میں ہم مصری قانون وصیت کی ان دفعات کے اطلاق کو چند مثالوں سے واضح کرتے ہیں تاکہ اس کی افادیت ظاہر ہو جائے (۳)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثال نمبرا

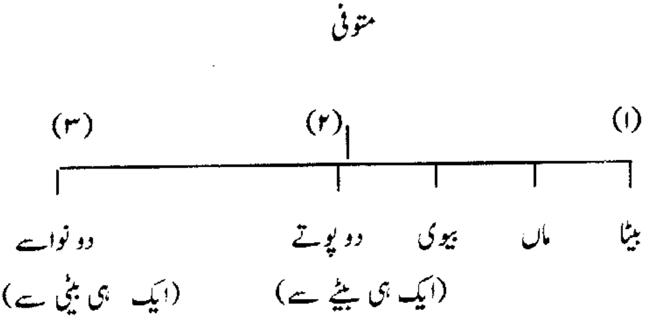

اس صورت میں "وصیة واجبة" پوتوں اور نواسوں کیلئے قائم ہوگی۔

لیکن اگرچہ ان کی اصل یعنی بیٹا نمبر ۲ اور بیٹی نمبر ۳ کا حصہ کل جائیداد کے ۱/۳ سے زیادہ ہوتا تھا۔ تاہم وصیت صرف ۱/۳ میں جاری ہوگی اور وہ ۱/۳ دو پوتوں اور نواسوں میں ۲:۱ (بیٹا بیٹی) سے تقسیم ہوگا۔ پس دو پوتوں کو ۱/۳ کا ۲/۳=۲/۹ اور دو نواسوں کو ۱/۳=۱/۹ مال ملے گا۔ اب باقی ۲/۳ بیٹے، ماں اور بیوی میں حسب میراث تقسیم ہوگا تو ماں ۲/۳ کا ۱/۶=۱/۹ --- اور بیوی کو ۲/۳ کا ۱/۸=۱/۱۲ --- اور بیٹے کو ۱۔ (۲/۹+۱/۹+۱/۱۲)= ۱۷/۳۶ ملے گا۔

خیال رہے کہ تہائی سے زیادہ میں وصیت نافذ نہ کرنے کے باعث پوتوں اور نواسوں کو کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا۔ ہر پوتے کو اس کے "اصلی حصہ" سے صرف ۱۱/۳۶۰ حصہ کم مل رہا ہی۔

مثال نمبر۲

متوفی نے اس مثال میں

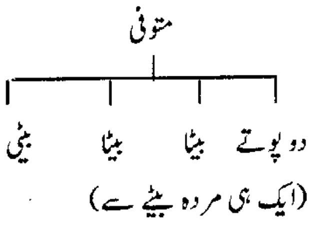

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیئے ہوئے نقشے کے مطابق وارث چھوڑے اور کسی اور (اجنبی) آدمی کے لئے وصیت بھی کر گیا ہے تو اب یہ وصیت نافذ نہیں کی جائے گی بلکہ ۱/۳ میں سے پہلے دو پوتوں کو ان کے باپ کا حصہ دیا جائے گا اور یہ ۲/۷ بنتا ہے۔ پس دونوں پوتے ۲/۷ حصہ جائیداد مناصفتہ (بحصہ برابر) لیں گے اور موصی لہ کو بقایا ۱/۳-۲/۷=۱/۲۱ (صرف) دیا جائے گا۔

دونوں بیٹے اور بیٹی بقایا ۲/۳ کو ۲:۲:۱ سے تقسیم کر لیں گے دونوں بیٹے ۸/۱۵ بحصہ برابر لیں گے اور بیٹی کو ۲/۱۵ ملے گا--- گویا اجنبی موصی لہ کو بھی کچھ مل گیا اور باقی ہر ایک کو بھی پورا حق مل گیا۔

مثال نمبر ۳

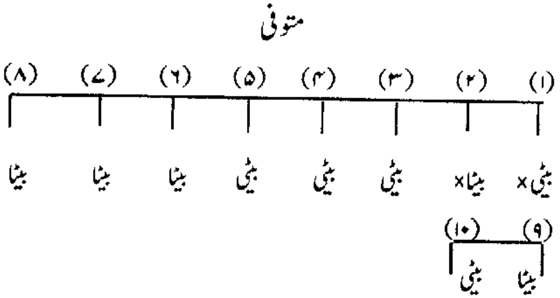

(نوٹ: متوفی کی زندگی میں مرنے والوں کے سامنے × کا نشان ہے)

اس مثال نمبر (۹) اور بیٹی نمبر (۱۰) نواسے اور پوتی کے لئے وصیۃ واجبہ قائم ہوگی۔ پس اگر تمام زندہ ہوتے تو ان کے ماں اور باپ کو علی الترتیب ۱/۱۲ اور ۲/۱۲ (۱/۶) حصہ ملتا۔ اور یہ حصہ کل ترکہ کے ۱/۳ سے کم (۱/۴) ہی میں پورا ہو گیا لہذا تمام ۱/۳ حصہ ترکہ ان میں تقسیم نہیں ہوگا بلکہ بیٹا نمبر ۹ نواسہ اپنی ماں کا حصہ ۱/۱۲ لے گا اور بیٹی نمبر۱۰ (پوتی) اپنے باپ کا حصہ ۱/۶ پائے گی۔

اس صورت میں بھی کسی کو نقصان نہیں ہوا۔

ان چند مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قانون وصیت کے نفاذ اور بصورت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاص محجوب الارث پوتے کے لئے وصیت واجب قرار دینے سے یہ مسئلہ ایک حد تک نہایت عمدہ اور مزاج قرآنی سے قریب تر طریقے پر حل ہو جاتا ہے لیکن یہ صرف قانون وصیت کی عام ضرورت اور اس میں ایک خاص ترمیم اور اس کی کیفیت و نتائج کا ذکر تھا۔ اگلے باب میں ہم اسلامی قانون وراثت کا ان ہی پہلوؤں سے جائزہ لیں گے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی و حوالہ جات

(۱ ' ۲) المواریث الاسلامیہ صفحہ ۱۳۷

(۳) یہ مثالیں کتاب المواریث الاسلامیہ کے آخری حصہ (صفحات ۱۴۰ تا ۱۴۵) میں دی ہوئی تشریحات سے منتخب کی گئی ہیں۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

اسلامی قانون وراثت میں ترمیم کے امکانات

قرآن حکیم کا اعلانیہ دعویٰ ہے کہ وہ انسانی حالت کی اصلاح کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ اور انسانی حالات ہر لحہ تغیر پذیر ہیں۔ اسلام زندگی کا دستور العمل ہے اور زندگی ساکن و جامد شے نہیں ہے بلکہ زمان و مکان کے ساتھ ساتھ اس کے ضروریات و مقتضیات بدلتے چلے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود زندگی محض اور مطلق تغیر و انقلاب ہی کا نام نہیں ہے۔ اس کی ایک مستقل و محکم بنیاد اور مضبوط و ناقابل تبدیل اساس بھی ہے جسے قران لفظ " فطرت" سے تعبیر کرتا ہے اور قرآن ہی آسمانی ہدایت کا وہ آخری ایڈیشن ہے جس میں زندگی کے ان اندرونی اور بیرونی تقاضوں کو نہایت خوبی سے ملحوظ رکھا گیا ہے اور کیوں نہ ہو الا یعلم من خلق وهو اللطيف الخبير؟ (۱)

اسلامی قانون انسانی فکرو نظر اور فقہ و دانش کی رفتار ترقی کو روک نہیں دیتا۔ بلکہ اس کے لئے صرف نشان راہ متعین کر دیتا ہے تاکہ وہ بے راہ روی سے بچا رہے۔ یہ نشانات راہ' یہ غیر متبدل اصول اسلامی قانون کی اپنی ہستی اور انفرادیت برقرار رکھنے کے لئے اٹل اور قطعی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اس خوبی اور حکمت سے وضع کئے گئے ہیں کہ ان کا دامن کسی وقت بھی انسانی تمدن کی روزافزوں ضروریات اور متغیر حالات کے لئے تنگ نہیں ہو سکتا۔ اسلامی قانون کی اس بے اندازہ وسعت اور ترقی پذیری پر صحابہؓ' تابعین' تبع تابعین--- اور مسلمانوں کے فکری عروج کے زمانہ کے فقہاء و ائمہ مجتہدین کی اجتہادات' تاویل و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعبیر احکام مین اختلاف، اور قیاس واستحسان پر مبنی استنباطات گواہ ہیں--- صرف گواہ ہی نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے لکھا ہے:-

The teaching of Quran that life is a process of rogressive creation neccessiates that each generation, guided but unhampered by the work of its predecessors, should be permitted to solve its own problems (2)

یہ بات بلاخوف لومہ لائم کہی جاسکتی ہے کہ کسی مستنبط و مجتہد فیہ مسئلہ میں کسی امام اور مجتہد کے قول کو قطعیت کیساتھ حرف آخر نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی کسی امام و مجتہد نے کبھی اپنے متعلق یہ دعوی کیا ہے بلکہ بعض علماء (مثلاً شوکانی اور کرخی) تو صحابہؓ کے مدرک بالقیاس فیصلوں کو بھی خاص حالات و ضروریات میں ترک کر دینا جائز سمجھتے ہیں (۳)۔ خصوصاً جبکہ مقصد کسی مصلحت شرعیہ کی حفاظت ہو اور وہ مصلحت قطعی ضروری ہو تو مصلحت کو نص پر بھی ترجیح دی جاسکتی ہے(۴) ۔ خود خلفائے راشدینؓ کے بعض اقدامات اس بارے میں مشعل راہ ہیں--- مثلاً حضرت ابو بکرؓ نے شرب خمر کی حد ۴۰ کوڑے مقرر کی حالانکہ اس سے پہلے کوئی سزا مقرر نہیں تھی۔ بعد میں اسی سزا کو حضرت عمرؓ نے (اور بقول بعض حضرت عثمانؓ نے) بمشورہ حضرت علی ۸۰ کوڑے کر دیا تھا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کی متعلق ایسے متعدد اجتہادات ملتے ہیں(۵) مثلاً (۱) انہوں نے مولفتہ القلوب کا حصہ صدقات سے ساقط کر دیا حالانکہ یہ بنص ثابت ہے۔ (۲) عام المجاعہ (۱۸ھ کا مشہور قحط) میں انہوں نے حد سرقہ (قطع ید) ساقط کر دی تھی۔ (۳) ام الولد کی بیع روک دی۔ (۴) مفقود الخبر کی زوجہ کی تطلیق کا حکم دیا جبکہ اسے گم ہوئے یا اس کی خبر نہ آئے چار سال گزر چکے ہوں۔ (۵) مکاتبت کے حکم کو وجوبی قرار دیا۔ وغیرذلک۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض اس قسم کے متعدد واقعات اور نظائر موجود ہیں جن سے وقت کی ضروریات اور حالات کے اقتضاء سے فقہی فیصلوں کو بدلنے کا ثبوت ملتا ہے اور ہر زمانے میں ایسا کیا جاسکتا ہے۔ خصوصاً مختلف فیہ مسائل میں تو اس کی گنجائش بہت زیادہ ہے (۶)۔ لیکن اس بارے میں کچھ احتیاطیں ضروری ہیں۔ خصوصاً ایک تو یہ کہ فیصلہ کرنے والے اشخاص دینی تعلیم اور ذہنی تربیت کے بلند معیار پر ہوں اور عربی زبان کی مہارت' شریعت کے جملہ احکام میں گہری بصیرت' معاملات زندگی کا عمدہ فہم' قانونی دماغ اور نکتہ رس نگاہ اور ذاتی تقوی اور خوف خدا--- کی صفات جس شخص میں ہوں صرف اسی کی بات قابل قبول سمجھی جائے۔

اور دوسری بات یہ کہ نئے حکم سے قرآن کے کسی صریح حکم کی خلاف ورزی کا پہلو نہ نکلتا ہو۔ اور بالخصوص ایسا حکم جس کی عدم تعمیل پر عذاب کی وعید موجود ہو۔

ان امور کی روشنی میں اسلامی قانون وراثت میں جس قدر حصہ اجتہاد و قیاس پر مبنی ہے وہ کسی وقت بھی نظر ثانی کا محتاج ہو سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں دادا کی میراث کے متعلق سو مختلف رائیں قائم کیں اور بعض مسائل کے متعلق تو وہ مرتے دم تک کوئی قطعی رائے قائم نہ کرسکے (۷)۔ آج بھی کوئی اسلامی حکومت ماہرین فن (علمائے دین) کی مدد سے قرآن و سنت کی روشنی میں حدود اللہ کے اندر رہ کر قانون میں ترمیم یا تبدیلی کر سکتی ہے۔ موجودہ زمانے میں اس کی ایک مثال حکومت مصر کے جدید قانون وراثت (حکومت مصر کا ایکٹ نمبر ۷۷' ۱۹۴۳ء) میں ملتی ہے۔

اس قانون میں مراتب استحقاق وراثت (۸) میں موالی العتاقہ اور ان کے عصبات کو چھٹے نمبر پر رکھا گیا ہے حالانکہ بالاتفاق ان کو تیسرے درجہ پر سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح ذوی الارحام کے بعد پانچویں نمبر پر الردعلی احدالزوجین کو رکھا گیا ہے۔ حالانکہ اہل سنت کے چاروں ائمہ زوجین پر رد کے کسی صورت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائل نہیں ہیں (۹)۔ لیکن حکومت مصر نے اس بارے میں حضرت عثمانؓ کی رائے پر عمل کیا ہے--- پھر بعض خاص مسائل مثلاً "مسئلہ اکدریہ" اور "مسئلہ مشترکہ" وغیرہ میں بھی کسی خاص فقہی سکول کی پابندی نہیں کی گئی (۱۰)۔ محجوب الارث یتیم پوتے کے مسئلہ کو حکومت مصر نے اپنے قانون وصیت واجبہ کے ذریعے حل کیا ہے۔ قانون وراثت میں کوئی ترمیم نہیں کی۔

اس وقت ہمارے سامنے غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ قانون وراثت میں اس غرض کی لئے کسی ترمیم وغیرہ کا امکان ہے یا نہیں؟

جہاں تک محجوب الارث یتیموں کے مستقبل کی حفاظت کے لئے ان کو اپنے دادا کی جائیداد سے حصہ دلانے کے لئے کوئی قانونی ذریعہ مہیا کرنے کا تعلق ہے۔ یہ مقصد خلاف اسلام نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ عین تقاضائے تعلیم قرآن ہے۔ اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ چونکہ یتیم پوتا محجوب الارث ہے اس لئے اس کو کچھ دلانے کا ذریعہ پیدا کرنا خلاف احکام اسلام ہے تو یہ سراسر اس کی جہالت اور فہم قرآن سے بالکل کورا ہونے کا ثبوت ہوگا۔ ونعوذ باللہ ان نکون من الجاھلین۔

اب اس طرف آیئے کہ وہ "قانونی ذریعہ" کیا ہو؟ ممکن قانونی ذریعے چار ہوسکتے ہیں۔ (۱) ہبہ (۲) وصیت (۳) نفقہ (۴) وراثت۔ یہاں ہمیں موخر الذکر سے بحث کرنا مطلوب ہے--- یہ بالکل بدیہی سی بات ہے کہ یتیم پوتا اپنے دادا یا دادی کی جائیداد سے "بطور وراثت" اسی صورت مین کچھ پاسکتا ہے جبکہ اسے اپنے باپ کا قائم مقام تسلیم کر لیا جائے لیکن ہم اس بات پر مفصل بحث کر چکے ہیں کہ بطور قاعدہ کلیہ کے اصول نیابت اسلامی قانون وراثت میں کسی طرح بھی نہیں چل سکتا۔ اور جہاں تک اس "کلیت" کا تعلق ہے فقہائے متقدمین سے قرآن کا مفہوم سمجھنے میں ہرگز کوئی غلطی نہیں ہوئی (۱۱)۔

اب ایک صورت یہ رہ جاتی ہے کہ یتیم پوتے کی خاطر قانون وراثت میں ایک استثناء تسلیم کیا جائے (۱۲) مثلاً یوں کہ " صرف اس اولاد کی صورت میں جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے ماں یا باپ کی زندگی میں مر جائیں اور اپنے پیچھے اپنی فرع (اولاد) بھی چھوڑ جائیں تو بطور استثناء انکی موت کو اپنے مورث کی موت کے بعد فرض کرکے انکا حصہ نکالا جائے اور پھر ان کی موجودہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے"--- اگرچہ اس قسم کی قانون سازی میں ایک خودرایانہ پہلو پایا جاتا ہے جو مفاسد سے خالی نہیں ہوسکتا۔ (کیونکہ قرآن کے متعدد قسم کے مقرر کردہ وارثوں میں سے ہم صرف ایک قسم کے لئے یہ حق تسلیم کر رہے ہوں گے)--- تاہم محض اس بنا پر کہ اس کا مقصد ایک مصلحت شرعی--- مصالح یتامیٰ-- کا تحفظ ہے' لہذا اس قسم کے استثناء کو روح اسلام کے منافی نہ سمجھتے ہوئے جائز گردان بھی لیں۔ لیکن آیئے اب غور کیجئے کہ اس طرح یتیم کو حاصل کیا ہوگا؟

جب آپ اس طرح کسی مرنے والے (کی موت مورث کے بعد فرض کرکے اس) کا حصہ نکالیں گے تو وہ تمام کا تمام حصہ اس کی اولاد میں ہرگز تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ازروئے قرآن اولاد کی موجودگی میں بھی ماں یا باپ اور خاوند یا بیوی میں سے جو بھی موجود ہوں گے ان کا حصہ نکالنا ضروری ہے۔

گویا قرآن کی تقسیم وراثت کی رو سے اولاد کے ہوتے ہوئے بھی نصف کے قریب یا بعض دفعہ نصف سے زیادہ جائیداد دوسرے وارث لے سکتے ہیں مثلاً جب میت کی اولاد کے ساتھ اس کے والدین اور بیوی بھی موجود ہوں تو ۲۴/۱۱ حصہ تو یہ لے جائیں گے اور باقی ۲۴/۱۳ اولاد میں تقسیم ہوگا۔ اسی طرح اگر میت عورت ہو اور اولاد کے ساتھ والدین اور خاوند بھی چھوڑ رہی ہو تو اس کے ترکے کا صرف ۱۲/۵ حصہ اس کی اولاد کو ملے گا۔

اب اگر ہم مندرجہ بالا استثناء کو تسلیم کرتے ہوئے ایک مردہ بیٹے کا حصہ نکالیں اور اس کی اولاد کے علاوہ اس کی بیوی اور ماں بھی زندہ موجود ہوں تو ان کو ۸/۱+۶/۱=۲۴/۷ یعنی تہائی کے قریب لازماً دینا پڑے گا۔(۱۳) --- تو اس طرح یہ نیا استثناء تسلیم کر لینے کے باوجود بھی یتیم پوتے کو بہت کم صورتوں میں اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باپ کی پوری جائیداد مل سکتی ہے۔

لیکن اس کے برعکس ہم دیکھ چکے ہیں کہ قانون وصیت کی رو سے بعض صورتوں میں اس کی مصلحتوں کے پیش نظر اسکے متوقع حصے سے زیادہ (ثلث کی حد کے اندر رہتے ہوئے بھی) دیا جاسکتا ہے۔ اور اگر مصری قانون کی طرح "وصیت واجبہ" نافذ کی جائے تو بھی شاذ صورتوں میں اسے اپنے متوقع حصہ سے کم مل سکتا ہے (۱۴)۔ اور پھر قانون وصیت سے صرف یتیم پوتے کا ہی نہیں بلکہ اور بھی محتاج اقرباء کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ نیز اس سے قرآن کے ایک حکم کی تعمیل بھی ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اسلامی قانون ہبہ و وصیت کے ہوتے ہوئے قانون وراثت میں خاص محجوب الارث پوتے کے لئے کسی استثناء یا ترمیم وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور نہ ہی یہ زیادہ مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ اصل ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اسلامی قانون وراثت کے ساتھ فوراً اسلامی قانون وصیت نافذ کیا جائے اور ایسی خاص صورتوں میں جبکہ دادا نہ تو زندگی میں کچھ دے سکا ہو اور نہ ہی وصیت کر سکا ہو (اور قانون وصیت کے نفاذ کے بعد ایسے واقعات (Cases) بہت کم بلکہ شاذ ہی پیش آئیں گے) تو اس کے لئے چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) حکومت خود ایسے یتامی کی کفالت اپنے ہاتھ میں لے اور یہ سب سے بہترین اور صحیح ترین اسلامی صورت ہے۔

(۲) وارث چچاؤں پر نفقہ تا حد بلوغ واجب قرار دیا جائے۔ یہ صورت بھی ہماری فقہ میں موجود ہے اور موجودہ زمانے میں بعض ممالک میں اس کے مماثل قانون بھی ملتے ہیں مثلاً انگلستان میں فرزند اکبر کی صورت میں باقی کے افراد نفقہ پاتے ہیں۔

(۳) مصری قانون کی طرح ایسی خاص صورت کے لئے "وصیت واجب" کے نفاذ کا اختیار عدالت کو دیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) ایسی مخصوص صورتوں کے لئے اس قسم کا استثناء تسلیم کیا جائے جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے لیکن ایسا 'استثناء'' اس صورت میں جائز ہو سکتا ہے جبکہ وہ واقعی ''مایثبت بطریق الضرورة فیقدر بقدر الضرورة'' کے فقہی اصول کے مطابق ہو۔ یعنی زیادہ سے زیادہ قرآنی حدود میں مقید ہو۔ اصول قائم مقامی کے باآسانی چلانے کے لئے صرف ''نسبی رشتہ داروں'' پر اس کا اطلاق کرنا یقیناً صریحاً خلاف قرآن ہوگا اور اسے ہرگز روا نہیں رکھا جا سکتا۔

ہماری رائے میں مؤخر الذکر ہر دو صورتیں ''جائز '' اور ''مباح'' کی حد تک ہیں۔ جبکہ وصیت کا قانون نافذ کرنا اور یتامی کی کفالت خود حکومت کا اپنے ذمہ لینا ''ضروری'' اور ''واجب'' کے درجہ میں ہیں اور واجب اصلی کو نظر انداز کر کے ضرورتاً جائز چیز کو واجب کرنے کے لئے بے چین ہونا صحیح اسلامی روح کی بجائے بعض دوسرے عوامل کے اثرات کی غمازی کرتا ہے؟

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی اور حوالہ جات

(۱) الملک / ۱۴

(2) Reconstruction of Religious Thought in Islam,page: 168

(۳) خطبات اقبال (انگریزی) صفحہ ۱۸

(۴) اصول التشریع الاسلامی صفحہ ۸۳

(۵) الفاروق صفحہ ۱۷۱ و صفحہ ۲۳۷ نیز اصول التشریع الاسلامی صفحہ ۸۵

(۶) بلکہ شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کے جس مسئلہ پر امت میں متعدد نظریات موجود ہیں ان میں سے ہر ایک نظریہ مخصوص حالات و ضروریات میں اس مسئلہ کا بہترین اور صحیح ترین حل قرار دیا جاسکتا ہے۔ مثلاً خلافت و امارت کے مسئلے میں سنیوں کے نظریہ قرشیت اور شیعوں کے نظریہ امامت کے مقابلے پر آج خوارج کا "نظریہ انتخاب" کس قدر قرین صواب نظر آتا ہے۔

(۷) الفاروق صفحہ ۲۳۲

(۸) عام مروجہ ترتیب کیلئے دیکھئے کتاب ہذا کا صفحہ ۴۴ حاشیہ ۱۰

(۹) البتہ اگر ایسا رشتہ ہو جس میں فرض اور تعصیب جمع ہو جائیں مثلاً خاوند ابن عم شقیق (سگے چچا کا بیٹا) بھی ہو تو اس صورت میں ۱/۲ کے علاوہ باقی بطور عصبہ پاسکتا ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(۱۰) تفصیلات کے لئے دیکھئے کتاب المواریث الاسلامیہ صفحہ ۱۶ و صفحہ ۴۳۔ ۴۴

(۱۱) بلکہ جو حضرات اس مسئلہ کے متعلق کل تک "خلاف قرآن" ہونے کے فتھی ثبوت دے رہے تھے۔ خود ان پر بھی اصول نیابت کی کلیت کی غلطی بلکہ لغویت واضح ہو گئی ہے اور خود بھی اس اصول کو صرف "نسبی رشتہ داروں" تک محدود کرنے کے قائل ہوگئے ہیں۔ (دیکھئے طلوع اسلام ماہ مارچ ۱۹۵۴ صفحہ ۵۸ تا ۶۰) حالانکہ یہ "نسبی" کی تخصیص بجائے خود غیر قرآنی بلکہ صریحاً خلاف قرآن ہے۔ دیکھئے ضمیمہ الف کتاب ہذا صفحہ ۱۲۰-۱۲۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۲) جس طرح اخیافی بھائیوں کی وراثت کے متعلق فقہ فرائض میں ایک استثناء موجود ہے دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۲۵

(۱۳) اس قسم کے استثناء ہیں صرف "نسبی رشتہ داروں" کو وارث بنانا اور بیوی یا ماں کو نظر انداز کرنا صریحاً خلاف قرآن ہے جس کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی۔ لیکن تعجب ہے کہ وہ لوگ جو اپنی فکر کی بنیاد صرف قرآن پر رکھنے کے مدعی ہیں وہ بھی میاں بیوی جیسے تعلق وراثت کو۔ جو قرآن کا صریح حکم ہے اور دنیا بھر کے قوانین وراثت میں اپنی نظیر آپ ہے--- نظر انداز کرنے پر رضامند ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ "اجتہاد" سراسر خلاف قرآن ہے۔ اور محض جاہلانہ تحکم ہے۔ (میرا اشارہ رسالہ طلوع اسلام ماہ مارچ ۱۹۵۴ (صفحہ ۵۸۔ ۶۰) کی طرف ہے)

(۱۴) توضیحات کے لئے دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۱۰۸-۱۰۹

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ الف

پنجاب اسمبلی کے اجلاس منعقدہ ۳ دسمبر ۱۹۵۳ء میں چودھری محمد اقبال صاحب چیمہ ایم ایل اے کی طرف سے ایک مسودہ قانون پیش کیا گیا جس کا مقصد اسلامی قانون وراثت (پنجاب شریعت ایکٹ ۱۹۴۸ء) میں ایسی ترمیم کرنا ہے جس کی رو سے یتیم پوتوں کو بھی حصہ مل سکے۔ اگرچہ اصل مسئلہ پر اپنا نقطہ نظر ہم اصل مقالہ مین پیش کر چکے ہیں' تاہم چونکہ چیمہ صاحب کا مجوزہ بل بھی ہمارے موضوع بحث سے خاص تعلق رکھتا ہی لہذا اس بل پر بھی ایک نظر ڈال لیتے ہیں تاکہ یہ بحث تشنہ تکمیل نہ رہ جائے۔

چیمہ صاحب کے مجوزہ ترمیمی بل کے وجوہ مقاصد یوں بیان کئے گئے ہیں۔

"یہ خیال عام پایا جاتا ہے کہ اسلامی قانون وراثت کے لئے اصول نیابت بالکل اجنبی ہے۔ اس وقت مورث کی وفات سے پہلے مرنے والے بیٹے یا بیٹی اور بھائی یا بہن کی اولاد کو اس مورث کی جائیداد سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔ شریعت میں کوئی ایسی واضح ممانعت موجود نہیں ہے کہ یہ اشخاص مورث کی دوسری اولاد کی موجودگی میں محجوب الارث ہی ٹھہریں گے۔ قانون (وراثت) کا مروجہ نظریہ یتیم پوتوں پوتیوں' نواسوں نواسیوں' بھتیجوں بھانجوں وغیرہ کی زندگی بڑی اندوہناک بنا دیتا ہے۔ پس قانون کی اسلامی روح سے سازگار بنانے کے لئے یہ ترمیم تجویز کی جاتی ہے۔"

افسوس ہے کہ اس بیان میں بہت کچھ خلط مبحث کر دیا گیا ہے تاہم مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) یہ محض خیال ہی نہیں حقیقت ہے کہ اصول قائم مقامی اسلامی قانون وراثت کے لئے واقعی اجنبی اور ناقابل عمل ہے(۱)۔

(۲) بھائی بہن کی اولاد کو بھی اس ترمیم سے مستفیض کرنا تعجب خیز ہے۔ اسلامی قانون وراثت ان کو اپنے ماں باپ کی جائیداد سے کب محروم کرتا ہے کہ ان کو بھی محجوب الارث کی صف میں لا کھڑا کر دیا جاوے--- آخر مرحوم بیوی یا خاوند کے وارثوں کو بھی کیوں نہ اس ترمیم میں شامل کر لیا جائے؟

(۳) اگر شریعت تیرہ سو برس تک امت سے مخفی نہیں رہی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ قانون شریعت کی رو سے بیٹے بیٹی اور بہن کی اولاد اپنے سے اعلی درجہ کے وارث کی موجودگی میں محجوب الارث ہی قرار دی گئی ہے چونکہ یہ اصول قائم مقامی کے بغیر وارث نہیں ہو سکتے اور اصول قائم مقامی پر عمل قرآن کے واضح احکام کو نظر انداز کئے بغیر ہو نہیں سکتا۔ لہذا محجوب الارث کا مسئلہ قرآن کا واضح حکم نہ سہی لیکن اس کے واضح احکام کی تعمیل کا لازمی تقاضا (Corollary) ضرور ہے۔

اگر یہ کہنے کی بجائے کہ "شریعت میں کوئی ایسی واضح ممانعت موجود نہیں ہے کہ یہ اشخاص مورث کی دوسری اولاد کی موجودگی میں محجوب الارث ہی ٹھہریں گے۔"

--- یوں کہا جاتا کہ "چونکہ اسلامی قانون وراثت کی مخصوص وضع و مزاج کے باعث اصول قائم مقامی اس میں جاری نہیں ہو سکتا جس کی وجہ سے بعض محجوب الارث وارثوں اور خصوصاً یتیم پوتوں کو مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے لہذا ان یتامی کے معاشی مستقبل کی حفاظت و بہبود کے لئے--- جو از روئے قرآن ضروری ہے--- فلاں تجویز (مثلاً قانون وصیت یا حکومت کی کفالت یا ایک مخصوص استثناء وغیرہ) پیش کی جاتی ہے۔"

تو یہ کہنے میں البتہ کوئی بات بھی تھی جب آپ کے خیال میں شریعت میں ممانعت ہی نہیں تو یہ بل ہی کس لئے تجویز کیا گیا۔ تفنن طبع کے لئے یہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیر بحث پر آنریبل مسٹر جسٹس جے آر چسن صاحب جج ہائی کورٹ لاہور (Hon`ble Mr.Justice J.Ortcheson) کی رائے جو انہوں نے بحیثیت ایک فاضل قانون دان ہونے کے ظاہر کی ہے--- کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:-

"In my opinion if the principle laid down in the bill is in accordance with the Shariat, it is unnecessary, or if it is against the Shariat, it is invalid."(2)

یہ تو بل کے اغراض و مقاصد پر تبصرہ تھا۔ اب ذرا اصل مطلوبہ ترمیم ملاحظہ فرمائیں:-

--- "جب کوئی بیٹا بیٹی یا بھائی یا بہن اپنے مورث سے وراثت پانے سے پہلے فوت ہو جائے--- تو ان کا حق وراثت بوقت تقسیم وراثت مورث ان (فوت شدہ) کے اپنے "جانشینوں اور وارثوں" کی طرف منتقل کیا جائے گا (اور یہ سمجھ لیا جائے گا کہ گویا اشخاص متذکرہ بالا اپنے مورث (آخری مالک) کی وفات کے فوراً بعد مرے تھے۔"

مقالہ کے حصہ دوم کے مطالعہ کے بعد ان غلط فہمیوں اور مشکلات و مفسدات کا دریافت کر لینا دشوار نہیں ہے جو یہ ترمیم اپنے اندر پنہاں رکھتی ہے(۳)۔ دراصل یہ ترمیم بالکل اسی صول پر مبنی ہے جس سے ہم مفصل بحث کر چکے ہیں (۴)۔ یعنی یہ کہ "ہونے والے وارثوں" کی موت کی صورت میں ان کا حصہ ان کے اپنے وارثوں اور جانشینوں کو منتقل کر دیا جائے--- البتہ ان "ہونے والے وارثوں" میں سے صرف بیٹا بیٹی بھائی بہن منتخب کئے گئے ہیں معلوم نہیں والدین اور زوجین کو کیوں اس رعایت سے محروم کیا جا رہا ہے؟

دراصل ترمیم میں "کوئی بیٹا یا بیٹی" اور "ان کے جانشینوں اور وارثوں" کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ محرک اور مجوز کے ذہن میں وارث اور جانشین کا مطلب اولاد اور صرف اولاد ہے--- (جو خالص ہندو نظریہ ہے) قرآن حکیم کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھ بنیادی وارثوں (بیٹا بیٹی ماں باپ بیوی خاوند) کو ذہن میں رکھنے کے بعد اس ترمیم کے مہمل' ناقابل عمل اور قرآن کے واضح اور ظاہرا احکام میراث سے لاعلمی پر مبنی ہونے میں کچھ شبہ نہیں رہ جاتا۔

یہ ہو سکتا ہے کہ اس ترمیم کے الفاظ مین ترمیم کرکے اسے اس قسم کے استثناء کی شکل دی جائے جس کا ذکر مقالہ کے صفحہ ۱۰۳ پر ہو چکا ہے۔ لیکن بہرحال پھر بھی یہ اس مسئلہ کا تسلی بخش حل نہیں ہوگا اور فوائد سے زیادہ اس میں خطرات ومفسدات مضمر ہیں۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ اس قسم کے استثناء کی ضرورت بھی اس وقت درپیش آسکتی ہے (۵) جب قانون وراثت' قانون ہبہ اور قانون وصیت تینوں نافذ ہوں اور پھر بھی کچھ ایسے واقعات (Cases) سامنے آئیں جسے کسی خاص "آسمانی افتاد" نے ان تمام قوانین سے متمتع نہ ہونے دیا ہو۔ اور پھر "ایسی مخصوص صورتوں" کے حل کے لئے بھی یہ سوچا جائے گا کہ اس میں سب سے پہلے وہ طریقہ اختیار کیا جائے جو اسلام کی نظروں مین زیادہ ضروری ہے مثلاً حکومت کی کفالت--- اور اگر اس بہتر طریقہ کے اختیار کرنے میں کوئی قابل قبول عذر اور مجبوریاں موجود ہوں تب اس صورت میں بے شک اس قسم کے استثناء کو زیر غور لایا جاسکتا ہے اور جائز بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن جو سب سے آخر کی چیز ہے اسے سب سے پہلے لانا سراسر تحکم اور نادانی ہے۔ اسلامی احکام و مسائل پر بحث کرتے وقت ضد' ہٹ دھرمی اور فتح و شکست کے نظریوں سے سوچنے کی بجائے تقوی' خوف خدا' اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احترام دین کے جذبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

وذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم۔

(اس کے بعد آگے ضمیمہ ب ضرور ملاحظہ فرمائیں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ ب

اگرچہ مقالہ "یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ" خالص علمی ضرورت اور مقصد کے ماتحت لکھا گیا ہے لیکن چونکہ یہ بحث ایک خالص قرآنی حکم سے متعلق تھی۔ اس لئے بحیثیت ایک طالب علم کے نہیں بلکہ بحیثیت ایک مسلمان کے--- اور دراصل سب حیثیتوں سے مقدم یہی حیثیت ہے--- یہ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ جب سے میں نے اس مسئلہ کی تحقیقات' اور اسے سمجھنے کی کوشش شروع کی تھی۔ میں اپنی اکثر نمازوں کے ساتھ بالالتزام اللہ تعالی سے بصدق دل دعا مانگتا رہا ہوں کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق راہ حق اور صورت صواب پر میرے دل کو مطمئن کر دے۔ اس دوران میں بار بار میری رائے بدلتی بھی رہی ہے۔ لیکن بالاخر مسلسل مطالعہ ذاتی بحث و مباحثہ اور آزادانہ غور و فکر کے بعد میں نے اس مسئلہ کے متعلق مختلف آراء کا تجزیہ کر کے جو کچھ شرح صدر کے ساتھ سمجھا ہے اسے مقالہ میں پیش کر دیا ہے--- اپنی بساط بھر پوری علمی سعی و کوشش اور اپنی پر خلوص دعاؤں کے بھروسے پر کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالی نے مجھے گمراہی سے محفوظ رکھا ہو گا۔ تاہم میں یہی کہتا ہوں کہ اگر میں نے حق سمجھا اور کہا ہے تو یہ محض اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور اس کی مہربانی ہے--- اور اگر خدانخواستہ میں نے کوئی غلط رائے قائم کی ہے یا غلط بات بیان کی ہے تو وہ میری طرف سے ہے اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اور اس کے لئے اہل حق و ہدایت سے اصلاح کا اور اللہ تعالی سے مغفرت اور عفو کا طلبگار ہوں۔

"ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی اور حوالہ جات

(۱) دیکھئے کتاب ہذا کا صفحہ ۸۲-۸۳

(۲) پنجاب مقننہ (اسمبلی) کی طبع کردہ پبلک آراء اس مسئلہ پر (انگریزی میں) صفحہ ۲

(۳) اس ضمن میں "Opinion" یعنی "پنجاب" مقننہ کی طبع کردہ پبلک آراء میں آنریبل جسٹس کیکاؤس (صفحہ ۱) چوہدری فضل حق سیشن جج کیمبلپور (صفحہ ۵-۷) اور سینئر سول جج مظفر گڑھ (ضمیمہ آراء صفحہ ۳-۷) کی آراء قبل ملاحظہ ہیں

(۴) کتاب ہذا صفحہ ۱۶

(۵) اور اس قسم کے استثناء کو ہر صورت میں اور ہر قیمت پر ناجائز کہنا اور مطلقاً اس کے تصور کو ہی سراسر خلاف قرآن سمجھ لینا--- بھی روح قرآن و اسلام سے بے خبری ہے۔ کیونکہ کسی ایسے مقصد شرعی کی حفاظت کرنا جس کا مقصد شرعی ہونا کتاب و سنت یا اجماع سے معلوم ہو اور اس کا مقصود ہونا دلائل کے مجموعہ و قرائن حالات سے معلوم ہو تو اس کی پیروی کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے یہی موالک کا استصلاح اور احناف کا استحسان ہے۔ اور متذکرہ بالا شرائط کے ساتھ یتیم کا مسئلہ یقیناً ایک "مقصد شرعی" بن جاتا ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ ج

یہ مقالہ ۵۴۔ ۱۹۵۳ء میں ایم اے "اسلامیات" کے ایک پرچے کے طور پر امتحانی ضرورت کے ماتحت لکھا گیا تھا۔ آج چالیس برس کے بعد شائع کرتے وقت اسے "تازہ ترین" (Up-to-date) کرنے کے لئے بعض وضاحتیں ضروری معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو معمولی وضاحتیں ہیں جن کو اصل مقالہ میں تعلیقات و حواشی کی شکل میں بھی جگہ دی جاسکتی تھی۔ لیکن علمی دیانتداری کے پیش نظر مناسب معلوم ہوا کہ مقالے کو تو (بعض مشیانہ اغلاط کی درستی کے علاوہ) جوں کا توں ہی چھاپا جائے۔ یہ راقم الحروف کے زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے اور اس میں عبارت اور اسلوب کی بعض طالب علمانہ خامیاں موجود ہیں (مثلاً کئی جگہ ضمیر واحد متکلم کا استعمال یا طریق حوالہ میں بعض کوتاہیاں) تاہم ان سے اصل نفس مقالہ پر' اس کے استدلال اور طریق استنباط پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

☆ ان معمولی ایک دو سطری وضاحتوں کے علاوہ بعض ایسی اضافی معلومات ہیں جن کا تعلق مقالہ ہی کے کسی حصے سے ہے--- تاہم اس ملحق یا ضمیمہ کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ ۱۹۵۳ء سے اب تک یہ مسئلہ (جو موضوع مقالہ ہے) ان مسائل میں شامل رہا ہے جو ہماری دینی اور سیاسی زندگی میں اضطراب اور ہیجان کا باعث رہے ہیں۔ لہذا "تکملہ" کے طور پر اس مسئلہ کے بارے میں مختلف تبدیلیوں اور تغیرات (Developments) کا ذکر بھی ضروری ہے۔ جو اس عرصے میں سامنے آئیں۔ تفصیل ان وضاحتوں' اضافوں اور تکملہ کی یوں ہے:-

☆ مقالہ کے مقدمہ میں شعبہ علوم اسلامی (ابتداء میں شعبہ کا سرکاری نام بھی "اسلامیات" ہی تھا۔ اس زمانے کے یونیورسٹی کیلنڈر اور ہماری اسناد میں یہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام درج ہے بعد میں اس کا انگریزی نام "اسلامک سٹڈیز" رکھا گیا جس کا ترجمہ عموماً "علوم اسلامیہ" کیا جاتا ہے۔ ویسے "علوم اسلامی" زیادہ خالص فارسی ترکیب ہے۔) کی "مختصر مگر جامع" لائبریری کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ شعبہ کا بالکل ابتدائی دور تھا۔ اس کی بنیاد ہمارے قابل صد احترام استاد اور صدر شعبہ علامہ علاؤ الدین صدیقی رحمہ اللہ نے ۱۹۵۰ء میں رکھی تھی (جن کو راقم نے مقدمہ مقالہ میں "مدظلہ" لکھا ہے اور جن کی وفات ۱۹۷۸ء میں ہوئی)۔ اس وقت شعبہ اولڈ کیمپس میں واقع موجودہ فائن آرٹس' کے شعبہ کے دو کمروں میں قائم تھا اور شعبہ کی لائبریری واقعی بہت "مختصر" مگر جامع تھی۔ علامہ صاحب کے ذوق انتخاب نے اس لائبریری کو بڑی وسعت دی۔ ۱۹۶۱ء میں جب شعبہ اولڈ کیمپس میں ہی اپنی نو تعمیر کردہ عمارت میں منتقل ہوا تو یہ لائبریری خاصی بڑی ہو چکی تھی۔ ۱۹۸۷ء سے شعبہ شیخ زاید اسلامک سنٹر (نیو کیمپس) کی شاندار عمارت میں بطور ادارہ (Institute) کام کر رہا ہے اور اس کی لائبریری لاہور کی بہترین لائبریریوں میں شمار ہوتی ہے اور ہمارے استاد محترم کے ہاتھ کا لگایا ہوا یہ پودا آج " اصلها ثابت و فرعها فی السماء" کا ایک منظر ہے۔

☆ مقالہ میں کئی جگہ اسلامی تاریخ کی تیرہ صدیوں یا ساڑھے تیرہ صدیوں کا ذکر آیا ہے۔ اب ہجری تاریخ کے لحاظ ھ ۱۴۱۳ھ ہے۔ مقالہ آج سے چالیس سال پہلے لکھا گیا تھا۔

☆ مقالہ میں بعض مقامات کے پرانے (اس زمانے والی) نام لکھے گئے ہیں مثلاً منٹگمری (جو اب ساہیوال کہلاتا ہے) اور کیمبل پور (جو اب اٹک ہے)۔ ان مقامات کے نئے نام وہی ہیں جو دراصل انگریزوں سے پہلے انکے نام تھے۔

☆ رسالہ "طلوع اسلام" کا ذکر مختلف حوالوں سے کراچی سے شائع ہونے والے رسالے کے طور پر آیا ہے۔ غالباً ۱۹۶۰ء کے لگ بھگ یہ ادارہ ۲۵۔ بی گلبرگ لاہور میں آگیا تھا اور یہ رسالہ اب یہاں سے نکلتا ہے۔ اس کے بانی مدیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلام احمد پرویز صاحب تھے۔

☆ ہمارے اس مقالہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صورت مسئلہ پر فقہ حنفی اور فقہ جعفری (سنی شیعہ) ہر دو کے موقف' اس کی بنیاد اور ان کے طریق استدلال سے بحث کی گئی ہے۔ اس پر سنی شیعہ اختلاف کے ساتھ ساتھ ایسی مثالیں (وراثت کی) بھی پیش کی گئی ہے۔ جہاں طریق استدلال کے فرق کے باوجود نتیجہ (حل مسئلہ) ایک ہی نکلتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ مقالہ اہل السنت اور اہل تشیع دونوں کو اس مسئلے پر ایک دوسرے کا موقف سمجھنے میں مدد دے گا۔ بلکہ اس سے اس مسئلہ پر امت کے اتفاق اور اجماع کی وجہ بھی معلوم ہو گی۔

☆ راقم الحروف نے مقالہ کے مقدمہ میں اس مسئلہ پر تحقیق کا محرک تو تحصیلدار صاحب والا واقعہ بیان کیا ہے۔ تاہم جب میں مقالہ لکھنے کے لئے اور اپنے ذہن کو آمادہ کرنے کے لئے ابتدائی مطالعہ میں مصروف تھا اور مسئلہ کے "قدیم پہلو" (یعنی فقہائے متقدمین کے مطابق صورت مسئلہ کے فہم) کو واضح کرنے کی کوشش میں لگا تو مجھے اس کے لئے شیعہ سنی ہر دو کی فقہ فرائض کے مطالعہ کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ اپریل ۱۹۵۲ء کے ترجمان القرآن میں مولانا مودودی صاحب مرحوم و مغفور نے یتیم پوتے کے محجوب الارث ہونے کی شرعی حقیقت پر ایک استفسار کے جواب میں لکھ دیا کہ "--- یہ مسئلہ فقہاء اسلام میں متفقہ چلا آتا ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے اس میں شیعوں کے سوا کسی نے اختلاف نہیں کیا--- الخ" مولانا مرحوم کا یہ لکھنا شیعہ فقہ فرائض سے لاعلمی پر مبنی تھا۔ چنانچہ ان ہی دنوں حافظ کفایت حسین صاحب مجتہد مرحوم نے بذریعہ اخبار مودودی صاحب مرحوم کے اس "الزام" کی تردید کی اور بتایا کہ "شیعہ کے مطابق تو پھوپھی بھی اپنے یتیم بھتیجے کو محجوب کرتی ہے" مقالہ نگار نے اس سلسلے میں حافظ صاحب مرحوم سے ان کے گھر پر ملاقات کرکے ان سے اس مسئلہ پر شیعہ موقف سمجھنے کے لئے اہم کتابیات کی فہرست بھی لی تھی۔ مقالہ کے حصہ اول خصوصاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم "مقام حیرت" کے مطالعہ سے ساری بات واضح ہو جاتی ہے۔ غالباً اس مسئلہ پر شیعہ سنی (بلکہ پوری امت کے) موقف کی یکسانایت کا یہ "بارگراں" ہی متجددین حضرات کے لئے ناقابل برداشت ہو گیا تھا۔

☆ مولانا حافظ اسلم جے راجپوری صاحب کے مقالہ "محجوب الارث" کے جون جولائی ۱۹۸۱ء کے رسالہ معارف اعظم گڑھ میں اور پھر ادارہ طلوع اسلام کی کتاب "تین اہم مسائل" میں شائع ہونے کا ذکر مقالہ میں ہوا ہے۔ اس کے بعد پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کی اس مسئلہ پر شائع کردہ پبلک آراء (Opinions) میں بھی یہ مقالہ "ادارہ طلوع اسلام" ہی کے ایک وضاحتی مضمون کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ پھر یہی مقالہ "ادارہ طلوع اسلام" ہی کے ایک وضاحتی مضمون کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ پھر یہی ہفت روزہ "چٹان" ۷ اور ۱۴ مارچ ۱۹۵۴ء میں شائع کرایا گیا تھا۔ (یہ اشاعتی حوالے اس لیے دیئے گئے ہیں کہ جو حضرات اس کا مطالعہ کرنا چاہیں ان کو اس کے حصول میں آسانی ہو) جیراجپوری صاحب نے اپنے اس مقالہ میں یتیم پوتے کے محجوب الارث ہونے کے مسئلہ کے علاوہ حنفی فقہ فرائض پر کچھ مزید اعتراضات بھی کئے ہیں (مودودی صاحب مرحوم کی طرح غالباً جیراجپوری صاحب کی نظر بھی جعفری فقہ فرائض پر نہیں تھی۔ جس کا ثبوت ان کا "دادا کا اپنے پوتے کا وارث بننا" والی مثال پیش کرنا ہے۔ جو شیعہ کا موقف نہیں ہے)۔ مولانا جیراجپوری صاحب کے اس مقالہ میں جتنا حصہ "یتیم پوتے کی وراثت کے مسئلہ" سے متعلق تھا۔ اس پر ہم مقالے میں بحث کر چکے ہیں (دیکھئے مقالہ کا دوسرا حصہ باب دوم) باقی مسائل ہمارے لئے غیر متعلق تھے۔ اس لئے ہم ان کی تفصیل میں نہیں گئے تھے۔ البتہ مختصراً ان مسائل میں بعض کلیات کے متصادم ہونے' یا ان کے مختلف مذاہب فقہ کے درمیان متنازعہ فیہ ہونے کا ذکر کر دیا تھا (دیکھئے مقالہ کے دوسرے حصے میں باب دوم کی فصل اول) مولانا جیراجپوری صاحب کا یہ مقالہ بڑے علمی اور فقہی انداز میں لکھا گیا ہے لہذا اہل علم حضرات کے پڑھنے اور غور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی چیز ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اہل علم کس طرح غلط فہمیوں کا شکار ہوتے ہیں اور کس طرح مغالطے دیتے ہیں۔

☆ مقالہ میں "سید غلام احمد بی اے پلیڈر منٹگمری" کے مختصر سے پمفلٹ "یتیم پوتے کا حق وراثت" کا ذکر آیا ہے۔ کتابیات میں بھی اور ایک دو نکات کی عمدہ وضاحت کے ضمن میں بھی مقالہ کے اندر بطور حوالہ بھی--- بعد میں سید صاحب گوجرانوالہ میں "سید غلام احمد رضوی ایڈووکیٹ" کے معروف نام اور لقب سے پریکٹس کرنے لگے۔ انہوں نے محمد اقبال چیمہ صاحب کے مجوزہ ترمیمی بل (جس کا ہمارے مقالہ میں بھی ذکر آیا ہے) کے علاوہ--- اس زمانے میں اس موضوع پر اخبارات میں شائع ہونے والے بعض مضامین (اور خطوط) کے جواب میں بھی مضمون لکھے (جو اخبارات میں بھی چھپتے رہے) اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہوں نے مولانا اسلم جیراجپوری صاحب کے مقالہ "محجوب الارث" میں بیان کردہ تمام مثالوں سے مفصل بحث کی ہے (جن سے ہم نے موضوع مقالہ سے غیر متعلق ہونے کی بناء پر تعرض نہیں کیا تھا) اور ان مثالوں میں پوشیدہ غلط فہمیوں کو واشگاف کیا ہے اور یہ جیراجپوری صاحب کے مقالہ کا نہایت عمدہ قانونی اور فقہی محاسبہ ہے۔ سید غلام احمد صاحب کے یہ جملہ "مضامین" اب کتابی شکل میں اپنے اسی ابتدائی عنوان "یتیم پوتے کا حق وراثت" کے ساتھ انجمن خدام القرآن ماڈل ٹاؤن لاہور نے شائع کر دیے ہیں۔ احقاق حق اور طلب تحقیق کا تقاضا ہے کہ اہل علم ان دونوں رسالوں کا مطالعہ کریں۔ یہ تقابلی مطالعہ مسئلہ کی تہ تک پہنچنے میں مددگار ثابت ہوگا اور ان کے مطالعہ کے لئے ہم نے "اہل علم" کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ یہ دونوں رسائل فنی اور قانونی ہیں لہذا "مطلق کسی مڈل میٹرک پاس "عوامی" کے پڑھنے کی چیز نہیں ہیں۔ فقہ اور قانون سے واقف آدمی ہی ان دونوں کتابچوں کو پڑھ کر خطا اور صواب میں تمیز کر سکتا ہے۔

☆ مقالہ کے دوسرے حصے کے باب سوم میں "وجوب وصیت" اور "آیۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الوصیۃ" کے نسخ اور عدم نسخ پر بات کی گئی ہے۔ یہاں اس مضمون کو ایک عملی مثال کے ذریعے سمجھانے کے لئے مندرجہ ذیل معلومات کا اضافہ مناسب معلوم ہوتا ہے:-

حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی نے "الفوز الکبیر" میں نسخ فی القرآن پر بحث کرتے ہوئے السیوطیؒ کی "الاتقان" کے حوالے سے لکھا کہ انہوں نے ۲۱ آیات کو منسوخ قرار دیا ہے۔ اس پر شاہ صاحب نے تعقبات کئے اور ۱۵--۱۶ آیات (ناسخ منسوخ) میں تطبیق کی صورت پیدا کر دی ار صرف پانچ آیات کو "واقعی منسوخ" قرار دیا۔ ان میں سے ایک یہ آیت الوصیۃ (البقرہ: ۱۸۰) بھی ہے۔ ہمارے استاذ مکرم علامہ علاؤ الدین صدیقی مرحوم اپنے استاذ مولانا احمد علی لاہوریؒ کے حوالے سے بیان کرتے تھے کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے ان پانچ آیات میں بھی تطبیق کی صورت پیدا کر دی تھی اور یوں ان کے نزدیک قرآن کریم کی کوئی آیت نسخ کی اصطلاحی تعریف (کسی حکم کا ہمیشہ کیلئے ہر شخص کے لئے ختم ہو جانا) کے لحاظ سے منسوخ نہیں ہے--- مولانا سندھیؒ کہتے تھے کہ "باقی لوگوں کے لئے وصیت کرنا واجب ہے۔"--- مولانا ایک سکھ کنبہ سے مسلمان ہوئے تھے مگر ان کی والدہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی والدہ کو بڑے احترام سے ساتھ رکھتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی والدہ کی فرمائش پر مولانا احمد علی لاہوریؒ کو (جو مولانا سندھیؒ کے عزیز اور تلامذہ میں سے بھی تھے) "ہر دوار یاترا" کے لئے اپنی والدہ کے ہمراہ بھیجا تھا--- اب چونکہ ان کی والدہ غیر مسلم ہونے کے باعث بیٹے کی وراثت سے حصہ نہیں پاسکتی تھیں۔ اس لئے مولانا سندھیؒ اس آیت کی رو سے اپنے لئے وصیت برائے والدہ واجب سمجھتے تھے اور بات بھی درست تھی۔

☆ اب ہم مقالہ کے "تکملہ" کے طور پر ان حالات و واقعات اور قانونی اقدامات کا ذکر کریں گے جو ۱۹۵۳ء کے بعد سے اب تک ظہور پذیر ہوئے اور جن کا "یتیم پوتے کی وراثت کے مسئلہ" سے تعلق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم اپنے مقالہ میں ۱۸۔۱۹۱۷ء کے امر تسری مباحث' پنجاب ۱۹۴۸ء میں قانون شریعت

West Panjab Muslim personal law (Shariat) application Act. (Act IX of 1948)

کے نفاذ اور پھر دسمبر ۱۹۵۳ء میں پنجاب اسمبلی میں اس قانون کے اندر ترمیم کے لئے ایک بل (Bill No 8 of 1953) پیش کئے جانے تک کی بحث کر چکے ہیں۔ اب ہم اس سے آگے چلیں گے۔

راقم الحروف اس "تکملہ" میں پیش کئے جانے والے مواد کیلئے اپنے تلمیذ عزیز پروفیسر قاری محمد طاہر صاحب فیصل آباد کا ممنون اور شکر گزار ہے کیونکہ اس کا بیشتر حصہ ان کی زیر طبع کتاب "مسلم عائلی قوانین کا منظر اور پس منظر" کے مسودہ سے لیا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیرا

O جیسا کہ ابھی آگے بیان ہوگا ۱۹۵۵ء سے "یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ" بھی عائلی قوانین کے ساتھ منتھی کر دیا گیا تھا اور اس کے بعد سے اس مسئلے کے قانونی حل کی تاریخ پاکستان میں عائلی قوانین کی تاریخ کے ساتھ وابستہ رہی ہے۔ اس لئے اب موضوع بحث عائلی قوانین بھی ہوں گے۔ اگرچہ ویسے عائلی قوانین ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہیں۔ یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ وراثت کا یہ مسئلہ جس کا تعلق اسلام کے قانون وراثت اور وصیت سے تھا اسے نکاح طلاق کے مسائل کیساتھ کیوں منسلک کیا گیا؟ چوہدری محمد اقبال چیمہ صاحب کی مجوزہ ترمیم کم از کم قانون وراثت سے ہی متعلق تھی یعنی موضوع سے غیر متعلق نہیں تھی جب کہ ازدواج اور نکاح طلاق کے مسائل میں وراثت کے خاص اس مسئلے کو لے آنا عجیب سا لگتا ہے۔ البتہ صورت مسئلہ میں ایک مناسبت ضرور تھی کہ یتیم پوتا بھی "مظلوم" اور ازدواجی زندگی کے مسائل کا شکار عورت بھی "مظلوم" تھی اور ان دونوں موضوعات میں "مظلومیت" کا یہ عنصر طالع آزما لوگوں کے لئے جذبات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے استحصال اور اشتعال کا ایک نہایت کارگر حربہ ثابت ہو سکتا تھا (اور ہوا) آخر کمیونزم بھی تو "بیچارے" محنت کشوں اور "مظلوم" مزدوروں کے سر پر ہاتھ رکھنے کے لئے ہی اٹھا اور چھا گیا تھا اور ستر سال تک ایسا چھایا رہا کہ پھر کسی بھوکے کو رونے بھی نہیں دیا جاتا تھا۔

بہر حال یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا اب ہم اپنے موضوع یعنی پاکستان میں " یتیم پوتے کی وراثت کے مسئلہ " پر بحث مباحثہ اور قانون سازی وغیرہ سے متعلق گزشتہ چالیس برس کے واقعات اور اقدامات کا ذکر کریں گے۔

☆ ربط مضمون کے لئے بات دسمبر ۱۹۵۳ء سے شروع کرنا مناسب ہے جس کا کچھ حصہ پہلے مقالہ میں مذکور ہوا تھا--- دسمبر ۱۹۵۳ء میں چوہدری محمد اقبال چیمہ صاحب نے پنجاب اسمبلی یں جب اپنا ترمیمی بل (بل نمبر ۸ سال ۱۹۵۳ء) پیش کیا تو اسمبلی نے اس مسئلہ پر صوبہ کے تمام اعلی ججوں ' سرکاری محکموں کے سربراہوں۔ ڈسٹرک اینڈ سیشن ججوں۔ سول ججوں۔ ڈپٹی کمشنروں اور دوسرے ضلعی افسروں۔ میونسپل کمیٹیوں' ڈسٹرکٹ بورڈوں (جو اب ڈسٹرکٹ کونسل کہلاتے ہیں) پبلک تنظیموں' انجمنوں' اداروں اور دینی مدرسوں کے علاوہ پبلک سے انفرادی آراء بھی طلب کیں۔ یہ آراء (جن کے مقالہ میں حوالے بھی ہیں) ۱۲ صفحہ کے ایک ضمیمہ (Supplement) سمیت کل ۱۳۲ صفحات پر مشتمل ایک "رجسٹر نما" کتاب کی صورت میں ۱۷ فروری اور ۲۲ فروری ۱۹۵۴ء کو شائع کی گئی تھیں۔ ان آراء کا مطالعہ (جو بعض اردو میں ہیں اور بعض انگریزی میں) اپنی اندر عبرت اور موعظت کا سامان رکھتا ہے۔ ان میں نہایت سنجیدہ اور قابل قدر علمی آراء بھی ہیں اور انتہائی جاہلانہ اور بعض "فدویانہ" آراء بھی ہیں۔ آج کل یہ مطبوعہ آراء کہیں نہیں مل سکتی ہوں گی (غالباً پنجاب اسمبلی کی لائبریری یا بعض دیگر معیاری لائبریریوں میں موجود ہوں گی) کیونکہ اس پر " صرف ارکان اسمبلی کے استعمال کے لئے " لکھا گیا تھا۔ ان آراء کے مطالعہ سے بے اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاد آتی ہے (جسے ہم نے مقالہ کے شروع--- مقدمہ اور تمہید۔ میں بھی بیان کیا ہے) کہ "انه اول علم ینزع من امتی" (یہی علم سب سے پہلے میری امت سے اٹھا لیا جائے گا)--- بہر حال اگر کسی آدمی کو یہ آراء (جن کا پورا سرکاری نام مقالہ کے آخر پر کتابیات میں دیا گیا ہے) مل سکیں تو ہم مولانا اسلم جیراجپوری صاحب کے مقالہ "محجوب الارث' اور سید غلام احمد رضوی کے کتابچہ "یتیم پوتے کا حق وراثت" کے ساتھ ان پبلک آراء (Opinions) کے مطالعہ کو بھی نفس موضوع پر مزید مطالعہ (For Further reading) کے طور پر پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں۔

☆ ہمارا خیال ہے کہ کسی متنازعہ اور مختلف فیہ مسئلہ پر محض یک طرفہ مطالعہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ موافق اور مخالف دونوں قسم کا لٹریچر پڑھنا چاہئے۔

ليهلك من هلك عن بينة ويحى من حى عن بينة وان الله لسميع عليم (الانفال :٢٧)

" تاکہ جو ہلاک ہو تو دلیل سے (اتمام حجت کے بعد) ہلاک ہو اور جو جئے تو دلیل سے (حق پہچان کر) جئے اور اللہ تعالی ضرور سب کچھ سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔"

اگر صاف نیت اور طلب حق کے ارادے سے تقابلی مطالعہ کیا جائے تو اللہ تعالی ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

☆ بہر حال چیمہ صاحب کا یہ ترمیمی بل اسمبلی سے نہ منظور ہوا اور نہ ہی نامنظور یعنی یہ پہلا ٹیسٹ غیر فیصلہ کن (Draw) رہا فریقین کی تیاریاں دھری رہ گئیں اور معاملے کو التواء میں ڈال کر رفع دفع کر دیا گیا۔ اس التواء اور رفع دفع کرنے کے اسباب و عوامل کیا تھے یہ ایک راز ہی رہا غالباً اس زمانے کے ارکان پنجاب اسمبلی اس کی وجہ سے واقف ہوں گے۔ اس بل کے پنجاب اسمبلی میں پیش ہونے سے "یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ" ارباب سیاست کے لئے ایک نیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کھلونا" یا شوشہ (Issue) ثابت ہوا۔ اپوزیشن اسے اپنے سیاسی فوائد کے نقطہ نظر سے دیکھنے لگی اور سرکاری بنچ اپنے مفادات اور اپنی برتری کے نقطہ نظر سے---
اب سوال حق و باطل اور خطا و صواب کا نہیں بلکہ ہار اور جیت کا تھا۔

☆ اس کے بعد ۱۹۵۵ء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ پاکستان کے اس وقت کے وزیراعظم محمد علی بوگرا صاحب نے اپنی بیوہ حمیدہ بانو کے ہوتے ہوئے اپنی ایک عرب نژاد سیکرٹری عالیہ سے شادی کرلی۔ ان کے سیاسی حریفوں کو وزیراعظم پر تنقید کا ایک بہانہ ہاتھ آگیا۔ مغرب گزیدہ حلقوں نے بھی مخالفوں کا ساتھ دیا اور لیڈر ٹائپ خواتین کو عورت کی مظلومیت کا رونا رونے کا خوب موقع ملا۔ ان واقعات کے پیش نظر حکومت پاکستان نے ۴ اگست ۱۹۵۵ء کو ایک "شادی اور عائلی قوانین کا کمیشن" مقرر کیا جس کا سرکاری نام تھا:

"Comission on Marriage and Family Laws"

اور جسے ہم آئندہ مختصرا "عائلی کمیشن" ہی کہیں گے۔ اس کے پہلے صدر ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین مرحوم نامزد ہوئے تھے اور ارکان میں تین مرد اور تین خواتین تھیں مرد اراکین میں ایک عالم دین مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم شامل تے۔

☆ اس کمیشن نے ایک سوالنامہ تیار کیا جو اردو' انگریزی اور بنگالی میں شائع کرایا گیا اور دانشوروں' علماء اور عوام سے اس سوالنامہ کی روشنی میں آراء طلب کی گئیں۔ کمیشن نے ۹ موضوعات پر پچاس کے قریب سوالات مرتب کئے تھے۔ ان میں سے باقی سوالات کا تعلق تو نکاح' طلاق وغیرہ سے تھا۔ ہمارے موضوع سے متعلق اس میں یہ چیز تھی کہ وراثت اور وصیت سے متعلق پانچ سوال بھی اس سوالنامہ میں شامل تھے۔ ان میں سے بھی تین سوالات کا تعلق تو عدالتی طریق کار سے تھا۔ البتہ دو سوال براہ راست قانون وراثت سے متعلق تھے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ "کیا آپ اس تجویز کے حق میں ہیں کہ اگر پاکستان کے کسی حصے میں ابھی تک قانون وراثت اور وصیت کے بارے میں شرعی قوانین پر عمل نہیں ہو رہا تو بلاتاخیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا قانون وضع کیا جائے کہ اس بارے میں شرعی قوانین ہر حصہ ملک میں نافذ ہوں۔"

معلوم نہیں اس سوال کے جواب میں کمیشن کو کون سی آراء موصول ہوئیں۔ بہر حال جیسا کہ ہم نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے۔ اسلامی قانون وراثت اور قانون وصیت کا بیک وقت نفاذ نہ صرف یتامی بلکہ کئی دیگر مستحق غیر وارثوں کے مسائل کا نہایت عمدہ اور ٹھیک اسلامی حل تھا۔ مگر نامعلوم وجوہ کی بناء پر کمیشن نے اپنی سفارشات میں اس اصل اسلامی "حل" پر توجہ نہ دی۔ اس کے عوامل بھی صیغۂ راز میں رہے۔

☆ کمیشن کے اس سوالنامے میں تیسرا سوال یہ تھا--- "کیا قرآن کریم میں نص صریح موجود ہے۔ یا کسی صحیح حدیث میں یہ تعلیم ملتی ہے کہ یتیم پوتے یا پوتی یا نواسے یا نواسی کو محروم الارث کر دیا جائے۔"

اس سوال کا تعلق براہ راست ہمارے زیر بحث مسئلہ سے تھا مگر اس سوال کی عبارت یا تو اس قسم کی غلط فہمی پر مبنی ہے جس میں ہمارے تحصیلدار صاحب مبتلا تھے (دیکھئے مقالہ کے مقدمہ) اور یا پھر یہ ایک منطقی مغالطہ (Fallacy) پر مبنی ہے جسے کے مناظروں میں فریق ثانی کو زچ کرنے کے لئے اکثر استعمال کیا جاتا ہے اور جس سے بعض دفعہ وکلاء بھی کسی عدالتی اور قانونی چال میں کام لیتے ہیں۔

☆ بعض سوالوں کے جواب دو ٹوک (Categorically) "ہاں" یا "نہیں' میں (غیر مشروط طور پر) نہیں دیئے جاسکتے۔ ذرا تفصیل درکار ہوتی ہے۔ یہ اس طرح کا سوال ہے جیسے آج کل بعض مے خوار "مسلمان" یہ کہتے ہیں کہ "کیا قرآن میں کہیں شراب کو صریحاً (وہی بنص صریح) "حرام" کہا گیا ہے۔ اسی طرح جو لوگ فہم دین کے لئے حدیث یا سنت کی ضرورت کے منکر ہیں ان سے پوچھا جاسکتا ہے کہ "کیا قرآن کریم میں کتے یا بندر (وغیرہ) کے گوشت کی حرمت پر کوئی نص صریح موجود ہے؟" (جس طرح خنزیر کے بارے میں ہے) اگرچہ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرمتیں صرف قرآن سے بھی ثابت کی جاسکتی ہیں مگر ذرا تفصیل میں جاکر ---
مندرجہ بالا سوالوں کا دو ٹوک جواب دیکر نہیں۔

جس طرح ریاضی (الجبرا جیومیٹری وغیرہ) کے مسائل کے ثبوت میں ایک مسئلہ ثابت کرتے ہوئے کوئی دوسرا مسئلہ خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔ (بعض دفعہ)۔ اسی طرح قانونی (فقہی) احکام میں بھی بعض چیزیں براہ راست نہیں بلکہ کسی صریح حکم کے نفاذ یا اس پر عمل کا لازمی نتیجہ اور صریح تقاضا (Corollary) ہوتی ہیں۔ ہم مقالہ میں اس پر بحث کر چکے ہیں کہ "یتیم پوتے کا محجوب الارث ہونا لازمی نتیجہ ہے قرآن کے قانون وراثت میں اصول نیابت کے بطور قاعدہ کلیہ کے ناممکن العمل ہونے کا" (دیکھئے اصل مقالہ کا حصہ دوم باب پنجم)

اس قسم کے سوال مرتب کرنے والے (ذہن) کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی اس کا جواب یہ دے کہ "صریح حکم تو نہیں مگر---" تو اسے کہہ دیا جائے ہمیں صرف یہی "نہیں" مطلوب تھی باقی "اگر مگر" کی ضرورت نہیں (۱)

☆ بہرحال اس سوالنامہ کے جوابات موصول ہونے پر کمیشن نے حکومت کی جو سفارشات پیش کیں اس میں کہا گیا تھا کہ "کمیشن کی رائے میں یتیم پوتا اپنے دادا کی وراثت میں برابر کا حقدار ہے اس کو اس حق سے ہرگز محروم نہیں کیا جاسکتا" مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم نے ان سفارشات پر (باقی سفارشات کا تعلق تو نکاح طلاق ازدواج وغیرہ سے تھا) اپنا طویل وضاحتی اختلافی نوٹ لکھا تھا اس میں اس مسئلہ پر بھی ان کا موقف فقہاء متقدمین والا ہی تھا--- انہوں نے کمیشن کی سفارشات کو من حیث المجموع "افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض" کی عملی تفسیر قرار دیا تھا۔ کمیشن کی اصل رپورٹ کا گزٹ نوٹیفکیشن ۲۰ جون ۱۹۵۶ء کو آیا تھا۔ جبکہ مولانا تھانوی کے اختلافی نوٹ (جو خاصا طویل تھا) کا گزٹ ۳۰ جون ۱۹۵۶ء کو آیا۔ اس کے چھاپنے میں یہ تاخیر خود حکومت نے نامعلوم وجوہ کی بنا پر کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی۔

عائلی کمیشن کی سفارشات سامنے آئیں تو علماء کی اکثریت اور ان کے تابع اثر عوام کی طرف سے شدید ردعمل بھی سامنے آیا۔حکومت ان سفارشات کو قانوناً نافذ کرنے کی جرائت نہ کرسکی (حکومت کا سیاسی عدم استحکام بھی اس کا باعث بنا) اس کی بجائے حکومت نے ٹالنے اور وقت گزارنے کے لئے ایک ''اسلامک لاء کمیشن'' قائم کیا ''جو عائلی سفارشات کا بھی جائزہ لے گا۔'' اس کمیشن کا ابھی شاید ایک آدھ اجلاس ہی ہوا تھا کہ ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو جنرل ایوب خان آئین اور جمہوریت کی بساط لپیٹ کر بذریعہ مارشل لاء ملک پر مسلط ہوگئے۔

☆ مارشل لاء کے ابتدائی دنوں میں کمیشن کی سفارشات سے توجہ ہٹ گئی تھی۔ چونکہ آئین ہی منسوخ کر دیا گیا تھا لہذا یہ سمجھا گیا کہ شاید یہ سفارشات بھی کالعدم ہوگئی ہوں گی۔ تاہم ۱۹۵۹ء میں ''اپوا'' (انجمن بیگمات پاکستان) کی طرف سے عائلی کمیشن کی سفارشات کو عملاً (قانوناً) نافذ کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ جس کی تجدد پسند حلقوں اور جرائد نے بھی حمایت کی--- ایوب خان خود بھی بے دین (Secular) ذہن رکھتے تھے اور شاید کمال پاشا کی طرح وہ تجدد کا تاج بھی اپنے سر پر رکھنا چاہتے تھے۔ بہر حال ''اپوا'' کے اس مطالبے کے پیش نظر ۲ مارچ ۱۹۶۱ء کو ''مسلم فیملی لاز (عائلی قوانین) آرڈی نینس کی صدارتی حکم جاری ہوا۔ جس میں کمیشن کی سفارشات کو قانونی حیثیت دے دی گئی۔ اس کا پورا سرکاری نام (Muslim family laws ordinance (VIII of 1961) ہے۔ بعض انتظامی امور کی وجہ سے اس کا نفاذ موخر کر دیا گیا۔ بالاخر آرڈیننس کا عملاً نفاذ ۱۵ جولائی ۱۹۶۱ء سے ہوا۔ اس وقت سے اب تک یہ قوانین پاکسان میں جاری چلے آتے ہیں۔

☆ اس آرڈی نینس کی دفعہ نمبر ۴ میں یتیم پوتے کی وراثت کا قانون حسب ذیل الفاظ میں بیان ہوا ہے:

4. Succession- In the event of the death of any

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

son or daughter of the propositus before the opening of succession, the children of such son or daughter, if any, living at the time the succession opens, shall per stirpes receive a share equivalent to the share which such son or daughter, as the case may be, would have received, if alive.

جس کا اردو ترجمہ (جو عدالتوں اور وکلاء کے لئے سند ہے) یوں کیا گیا ہے:

"وراثت کے اجراء (شروع ہونے) سے قبل مورث کے کسی بیٹے یا بیٹی کی موت کی صورت میں ایسے بیٹے یا بیٹی کی اولاد 'اگر ہو' جو وراثت شروع ہونے پر زندہ ہوں بحصہ رسدی (علی الںسب) اس حصہ کے برابر پائیں گے جو ایسا بیٹا یا بیٹی اگر زندہ ہوتے تو پاتے۔"

ہم اس دفعہ کے الفاظ کے انتخاب' ان کے قانونی مضمرات اور قانون کی قرآن سے مخالفت وغیرہ پر آگے چل کر تبصرہ کریں گے۔ پہلے ذرا ہم اس مسئلہ کی بلکہ قانون کی) سیاسی تاریخ کو مکمل کر لینا چاہتے ہیں۔

☆ عائلی کمیشن کی سفارشات کو اس طرح بذریعہ آرڈی نینس نافذ کرنے پر بھی دو طرح کا ردعمل سامنے آیا۔ تجدد پسند طبقوں نے اس کی تائید اور حمایت کی۔ ان میں بعض علماء اور وکلاء کے علاوہ "اپوا" اور ادارہ طلوع اسلام پیش پیش تھے۔ "طلوع اسلام" نے تو اسے اپنی عظیم فتح سمجھا اور اس فتح کے نشے میں ۲ مارچ ۱۹۶۱ء (آرڈیننس کے اجراء کی تاریخ) کو اسلام کی تاریخ کا نو روز تک قرار دیا اور اپریل ۱۹۶۱ء میں ادارہ نے اپنے کنونشن کو اس خوشی کے جشن کے طور پر منایا۔ اس پر صدر ایوب خان کو ہدیہ تبریک پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ چودہ سو سال کے بعد امت نے پہلی دفعہ قرآن کی طرف رجوع کیا ہے۔ نیز دعوی کیا گیا کہ "عائلی قوانین کی کوئی ایک شق بھی قرآن کے خلاف نہیں ہے۔" (باقی عائلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوانین تو ہمارے "دائرہ بحث سے خارج ہیں مگر یتیم پوتے والی دفعہ نمبر ۴ کی قرآنیت پر اور اس سلسلے میں ادارہ طلوع اسلام کے کئی بار اپنے موقف کو بدلنے پر ہم آگے ذرا تفصیل سے لکھیں گے) حکومت میں شامل سیاستدانوں نے تو اس کی تعریف کرنی ہی تھی--- ان قوانین کے نفاذ کو صدر ایوب خان مرحوم کا عظیم اسلامی اور انقلابی کارنامہ قرار دیا گیا۔ دوسری طرف آرڈی نینس کے اجراء اور اس کے نفاذ کے درمیانی مدت میں ہی علماء نے اس پر شدید تنقید کی جس میں مولانا احتشام الحق تھانوی (جو عائلی کمیشن کے نامزد رکن رہے تھے) کے اختلافی نوٹ کی صدائے بازگشت بھی سنی گئی پنجاب کے چودہ (۱۴) علماء کے ایک بورڈ نے (جس میں بریلوی' دیوبندی اہلحدیث اور شیعہ چاروں مکتب فکر کے علماء شامل تھے) متفقہ طور پر آرڈیننس کی دفعات نمبر ۴'۵' ۶' ۷' اور ۱۲ کو خلاف شریعت قرار دیا (ان میں سے دفعہ ۴ ہی یتیم پوتے کی وراثت سے متعلق تھی باقی دفعات کا ہماری بحث سے تعلق نہیں)۔ اس کے بعد سرحد کے چالیس (۴۰) علماء اور مشرقی پاکستان کے چوراسی (۸۴) علماء نے بھی ان قوانین کے خلاف بھرپور احتجاج کیا۔ بعض تنظیموں (مثلاً جماعت اسلامی) اور ممتاز اہل علم (مثلاً مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم۔ کراچی) نے اپنی طرف سے متبادل اصلاحی تجاویز بھی حکومت کو پیش کی تھیں (جو یتیم پوتے کے مسئلہ کے ٹھیک اسلامی حل کو بھی محیط تھیں) مگر حکومت نے بعض جابرانہ اقدامات (مثلاً پریس آرڈی نینس کا اجراء) اور اعلانات کا راستہ اختیار کیا۔

☆ مگر اس سے عائلی قوانین کے خلاف ملک کے اندر اٹھنے والی اضطرابی لہر سیاستدانوں کے لئے "بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا" والی بات ثابت ہوئی۔ انہوں نے اس مسئلہ کی گونج اسمبلیوں تک پہنچا دی۔

۱۹۶۲ء میں مغربی پاکستان صوبائی اسمبلی میں عائلی قوانین کی تنسیخ کے بارے میں ایک قرارداد پیش ہوئی جس کے محرک رکن صوبائی اسمبلی مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم تھے اس کے بعد اس سال پاکستان کی قومی اسمبلی کے پہلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجلاس میں عائلی قوانین کی تنسیخ کا بل مشرقی پاکستان کے رکن اسمبلی عباس علی خان کی طرف سے پیش کیا گیا۔ اس پر ایک دفعہ پھر ملک طول و عرض میں اضطرابی لہر دوڑ گئی۔ تقریر اور تحریر کے علاوہ مظاہروں کا سہارا بھی لیا گیا (مثلاً "اپوا" کے زیر اہتمام ۴ جولائی ۱۹۶۲ء کو اسمبلی کے سامنے خواتین کا اس مجوزہ بل کیخلاف مظاہرہ) یہ بل موافقت اور مخالفت کی بھرپور بحث اور تقریروں کے بعد رائے شماری کے نتیجے میں ۴ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو نامنظور ہو گیا۔

☆ بل تو نامنظور ہوا مگر اس نے موافق مخالف جذبات میں خوب شدت پیدا کی۔ جس کے نتائج ۱۹۶۴ء میں ہونے والے عام انتخابات پر بھی اثر انداز ہوئے۔ ان انتخابات میں متحدہ حزب اختلاف نے برسراقتدار آنے کی صورت میں عائلی قوانین کی تنسیخ کو بھی اپنے منشور میں شامل کر لیا۔ مسئلے کے سیاسی اثرات اور سرکاری اقدامات کے حوالے سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جنرل ایوب خان مرحوم کو غالباً عوامی رد عمل اور اسمبلی کے اندر اور باہر عائلی قوانین کی شدید مخالفت اور رد عمل میں اپنا سیاسی مستقبل مخدوش نظر آیا تو انہوں نے اپنے سابقہ جابرانہ موقف سے کچھ پسپائی اختیار کی اور اعلان کیا کہ "یہ قوانین نہ وحی آسمانی ہیں نہ حرف آخر۔ قومی نمائندے اگر چاہیں تو ان قوانین کو کثرت آراء سے منسوخ کر سکتے ہیں"--- پھر جب ۱۹۶۴ء کے عام انتخابات میں حزب اختلاف نے عائلی قوانین کی تنسیخ کو اپنے منشور میں شامل کر کے اسے اپنی انتخابی مہم میں ایک کارگر حربے کے طور پر استعمال کرنا چاہا۔ تو حکومت کی طرف سے بھی یہ تاثر دیا گیا کہ "مرکزی اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں ایک مسودہ قانون پیش کیا جائے گا جس کے ذریعے عائلی قوانین کی ان تمام دفعات کو جو اسلام سے متصادم ہیں کالعدم قرار دیا جائے گا۔"--- تاہم حکومت کی یہ پسپائی وقتی اور سیاسی ہی تھی الیکشن کے بعد عائلی قوانین جوں کے توں رہے۔

☆ ۱۹۶۴ء کے بعد ان قوانین پر بحث میں وہ گرما گرمی نہ رہی جس کی ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ غالباً ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ بھی تھی۔ جس نے بعض نئے موضوعات کو جنم دیا۔ جن کے سامنے یہ مسئلہ دب گیا۔ تاہم ۱۹۶۸ء میں جب صدر ایوب خان کے خلاف غم و غصہ کی لہر اٹھی اور سیاستدانوں نے عوام کے جذبات کو خوب بھڑکایا۔ تو حکومت کے خلاف اس تحریک میں دوسرے عوامل کے علاوہ "حکومت کے دامن پر عائلی قوانین کا الزام" بھی شامل تھا۔ جس کا اظہار تحریک کے دوران مختلف جلسوں میں سیاستدانوں کی طرف سے تقاریر میں کیا گیا۔ اگرچہ خود یہ سیاستدان اس مسئلے کے بارے میں مخلص نہ تھے بلکہ وہ تو "روٹی کپڑا اور مکان" کے نعرے کی طرح، اسے بھی صرف ایک کارڈ کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ تاہم شاید یہ کہنا نرا غلط نہیں ہوگا کہ پاکستان کی سیاسی زندگی میں جنرل ایوب خان مرحوم جیسے آمر کی مضبوط حکومت کے زوال میں عائلی قوانین کا بھی دخل ضرور تھا۔

☆ صدر ایوب خان والے آئین کے مطابق یکم اگست ۱۹۶۴ء کو "اسلامی مشاورتی کونسل" کا قیام عمل میں آیا۔ اس کونسل کے پہلے صدر جسٹس ابو صالح محمد اکرم تھے۔ ان کے بعد علامہ علاؤ الدین صدیقی، جسٹس حمود الرحمٰن، جسٹس محمد افضل چیمہ اور جسٹس تنزیل الرحمٰن صاحب یکے بعد دیگرے اس کے چیئرمین نامزد کئے گئے۔ ۱۹۷۳ء کے بھٹو مرحوم والے آئین کے تحت اس کونسل کا نام "اسلامی نظریاتی کونسل" کر دیا گیا۔ جس کے صدر ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتہ مقرر ہوئے تھے۔ اس کونسل (یا کونسلوں) کے اغراض و مقاصد میں یہ بات بھی شامل تھی کہ "وہ حکومت کو ان اسلامی امور سے متعلق مشورہ دے گی یا راہنمائی کرے گی جو حکومت کی طرف سے پوچھے جائیں گے۔"

☆ حکومت کی مذکورہ بالا پسپائی یا سیاسی لچک کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ عائلی قوانین کے بارے میں (جن میں یتیم پوتے کی وراثت کا زیر بحث مسئلہ بھی شامل تھا) حکومت کے ایماء پر کونسل نے اکتوبر ۱۹۶۴ء سے علامہ علاؤ الدین صدیقی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیر صدارت غور و خوض شروع کیا جو مارچ ۱۹۶۷ء تک جاری رہا اور دسمبر ۱۹۶۷ء میں کونسل نے اپنی سفارشات حکومت کو بھجوا دیں۔ اس کے بعد جنوری ۱۹۶۹ء میں (جب صدر ایوب خان کے خلاف تحریک شروع ہو گئی تھی) وزارت قانون کیطرف سے صدر پاکستان کے ایماء پر کونسل کو دوبارہ ہدایت کی گئی کہ وہ عائلی قوانین کی دفعہ نمبر ۴ (جس کا تعلق یتیم پوتے کی وراثت کے مسئلہ سے ہے) اور دفعہ نمبر ۶ (جو مسئلہ تعدد ازدواج سے متعلق ہے) پر دوبارہ غور کرکے رائے دے۔ کونسل نے اس سلسلے میں کاروائی مکمل کرکے ”ستمبر ۱۹۶۹ء میں اپنا جواب حکومت کو بھجوا دیا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ان (دونوں دفعہ کی) سفارشات میں کونسل نے خاص یتیم پوتے کی وراثت والی دفعہ نمبر (۴) کے معاملے میں کیا موقف اختیار کیا تھا۔ اس کے بعد تقریباً دس سال (جس میں ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کا دور بھی شامل تھا) اس مسئلے پر مکمل خاموشی رہی اور کسی مزید پیش رفت کے بغیر عائلی قوانین نافذ رہے۔

☆ ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل ضیاء الحق صاحب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ کر ملک پر مارشل لاء کے ذریعے مسلط ہوگئے۔ انہوں نے اگرچہ ملکی آئین کو روند ڈالا اور بعد میں ترامیم کے ذریعے اسے مسخ بھی کر دیا۔ تاہم انہوں نے ایوب خاب اور یحییٰ خان کی طرح آئین مطلقاً منسوخ نہیں کیا اور بہت سے آئینی ادارے کام کرتے رہے۔ ان اداروں مین سے ایک ”اسلامی نظریاتی کونسل“ بھی تھی۔

۱۵ نومبر ۱۹۷۸ء کو جنرل ضیاء الحق نے بطور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ”اسلامی نظریاتی کونسل“ کو ہدایت کی کہ وہ تمام عائلی قوانین (جس میں یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ بھی شامل تھا) کا ازسرنو جائزہ لیکر رپورٹ پیش کرے۔ اس حکم نامہ کے مطابق کونسل نے ۲۹ جنوری ۱۹۷۹ء سے ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء تک غور و خوض کرنے کے بعد اپنی سفارشات ۳۰ اپریل ۱۹۷۹ء کو حکومت کو پیش کر دیں۔ ہمیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم نہیں ہو سکا کہ اس دفعہ کونسل کی سفارشات کیا تھیں اور خصوصاً عائلی قوانین کی دفعہ نمبر ۴ (جس کا تعلق ہمارے موضوع سے ہے) کے بارے میں کونسل نے کیا موقف اختیار کیا--- لیکن اس عرصے میں ایک عجیب و غریب واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

☆ کونسل کی سفارشات وصول ہونے کے بعد وزارت قانون نے اپنے مراسلہ نمبر ۷۹/۲۲۸۹ مورخہ ۵ جنوری ۱۹۸۰ء کے ذریعے یہ سخت فیصلہ سنا دیا (یا سفارش کردی) کہ عائلی قوانین مجریہ ۱۹۶۱ء تمام کے تمام قرآن و سنت کے منافی ہیں لہذا ان کو مکمل طور پر منسوخ کر دینا چاہئے۔ مراسلہ کی عبارت یوں ہے:

The Muslim family laws ordinance of 1961 is utterly un-Islamic. It is against the Holy Quran and Sunnah. It has dared to amend the Quranic Law to the extent of IRTIDAD and its existence is a slur, a Blot on the religion, the name of Islam and our Islamic country. Such a legislation or even its name need not be protected. Let us clean this blot altogater by its total REPEAL.

یعنی "مسلم عائلی قوانین تمام کے تمام غیر اسلامی ہیں۔ یہ کتاب و سنت کے منافی ہیں۔ ان کے ذریعے ارتداد کی حد تک قرآنی قوانین میں ترمیم کی جسارت کی گئی ہے اور ان قوانین کا وجود مذہب اسلام اور ہمارے اسلامی ملک کے دامن پر ایک داغ اور (اسلام کے شفاف چہرے پر) ایک سیاہ دھبہ ہیں۔ ان قوانین کا نام و نشان بھی مٹا دینا چاہئے اور ان کو کاملاً منسوخ کر کے اس داغ کو صاف کر دینا چاہئے۔"

☆ وزارت قانون کے اس مراسلہ پر اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ کراچی (۱۷، ۱۸ جون ۱۹۸۰ء) میں غور کیا اور یہ قرارداد منظور کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اگرچہ اسلامی نظریاتی کونسل نے قبل ازیں مسلم عائلی قوانین میں ترامیم تجویز کی تھیں مگر وزارت امور مذہبی اور وزارت قانون دونوں کا خیال ہے کہ اس قانون کو سرے سے ختم کر دیا جائے۔ کونسل کو اس اقدام پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تاہم کونسل کے تین اراکین بشمول خاتون رکن اس قانون کو مکمل ختم کرنے کی تجویز سے متفق نہیں ہیں اور وہ کونسل کی تجویز کردہ ترامیم کے حق میں ہیں۔"

ہمیں معلوم نہیں کہ کونسل نے عائلی قوانین کی دفعہ نمبر ۴ (جو یتیم پوتے پوتی کی وراثت سے متعلق ہے) میں بھی کوئی ترمیم تجویز کی تھی یا نہیں اور اگر کی تھی تو وہ کس نوعیت کی تھی--- تاہم کونسل نے جب وزارت قانون اور مذہبی امور کو مذکورہ بالا فیصلے سے اتفاق کر لیا۔ تو اس کے بعد کونسل کی اپنی ترمیمی تجاویز کی ویسے بھی کچھ حیثیت باقی نہ رہی۔

☆ اس کے بعد ۲۲ ستمبر ۱۹۸۱ء کو کونسل نے ازخود یہ سفارش پیش کی کہ مسلم پرسنل لاء (عائلی قوانین) کو بھی وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار (سماعت) میں شامل کر دیا جانا چاہئے کیونکہ کونسل کی سابقہ سفارشات پر بھی عملدرآمد نہیں ہو سکا (اور وزارت قانون کی سفارش یا فیصلے کو بھی نافذ یا قبول نہیں کیا گیا تھا) اگر یہ قوانین اس عدالت کے دائرہ اختیار میں دیدیئے جائیں تو عدالتی فیصلوں کا نفاذ لازمی ہوگا" کونسل کی طرف سے یہ سفارش ۲۶ ستمبر ۱۹۸۱ء کو وزارت امور مذہبی کے توسط سے صدر مملکت کو بھیجی گئی۔

اس سفارش کے بعد وزارت امور مذہبی نے کونسل کو مطلع کیا کہ "مسلم پرنسل لاء کو وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سماعت میں لانے کی تجویز پر کابینہ کے اجلاس منعقدہ ۱۵ مارچ ۱۹۸۲ء میں غور کیا گیا۔ لیکن کابینہ نے کونسل کی اس سفارش کو منظور نہیں کیا۔"

☆ اس طرح ایک مارشل لاء کے نافذ کردہ اور دوسرے مارشل لاء کے تحفظ دادہ یہ قوانین جوں کے توں نافذ رہے اور آج تک نافذ ہیں۔ اگرچہ اس کے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی بعض دینی حلقوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً ان قوانین کو منسوخ کرنے یا کم از کم ان کو وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار میں لانے کا مطالبہ کیا جاتا رہا (۲) لیکن جنرل ضیاء الحق صاحب نے پہلے جرنیلوں اور غیر جرنیل حکمرانوں کی نسبت مزید پکا کام کر دیا۔ یعنی قوانین کو آئینی تحفظ دے دیا کہ اب آئین میں ترمیم کئے بغیر ان کے بارے میں کوئی مطالبات تسلیم نہیں کئے جا سکتے۔

☆ اس سلسلے میں سب سے زیادہ تعجب انگیز بلکہ ناقبل فہم سی بات یہ ہے کہ جب وزارت قانون نے ۱۵ جنوری ۱۹۸۰ء کو ان قونین کو ارتداد کی حد تک قرآن میں تحریف' خلاف کتاب و سنت اور اسلام کے روشن چہرے پر ایک سیاہ دھبہ قرار دیدیا تو سرکاری سطح پر اس فیصلے کے باوجود ان قوانین کو کالعدم کیوں نہ کر دیا گیا۔ جبکہ اسلامی نظریاتی کونسل بھی اس فیصلہ پر صاد کر چکی تھی۔ ان عوامل و محرکات کا کچھ پتہ نہیں چلتا جو آخری مرحلے پر مانع ثابت ہوئے۔ حالانکہ بظاہر جنرل ضیاء الحق کے دور میں یہ کام بآسانی سرانجام پا سکتا تھا یا کم از کم نظریاتی کونسل کی ترامیم ہی قبول کی جا سکتی تھیں۔ ایسا کیوں نہ ہوا؟

☆ اسلامی نظریاتی کونسل کے اس وقت کے چیئرمین جسٹس تنزیل الرحمٰن صاحب نے اس پر یہ رائے ظاہر کی تھی کہ "ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت غالباً خواتین کے ایک طبقہ کی طرف سے مخالفت کے اندیشہ کے پیش نظر مسلم عائلی قوانین مجریہ ۱۹۶۱ء (جن کی دفعہ نمبر ۴ یتیم پوتے سے متعلق ہے) کے بارے میں کونسل یا وزارت قانون کی سفارشات پر عمل پیرا نہ ہو سکی۔"

پروفیسر قاری محمد طاہر صاحب کا خیال ہے کہ "جنرل صاحب اتنے کمزور اعصاب کے آدمی نہیں تھے اور حالات پر بھی ان کی مضبوط گرفت تھی۔ ان کے اس قانون کو ختم نہ کرنے کا محرک صرف ایک ہی تھا یعنی وزارت قانون اور بعض دیگر حکومتی حلقوں کا انتہائی غیر ذمہ دارانہ رویہ--- اور ہر بات میں حکومت وقت کی ہاں میں ہاں ملانے کی مذموم روش--- عائلی قوانین ۱۹۶۱ء میں نافذ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے۔ ان کے نفاذ کے وقت اور اس کے بعد بھی حکومتی حلقوں کی طرف سے ان قوانین کے حق میں دلائل دیئے جاتے رہے اور ان قوانین کو اسلام کے موافق اور پاکستانی قوم کے انتہائی مفاد میں قرار دیا گیا۔ سرکاری سرپرستی میں چلنے والے اخبارات اور جرائد نے ان قوانین کو حکومت کا بہت بڑا اسلامی اور انقلابی کارنامہ بنا کر پیش کیا۔ بعض علماء بھی حکومت کے اس اقدام پر تحسین آمیز تقاریر کرتے رہے اور مضامین لکھتے رہے---- لیکن جنرل ضیاء الحق کی حکومت میں معاملہ بالکل برعکس ہو گیا۔ وہی وزارت قانون جس نے ۱۹۶۱ء میں ان قوانین کے (صدارتی حکم کے تحت اجراء کا اعلان کیا تھا۔ اسی وزارت نے ۱۹۸۰ء میں قوانین کو ارتداد کی حد تک اسلام' قرآن اور سنت کے مخالفت قرار دے دیا-- آخر ایسا کیوں ہوا؟

☆ اس کی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ یہ لوگ "بینگن" کی بجائے "صاحب" کے غلام ثابت ہوئے۔ ۱۹۶۱ء میں جنرل ایوب خان برسر اقتدار تھے اور وہ ان قوانین کو اسلامی سمجھتے تھے (یا ان کے ذہن میں یہ بات ڈال دی گئی تھی) اور وہ ان قوانین کو نافذ کرنا چاہتے تھے تو اقتدار کی ساری ایجنسیاں ان کے حق میں راگ الاپنے لگیں۔ ۱۹۸۰ء یں اقتدار جنرل ضیاء الحق کے پاس تھا۔ ان کی ارکان اسلام کے ساتھ محبت کے مظاہر' علماء کی قدردانی کی پالیسی اور اسلامی نفاذ کے جذبے کا اظہار ڈھکی چھپی بات نہ تھی۔ لہذا اب حکومتی اداروں نے بھی وہی روپ دھار لیا۔ اور "جو تھا ناخوب بتدریج--- بلکہ اچانک ہی وہی خوب ہوا"--- غالباً جرنیل صاحب اس "نکص علی اعقاب" یا Right about turn سے چڑ گئے۔ یا محتاط ہوگئے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض علماء کی تضاد بیانی اور حسب موقع اپنا موقف بدل لینا بھی اس کا سبب بنا ہو۔ جس کی اس زمانے میں مثالیں ملتی ہیں۔

☆ تاہم جنرل ضیاء الحق کا ان قوانین کو وفاقی شرعی عدالت کے بھی دائرہ اختیار سے باہر رکھ کر ان کو آئینی تحفظ دلانے کی کوئی توجیہہ نہیں کی جا سکتی۔ کیا وہ بھی اپنے اوپر "بنیاد پرستی" کا الزام نہیں لینا چاہتے تھے؟ کیا وہ اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذات یا اپنی حکومت کے بعض ظاہری اور باطنی تضادات کے دباؤ کا شکار تھے؟

کیا ان کو اپنی ہی قائم کردہ وفاقی شرعی عدالت پر اعتماد نہیں تھا؟ اور اسی لئے انہوں نے عائلی قوانین کے علاوہ بعض اور چیزیں (مثلاً مالی امور) بھی اس عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر رکھے تھے۔

ان سوالوں کا جواب تو اب "واللہ اعلم بالصواب" ہی ہے۔ کیونکہ نیتوں کا علم تو صرف اللہ تعالی کو ہی ہے۔ البتہ جس طرح اللہ تعالی اپنی قدرتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح آدمی بھی بڑی حد تک اپنی عادتوں اور حرکتوں سے پہچانا جاتا ہے۔

بہرحال یہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے ہمارے موضوع سے متعلق تو اس سارے قصے میں یہ بات ہے کہ یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ ۱۹۵۳ء میں پہلی دفعہ سیاست میں لایا گیا۔ پھر ۱۹۵۵ء میں وہ دوبارہ دینی اور علمی سے زیادہ سیاسی مسئلہ بنا لیا گیا اور اسے ایک دوسرے اہم سیاسی مسئلہ (عائلی قوانین) کے ساتھ شامل کر دیا گیا اور ۱۹۶۱ء میں قانون بن جانے کے بعد سے وہ ایک سیاسی موضوع ہی چلا آیا ہے۔ لیکن ہم اپنی بحث میں اسے علمی اور فقہی نقطہ نظر سے ہی دیکھتے چلے آئے ہیں اور اسی پہلو سے اس کی موجودہ قانونی حیثیت پر مبصرانہ نگاہ ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں کہ آخر کار تو وہ دینی مسئلہ ہی ہے۔

☆ عائلی قوانین کی دفعہ نمبر ۴ میں اسے جن الفاظ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے اس کی اصل انگریزی عبارت اور اس کا مستند قانونی اردو ترجمہ ہم ابھی اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اب ہم اس دفعہ پر اس نقطہ نظر سے بات کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس دفعہ کے یہ الفاظ عبارت کہاں سے لئے گئے ہیں--- اس کی انشاء (Drafting) کے پیچھے کس کا ذہن کام کر رہا تھا--- اور قرآن و سنت کی روشنی میں قانون کے ان الفاظ کے مضمرات کیا ہیں؟

آیئے ذرا درج ذیل عبارت پر نظر ڈالئے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مورث کا کوئی ایسا نسبی رشتہ دار جو اس کے ترکہ میں سے اس کی وفات کے بعد حصہ پاتا لیکن جو مورث کی وفات سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ اسکی جگہ اس کا قریب ترین نسبی رشتہ دار لے گا اور مورث کی وفات کے وقت وہی حصہ پائے گا جو اس فوت شدہ کو ملتا"--- یہ عبارت طلوع اسلام اپریل ۱۹۵۴ء صفحہ ۵۸ سے لی گئی ہے اور یہ دسمبر ۱۹۵۳ء میں محمد اقبال چیمہ ایم ایل اے کی طرف سے پنجاب اسمبلی میں پیش کردہ ترمیمی بل کے مسودہ میں (جس پر مقالہ کے ضمیمہ الف میں مفصل بات ہوئی تھی) مزید ترمیم کے لئے تجویز کی گئی تھی یعنی "طلوع اسلام" کے نزدیک چیمہ صاحب کا مجوزہ ترمیمی بل ان کے الفاظ اور اس عبارت کے ساتھ پیش ہونا چاہئے تھا۔ طلوع اسلام والوں کے اس بدلتے ہوئے موقف اور وراثت میں قائم مقامی کو صرف "نسبی رشتہ داروں" تک محدود کرنے کے صریحاً خلاف قرآن اور محض جاہلانہ تحکم ہونے پر بھی ہم نے اپنے مقالہ میں مختصراً تنقید کی تھی (دیکھئے کتاب کے دوسرے حصے میں باب پنجم کے آخر پر صفحہ ۱۱۹' حاشیہ ۱۴) لیکن اب ذرا تفصیل کے ساتھ بات کرنا ضروری ہوتا ہے۔

☆ آپ اس عبارت کا عائلی قوانین کی دفعہ نمبر ۴ کی عبارت سے آمنے سامنے لکھ کر موازنہ کیجئے۔ ایک ہی مفہوم بلکہ الفاظ بھی قریباً یکساں ہیں۔ یہاں کسی "نسبی رشتہ دار" کا مورث سے پہلے فوت ہو جانا بیان ہوا ہے۔ جبکہ قانون کی دفعہ نمبر ۴ میں "مورث کے کسی بیٹے یا بیٹی کی موت" کے الفاظ ہیں۔ اسی طرح اس عبارت میں وراثت کے آگے "مورث کے قریب ترین نسبی رشتہ دار" کو منتقل ہونے کی بات کی گئی ہے جبکہ دفعہ نمبر ۴ "بیٹا بیٹی" اور آگے "ان کی اولاد" کے لفظ لائے گئے ہیں اس لئے کہ "نسبی رشتہ دار" میں بھی ایک ابہام تھا اس میں تو پھر "ماں اور باپ" بھی آتے تھے اور یہ پھر وہی ناممکن العمل قائم مقامی کی ایک صورت ہوتی اس لئے وزات قانون کے باہر ڈرافٹ نویسوں نے "بیٹا بیٹی" اور "اولاد" کے الفاظ ڈال کر بات صاف کر دی۔ باقی مضمون یکساں ہے۔ گویا دفعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر ۴ کی عبارت دراصل متجددین کے علمبردار ادارہ طلوع اسلام ہی کی تجویز کردہ ہے--- یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ دفعہ نمبر ۴ کی اصل انگریزی نص (قانونی عبارت) میں "مورث" کے لئے لفظ "Prositus" استعمال ہوا ہے جس کے قانونی معنی صرف "نسبی مورث" کے ہیں۔ ڈکشنری میں قانونی اصطلاح کے طور پر اس کے معنی یوں بیان ہوئے ہیں۔

"The person from whom a line of descent is derived on a genealogical table."

قرآنی قانون وراثت کے مطابق تو "وارث" کی طرح "مورث" بھی چھ افراد یا رشتہ دار ہو سکے ہیں یعنی "ماں' باپ' خاوند' بیوی' بیٹا اور بیٹی" یہ سب وراثت لیتے بھی ہیں اور ان سب سے وراثت ملتی بھی ہے۔ یہ قرآن کی رو سے بنیادی وارث اور مورث ہیں ان کا تعلق باہم متبادل (Reciprocal) یا (Counterpart) کا سا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہے تو اسے وراث بننے سے اور اگر "متوفی" ہے تو اسے مورث (وراثت دینے والا) بننے سے قانوناً روکا نہیں جاسکتا۔ مورث کے ان شرعی معنی سے بچنے کے لئے لفظ Propositus لایا گیا اور پھر مزید تاکید کے لئے وارثوں میں صرف بیٹا یا بیٹی کا ذکر کر دیا گیا۔ گویا وہی "نسبی رشتہ دار" کو ہی مورث اور اسی کو وارث بنایا گیا ہے۔ صرف لفظ دوسرے ہیں اور ساتھ تاکیداً "Per stirpes" کے لفظ لائے گئے ہیں جس کے معنی ہیں "for each line of descent" یا زیادہ قانونی مفہوم کے مطابق for each one from which a family is descended گویا ہر طرف سے "نسب" پر ہی زور ہے۔

☆ یوں ہم دیکھتے ہیں کہ عائلی قوانین کی دفعہ نمبر ۴ کی عبارت کی اصل وہی طلوع اسلام والی مجوزہ عبارت ہے۔ اور اسی لئے تو طلوع اسلام نے اپنے اپریل ۱۹۶۱ء والے کنونشن کو۔ عائلی قوانین کے نفاذ پر جشن فتح کے طور پر منایا تھا۔ ادارہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اس وقت کے سربراہ غلام احمد پرویز صاحب کے کنونشن سے خطاب کے حسب ذیل الفاظ قابل غور ہیں: ''برادران گرامی! کس قدر جواں بخت ہے یہ ہمارا دور جس میں چودہ سو سال کے بعد رجعت الی القرآن کی صدائے جمیل نے فضاء میں حسین ارتعاش پیدا کیا۔ کس قدر خوش نصیب ہے یہ خطہ پاک جسے ان آسمانی قوانین کا گہوارہ بننے کی سعادت نصیب ہوئی اور کس قدر مستحق تبریک و تہنیت ہے وہ ثریا بخت مملکت جس نے دنیا میں پھر سے قرآن کی آواز بلند کی ہے۔ الخ'' (دیکھئے طلوع اسلام مئی جون ۱۹۶۱ء صفحہ ۵۴) پرویز صاحب کی یہ تحریر (جسے آپ قلبہ گوئی کہیں یا پرشکوہ اسلوب) بہرحال ایک تو اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ پرویز صاحب کا اہل علم ہونا متنازعہ فیہ ہو سکتا ہے ان کے اہل قلم ہونے کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرے یہ عبارت ان کی اس بے پایاں مسرت پر دال ہے جو ان کو عائلی قوانین (اور خصوصاً اس کی دفعہ ۴) کے حسب مرضی نفاذ سے ہوئی تھی۔

☆ اب یہاں اس نقطہ پر توجہ مرکوز کرنا ضروری ہے کہ کیا طلوع اسلام (یا اسکے بانی مبانی پرویز صاحب) ''یتیم پوتے کی وراثت کے مسئلہ'' پر شروع سے یہی رائے رکھتے تھے جو انہوں نے اقبال چیمہ صاحب کے ''مجوزہ'' ترمیمی بل کے مسودہ کی اصلاح کیلئے پیش کی تھی اور جسے عائلی قوانین کی دفعہ نمبر ۴ میں قانونی شکل دیئے جانے پر ان کے اندر خوشی سے لڈو پھوٹنے لگے تھے۔ اس کے لئے ہمیں ایک دفعہ پھر اس قضیئے پر ۱۹۱۷ء سے اب تک کے بعد مراحل کو خاص اس پہلو سے یعنی اپنے موقف پر ثابت قدم رہنے یا نہ رہنے کے نقطہ نظر سے دیکھنا پڑے گا۔ کیونکہ ویسے تو ہم اس داستان کا کچھ حصہ اصل مقالہ میں اور باقی اس ضمیمہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔

☆ ہم مقالہ کے پہلے حصے میں مسئلہ کے ''قدیم پہلو'' کے ضمن میں فقہائے متقدمین (سنی شیعہ ہر دو) کا حیرت انگیز حد تک متفقہ اور مجمع علیہ موقف بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی بیان کر چکے ہیں (مقالہ کے حصہ دوم میں) کہ اس موقف کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنیادی وجہ "قرآنی قانون وراثت میں نظریہ نیابت (قائم مقامی) کا ناممکن العمل ہونا" ہے۔ ہمارے علماء اس مسئلہ پر سلف سے خلف تک کامل اتفاق " کی بات تو کرتے تھے مگر اس " اتفاق " اور اجماع کی بنیادی وجہ بیان کرنے سے قاصر رہے یا یہ بات ان کے ذہن میں نہیں آئی۔ بہرحال جب یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ متنازعہ فیہ بنا دیا گیا (جس کی ابتداء ۱۹۱۷ء سے ہوئی اور جس میں روز ۱۹۴۸ء کے بعد سے آگیا تھا) تو بعض اہل علم کے ذہن میں یہ بات (متفقہ موقف کی بنیاد ڈالی) آئی جس کا تقریر اور تحریر میں بھی ذکر ہوا اور جس سے استفادہ کرتے ہوئے ہم مقالہ کے حصہ دوم (باب پنجم) میں بالتفصیل بحث کر چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے علماء کے موقف کی بنیاد مستحکم تھی۔ اسی لئے ان کو اس میں کسی ترمیم یا تبدیلی کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی --- اگر قرآن کا قانون وراثت برحق ہے تو اس کے نفاذ کے نتیجے میں یہ (محجوب الارث والا) بھی برحق اور اٹل ہے۔

اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ متجددین کا موقف اس بارے میں بدلتا رہا ہے۔ بلکہ قلابازیاں کھاتے رہے ہیں۔ اس بارے میں ان کا سارا سرمایہ مولانا اسلم جیراجپوری صاحب کا مقالہ "محجوب الارث" تھا جو خود خواجہ احمد الدین امرتسری مرحوم کے مجموعہ رسائل "الوراثة فی القران" سے ماخوذ تھا۔ جیراجپوری نے یتیم پوتے کے مسئلہ کے حل کے لئے اپنے مقالہ میں اقربیت کا نیا مفہوم پیش کیا تھا (جو ہمارے مقالہ میں زیر بحث آچکا ہے) ان کے اس نظریہ اقربیت میں اور اس کی تعبیر و توضیح میں (جس طرح اسے طلوع اسلام نے پیش کیا) دو باتیں بڑے واضح اور نمایاں ہو کر سامنے آئیں۔

(۱) "یتیم پوتا (یعنی بھتیجا) اپنے چچا کا بھائی بن کر اپنے باپ کا حصہ بطور وراثت لے سکتا ہے۔" (دیکھئے مقالہ کا حصہ دوم باب دوم کی فصل اول بحوالہ تین اہم مسائل صفحہ ۱۸۵)

(۲) "مردوں کے حصے (وراثت میں) نہیں نکالے جاتے۔ یتیم پوتے (بھتیجے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو براہ راست اپنا حصہ ملتا ہے (بھائی بن کر) نہ کہ اس کے متوفی باپ کا حصہ" (دیکھئے مقالہ کا مندرجہ بالا (حصہ دوم کے باب دوم والا) حصہ بحوالہ تین اہم سال صفحہ ۱۵۷۔ ۱۵۶۔

لیکن جونہی صرف ایک چچا اور ایک بھتیجا (یتیم پوتا) کی بجائے جیراجپوری صاحب کے اس قاعدہ اقربیت کے مطابق ایک چچا یا زیادہ چچاؤں کے ساتھ متعدد بھتیجوں اور بھتیجیوں کا تصور سامنے آیا (جو کوئی نادر الوقوع چیز بھی نہیں) تو اس "اجتہاد نو" کی غلطی بلکہ لغویت اور نامعقولیت واضح ہوگئی (۳) (دیکھئے اصل مقالہ کے حصہ دوم کے باب دوم کی فصل اول کا آخری حصہ) چنانچہ متجددین کے اس وقت کے قائد و سربراہ جناب پرویز صاحب بھی اسے سمجھ گئے تھے۔ (اگرچہ جان لینے کے باوجود ظاہراً مان لینے سے گریز کیا)۔ اسی لئے انہوں نے چوہدری محمد اقبال چیمہ والے مجوزہ ترمیمی بل کی تعریف کے پل باندھنے کے باوجود چیمہ صاحب کے مسودہ میں (جس پر ہم نے مقالہ کے ضمیمہ الف میں بات کی ہے) وہ ترمیم پیش کی جو ہم نے ابھی اوپر طلوع اسلام اپریل ۵۴ء کے حوالے سے بیان کر دی اور جو بعد میں عائلی قوانین کی دفعہ نمبر ۴ کی بنیاد بنی۔ حالانکہ مولانا اسلم جیراجپوری صاحب کے جس نظریہ اقربیت کے تختے پر کھڑے ہو کر قائد تجدد اپنا قد (Image) بلند کر رہے تھے اس کے مطابق تو یہ ترمیم یوں پیش کرنی چاہیے تھی--- کہ "مورث کا کوئی ایسا پوتا پوتے یا پوتی پوتیاں جس کا باپ / جنکے باپ مورث کی زندگی میں فوت ہوگئے ہوں تو ان کو اپنے چچا / چچاؤں کا بھائی بہن سمجھ کر مورث کی وراثت تقسیم کی جائے گی۔" اگر عائلی قوانین میں بھی اس طرح کی قانون سازی ہو جاتی تو پھر پتہ چلتا کہ وکلاء اور عدالتوں کے جج کس طرح سر پکڑ کر بیٹھے نظر آتے۔

خیال رہے کہ جیراجپوری صاحب کے اعتراضات چونکہ حنفی فقہ فرائض پر ہی تھے اس لئے انہوں نے یتیم نواسے یا نواسی (یعنی ماں کی طرف سے یتیم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ماموں کے ساتھ بھائی بہن بنا کر حصہ دینے کی بات نہیں کی تھی (جو عملاً تو شیعہ فقہ فرائض کا مسئلہ ہے اگرچہ حنفی فقہ میں بھی ان کا درجہ بعد میں بطور اولوالارحام آتا ہے)--- ورنہ اگر اس مجوزہ ترمیم میں یتیم بھتیجوں' بھتیجیوں کو بھائی بہن بنانے کے ساتھ مرنے والی بہن کی اولاد کو بھی زندہ رہ جانے والے ماموں کے ساتھ بھائی بہن بنا دیا جاتا جو اس نئے نظریہ اقربیت کا لازمی نتیجہ بنتا ہے۔ تو کیا ہوتا اس کی دو مثالیں ہم مقالے کے دوسرے حصے کے باب دوم کے آخر میں بیان کر آئے ہیں--- پنجاب مقننہ کی طبع کردہ آراء میں اس نامعقول نظریہ کی کچھ مزید مثالیں بھی دی گئی تھیں جن کے حوالے ہمارے مقالے کے حصہ دوم کے باب دوم کی فصل دوم میں بھی دیئے گئے ہیں۔

☆ بہر حال اپنے اس مایہ ناز نظریہ اقربیت میں پوشیدہ مغالطہ کی حقیقت اور نامعقولیت ظاہر ہو جانے پر متجددین (یا طلوع اسلام) کو اپنا یہ نظریہ ترمیمی بل میں پیش کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ یہ پہلی قلابازی تھی کہ اپنا بہت تشہیر دادہ موقف بدل لیا۔

یہاں برسبیل تذکرہ یہ بات بھی قابل ذکر بلکہ باعث تعجب ہے کہ جب عائلی قوانین بن گئے اور اس کی دفعہ نمبر ۴ والا قانون خود طلوع اسلام ہی کی مذکورہ بالا مجوزہ ترمیم کے مطابق ہی تھا اور اسی قانون کی متجددین حضرات مدح سرائی بھی کر چکے تھے۔ لیکن جب مارچ ۱۹۸۶ء میں بعض علماء نے عائلی قوانین کے خلاف قرآن و اسلام ہونے کے مسئلہ کو دوبارہ چھیڑ دیا۔ تو ادارہ طلوع اسلام نے اپنے اپریل ۱۹۸۶ء کے شمارہ میں ان علماء پر سوقیانہ طعن و تشنیع کی (اگر پرویز صاحب مرحوم زندہ ہوتے تو غالباً وہ اپنی تحریر کا وقار یوں نہ گنواتے)۔ اس شمارے میں صورت مسئلہ سمجھانے کے لئے پھر وہی مولانا جیراجپوری صاحب کے مقالہ "محجوب الارث" والی مثالیں اور وہی نیا نظریہ اقربیت (پچھلی فائلوں سے نکال کر) دوبارہ نقل کر دیا گیا۔ حالانکہ یہ لوگ ایوب خانی قانون کو تسلیم کر کے خود ہی اپنی اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہلدی کی گرہ" کو نامعقول سمجھ کر پرے پھینک چکے تھے۔ پھر اس متروک اور نامعقول بحث کو دوبارہ درمیان میں لانے کا کیا فائدہ؟

☆ دوسری طرف پنجاب مقننہ کی طبع کردہ پبلک آراء کے سامنے آنے پر طلوع اسلام والوں کو نظریہ قائم مقامی کے قرآنی قانون وراثت میں ناقابل عمل ہونے کی بھی سمجھ آگئی (اس نظریہ قائم مقامی پر بھی مقالہ کے دوسرے حصے میں۔ باب دوم کی فصل دوم میں مفصل بحث ہو چکی ہے) تو وہ اپنے علی الاعلان بیان کردہ موقف "کہ سن رکھیے مردوں کے حصے نہیں نکالے جایا کرتے۔" (دیکھیے مقالہ کے حصہ دوم کی فصل اول بحوالہ تین اہم مسائل ۷۵-۲۵۶) سے بھی منحرف ہوگئے۔ یہ دوسری قلابازی تھی کہ "فوت شدہ کا حصہ ("جو اس فوت شدہ کو ملتا") نکالنے پر بھی آمادہ ہوگئے۔

☆ اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ کہ قرآن کریم کے بنیادی چھ وارثوں (ماں باپ بیوی خاوند' بیٹی' بیٹا) میں سے حق وراثت میاں بیوی سے بلکہ عملاً والدین سے بھی چھین لینے پر آمادہ ہوگئے اور حق وراثت کو صرف نسبی رشتہ داروں (بیٹا بیٹی) تک محدود کر دیا (کیونکہ قائم مقامی صرف اسی صورت میں چل سکتی ہے) یہ قرآن حکیم کے قانون وراثت بلکہ اصول وراثت ہی سے صریح بغاوت ہے" ہم نے مقالے میں بھی اس خودرایانہ اور جاہلانہ تحکم پر تنقید کی تھی (دیکھیے مقالہ کے دوسرے حصے کے باب پنجم کا آخری حصہ)۔ قرآن کریم میں تو ہے کہ "مما ترك الوالدان والاقربون" (النساء/۷) کہ وراثت ماں باپ سے بھی ملے گی اور بعض دوسرے قریبی (الاقربون) رشتہ داروں (مثلاً بیوی خاوند بیٹا' بیٹی) سے بھی --- طلوع اسلام کی نسبی رشتہ داروں والی تجویز (اور پھر اسی پر مبنی عائلی قوانین کی دفعہ نمبر ۴) کے مطابق تو وراثت دینے کا حق صرف والدین کی طرف سے تسلیم کیا گیا ہے۔ "الاقربون" (جن میں خاوند اور بیوی لازماً شامل ہیں) سے وراثت پانے کے قرآنی حق کا ہی انکار کر دیا گیا ہے"۔ "قرآنی فکر" کی یہ کون

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سی قسم ہے؟ کاش کہ اپنے مخالف علماء کو "منکرین قرآن" کہنے والے (دیکھئے مقتدرہ پنجاب کی پبلک آراء میں طلوع اسلام کے پیش کردہ مضمون میں صفحہ ۵ پر عنوان "منکرین قرآن کی طرف سے جواب") اپنے گریبان مین بھی جھانک کر دیکھ لیتے۔ اتنی سی بات کو تو آیات میراث کا ترجمہ جاننے والا بھی سمجھ سکتا ہے اس کے لئے مفکر قرآن ہونا بھی ضروری نہیں۔

☆ میاں بیوی کا وراثت میں حصہ تو قرآن کریم کا اتنا واضح حکم ہے کہ اس کو ترک کرنے کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی۔ اسی لئے اہل سنت زوجین کو ذی الفروض میں رکھ کر سب سے پہلے ان کا حصہ نکالتے ہیں اور اسی لئے فقہ جعفری میں زوجین کوطبقات ورثاء سے الگ رکھا گیا ہے کہ زوجین ہر طبقہ کے ساتھ وراثت پائیں گے وہ کبھی محجوب نہیں ہو سکتے۔

☆ وراثت کو نسبتی رشتہ داروں تک محدود کرنا اور مرنے والے کی بیوہ کو بھی اس سے محروم کرنا تو ایک لحاظ سے ہندو رواجی قانون وراثت سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ ہندو قانون کے مطابق بھی بیوہ (خاوند کی اولاد نرینہ نہ ہونے کی صورت میں) "تاحیات" اپنے مرنے والے خاوند کی جائیداد کی مالک متصور ہوتی ہے البتہ وہ اسے کہیں منتقل نہیں کر سکتی۔ باقی تصرفات (ٹھیکہ 'کرایہ' مزارعت وغیرہ) کا اسے حق ہوتا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد وہی جائداد اس کے مرنے والے خاوند کے "نسبی رشتہ داروں" کی طرف لوٹ آتی ہے ہندوؤں میں چونکہ بیوہ دوبارہ شادی نہیں کر سکتی اس لئے ان کے ہاں بیوہ کا یہ حق "تاحیات" کے ساتھ مقید ہے۔ مسلمانوں کے جن علاقوں میں انگریزوں نے رواجی ہندوانہ قانون اپنانے کی اجازت دے دی تھی (یا جہاں خود مسلمانوں نے شریعت کے مقابلے پر رواجی (ہندو) قانون کو ترجیح دیکر اختیار کیا تھا) وہاں بھی مسلمان بیوہ (خاوند کی اولاد نرینہ نہ ہونے کی صورت میں) تا "نکاح ثانی" اپنے مرحوم خاوند کی جائیداد کی مالک اور بیع و انتقال کے سوا تمام تصرفات کی حقدار سمجھی جاتی تھی۔ خیال رہے کہ قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریم کے مطابق تو بے اولاد بیوہ بھی اپنے خاوند سے وراثت کی لازماً حقدار ہے۔

☆ امریکہ میں (بہت سے یورپی ممالک کی طرح) الگ قانون وراثت نہیں ہے بلکہ یہ مورث کی وصیت پر منحصر ہے۔ وہاں اگر کوئی آدمی بغیر وصیت کئے مر جائے تو حکومت ہی اس کی ساری جائیداد کی وارث ہوتی ہے۔ البتہ حکومت کے قبضہ کرلینے کے بعد مرنے والے کی صرف بیوہ (جس کے حق میں وصیت بھی نہیں ہو سکی تھی) اپنا کچھ حصہ حکومت سے طلب کر سکتی ہے اور اسے کچھ نہ کچھ مل بھی جاتا ہے مگر مرنے والے کا دوسرا کوئی عزیز (اولاد بھی) وصیت کے بغیر حکومت سے کچھ نہیں لے سکتا۔

ہمارا یہ دو مثالیں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی کا تعلق جس مودت اور رحمت پر مبنی ہے اسے ہندو رواج اور امریکی قانون تک نے تسلیم کیا ہے-- مگر محض بات کی پچ کی خاطر اور ایک Issue پر شکست سے بچنے کے لئے یہ "مفکرین قرآن" اپنی "فکر قرآنی" کی ناک پر بھی ضد اور جہالت کا استرا چلا دینے سے نہیں جھجکے۔

☆ دنیا کا کوئی غیر مسلم (یہودی عیسائی وغیرہ) عربی دان بھی قرآن کریم کا مطالعہ کرے تو وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا کہ "یہ کتاب بیک وقت والدین زوجین اور اولاد (بیٹا بیٹی) کو لازماً وارث بناتی ہے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی (بوقت تقسیم وراثت زندہ ہوتے ہوئے) کسی طرح محروم نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کی نظیر ادیان عالم اور انسانی (وضعی) قوانین میں کہیں نہیں ملتی اور اس لئے Von Kremer نے اسلامی قانونی وراثت کو اسلامی قوانین کی Supremely Original Branch قرار دیا تھا (دیکھئے مقالہ کی "تمہید)

اور حالت یہ ہے کہ خود " مفکرین قرآن" اس عظیم و بے مثل قانون کی اسی "Originality" کو ختم کرکے اسے ہندوانہ رواجی قانون کی سطح پر لے آنے پر آمادہ ہوگئے (صرف اس فرق کے ساتھ کہ نسبی رشتہ داروں میں بیٹا بیٹی دونوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو (قرآن کے مطابق) شامل کر لیا جائے جبکہ ہندو قانون میں صرف بیٹا وراثت پاتا بیٹی نہیں) کیا قرآنی قانون وراثت بس اتنا ہی ہے کہ بیٹے کے ساتھ بیٹی بھی حصہ لے گی۔ آگے والدین اور زوجین کا ذکر ہی نہیں ہے؟ یا للعجب!

☆ اور پھر قرآن کریم کے اس قانون وراثت میں--- جس میں وراثت پانچ طرف سے کسی کے پاس آسکتی ہے اور پھر صاحب جائیداد کے مرتے ہی پانچ مختلف سمتوں میں روانہ ہو جاتی ہے--- اس قانون میں گردش زر کا جو اصول ہے اور انسانی معاشرے کے جو معاشی مصالح اس سے وابستہ ہیں اسے یہ "نظام ربوبیت" کا نعرہ لگانے والے بھی نہ سمجھ سکے یا محض "بغیاً بینهم" کے ماتحت ہر چیز سے آنکھیں بند کر لیں؟ جب دیکھا کہ قرآنی قانون وراثت میں تو اصول قائم مقامی کسی طرح چل ہی نہیں سکتا تو ہندوؤں کی طرح (یا دوسرے مذاہب کی طرح) صرف "نسبی رشتہ داروں" (یعنی صرف اولاد) کے حق وراثت کے نمائندہ بن بیٹھے۔ کیونکہ صرف اسی میں قائم مقامی چل سکتی ہے۔

کیا یہ اسی طرح کی سنگدلی نہیں جس کے ماتحت ہمارے جاہل مسلمانوں کو بوڑھی سوتیلی ماں کو یا جوان بے اولاد بیوہ بھاوج کو (جسے نکاح ثانی کا حق بھی دیا گیا ہے) قرآنی قانون کے مطابق وراثت میں حصہ دینا خلاف عقل اور باعث فساد نظر آتا ہے۔

☆ آیئے اب عائلی قوانین کی دفعہ (نمبر۴) پر بھی قرآن ہی کی روشنی میں غور کرلیں۔ اس دفعہ کی انگریزی اور اردو عبارت اوپر بیان ہو چکی ہیں ذرا ان کو سامنے رکھ لیجئے۔

(۱) اس میں بھی پہلی خلاف قرآن بات تو یہی ہے کہ قرآن کریم کے مقرر کردہ چھ بنیادی وارثوں (والدین' زوجین اور بیٹا بیٹی) میں سے صرف دو (یعنی مرنے والے بیٹے یا بیٹی) کے لئے حق جانشینی (یا قائم مقامی) تسلیم کیا گیا ہے۔ آخر مرنے والے خاوند' مرنے والی بیوی یا مرنے والے ماں اور باپ کا حصہ کیوں نہ نکالا جائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر آگے ان کے ممکنہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے؟ اس پر ہم مقالے کے حصہ دوم کے باب دوم کی فصل دوم (صفحہ تا) میں مفصل بات کر چکے ہیں۔ اسی سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے قانون وراثت میں نیابت یا قائم مقامی نہیں چل سکتی۔

(۲) پھر اس میں دوسری خلاف قرآنی بات یہ ہے کہ مرنے والے بیٹے یا بیٹی (بیٹوں بیٹیوں) کا حصہ نکال کر آگے ان کے قرآنی شرعی وارثوں کی بجائے صرف ان کے بیٹوں بیٹیوں ہی میں تقسیم کیا گیا ہے۔ آخر مرنے والی بیوی کے خاوند یا مرنے والے خاوند کی بیوہ کو آپ قرآن کے کس حکم کے تحت وراثت سے محروم کر سکتے ہیں؟ افلا تعقلون؟

○ یہاں ایک اور بات ضمناً سامنے آتی ہے عائلی قوانین کی اس دفعہ نمبر ۴ میں اگرچہ صریحاً یہ نہیں کیا گیا کہ مرنے والے/والی کی بیوہ/ خاوند کو محروم الارث کردیا جائے۔ تاہم قانون سازی میں اولاد (بیٹا یا بیٹی) کے الفاظ کا لازمی نتیجہ یہی نکلا کہ جب اعلیٰ عدالتوں میں اس قانون کی عملی تعبیر و تشریح کا وقت آیا تو یہ معاملہ صاف ہو گیا کہ "مورث کی وفات سے قبل فوت ہو جانے والے پسران اور دختران کی اولاد کو اپنے باپ یا ماں کا حصہ بحصہ رسدی ملتا ہے۔ ایسے فوت شدہ پسران یا دختران کی بیوہ یا شوہر کو اس حصے سے کچھ نہیں ملے گا (۴)

غالباً کسی مرنے والے کی بیوہ نے (یا مرنے والی کے شوہر) نے اس بناء پر اپنا شرعی حق مانگا ہوگا کہ آخر جس کا حصہ تقسیم کے لئے نکالا جا رہا ہے اسی میں اس کا بھی حصہ بنتا ہے مگر عدالت مجبور تھی کہ قانون کے الفاظ (Litra legis) ان کے حق کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ یہ صرف ان کے نسبی وارثوں یعنی اولاد تک ہی محدود ہیں۔ عدالتوں کے ان فیصلوں میں ان لوگوں کے لئے بھی جواب موجود ہے جو یتیم پوتے کے محجوب الارث ہونے پر قرآن کے کسی صریح حکم (نص) کا مطالبہ کرتے ہیں بعض قانونی احکام کے لئے نص صریح نہیں ہوتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر وہ نص صریح پر عمل کرنے یا اس کو نافذ کرنے کا صریح اقتضاء (Corollary) ہوتے ہیں۔

☆ قرآن حکیم کے احکام وراثت کی ان دو بغاوت کی حدوں کو چھونے والی خلاف ورزیوں کے باوجود متجددین کا ان عائلی قوانین کی مدح سرائی کرنا اور یہ دعوی کرنا کہ "اس قانون کی ایک شق بھی قرآن کے خلاف نہیں ہے" (دیکھئے طلوع اسلام اکتوبر ۱۹۶۱ء صفحہ ۸۰) اس کی کیا توجیہ کی جا سکتی ہے؟

کیا یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح نافرمانی اور اللہ کی حدود سے تجاوز اور سرکشی نہیں جس پر سورۃ النساء کی آیات میراث کے معا بعد سخت وعید سنائی گئی ہے۔ (دیکھئے سورہ النساء / ۱۴)

☆ اور آخر پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عائلی قوانین کی دفعہ نمبر ۴ کے ذریعے کی گئی اس قانون سازی نے ملک کے کتنے یتامی کا مسئلہ (یا مسائل) حل کر دیئے ہیں۔ اس طرح دادا کی وراثت سے حصہ لینے والے یتیم تو شاید پورے ملک میں ایک سو فی لاکھ بھی مشکل ہوں گے۔

کیا باقی یتامی کے بارے میں قرآن کریم خاموش ہے (مناسب ہو گا کہ ہمارے مقالہ کے حصہ دوم کے باب دوم "قرآن اور تحفظ مصالح یتامی" پر ایک نظر ڈال لیں) کاش کہ پاکستان میں حکومتی سطح پر ملک بھر کے یتامی کے مسائل کے لئے قرآنی احکام کے مطابق قانون وصیت اور قانون نفقات (کفالت) کے نفاذ کے ذریعے قانون سازی کی جاتی۔ جس میں ہر طرح کے یتیموں کے علاوہ دوسرے محتاج مگر غیر وارث رشتہ داروں (بیوہ بہنوں مفلس بھائیوں وغیرہ) اور غیر رشتہ داروں کے مسائل کے حل کی بھی گنجائش موجود ہے۔

☆ اور حکومتی سطح پر اس مسئلہ کا حل بذریعہ قانون سازی کرنے کے حوالے سے یہاں بطور تقابل یہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہو گا کہ یہی مسئلہ (محجوب الارث یتیم پوتے وغیرہ کا) حل کرنے کے لئے حکومت مصر نے بھی قانون سازی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قانون وراثت میں ہی تحریف کر دی گئی۔ یہاں ایسے تمام اولاد الاولاد کو جو بوقت تقسیم وراثت زندہ موجود ہوں (چاہے دادا نانا ان کی اپنی زندگی میں بھی کچھ دے گیا ہو) سب کے لئے "وراثت" پاسکنے کے لئے قانون سازی کی گئی ہے۔ (مصری قانون میں یہ شرط مذکور ہے جبکہ ہمارا قانون بالکل خاموش ہے)اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ پاکستان میں عربی بلکہ قرآن کے ترجمہ تک سے ناآشناء عوام اور ان عوام کے جذبات کا استحصال کرنے والے متجددین۔ دیگر عوامل کے علاوہ--- سب ہی شعوری یا غیر شعوری طور پر ہندوانہ رواجی قانون وراثت سے متاثر اور مانوس تھے (کہ یہ قانون یہاں قریباً سو سال تک رائج رہا) اور یہ نظریہ قائم مقامی کے لئے بھی بہت موزوں ہے لہذا یہاں حکومت کی قانون سازی اس دائرے سے باہر نہ نکل سکی۔ چنانچہ یہاں کے متجددین نے (جو مصری متجددین کے مقابلے پر علم دین میں بھی فروتر ہیں) کچھ تو علمائے دین کے مقابلے پر مخالفانہ ضد کی وجہ سے اور کچھ قرآنی وراثت سے بے خبری کی بناء پر --- "اس مسئلے کے ایسے حل۔ (قانون) پر صاد کر دیا جو ہندوانہ رواجی قانون سے متاثر اور مانوس عوام کو پسند اور مطلوب تھا اور عوام کی اس "پسند" اور "طلب" پر گواہ ہیں پنجاب مقننہ کی طبع کردہ مجموعہ "آراء" میں وہ متعدد عوامی آراء جن کے طرف ہم مقالہ میں کئی جگہ حوالے دے آئے ہیں۔

☆ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں حکومت مصر کا قانونی حل نسبتاً قرآن و سنت سے قریب تر اور اسلامی ہے۔ جب کہ حکومت پاکستان کا حل۔ (قانون) قرآن سے بیگانہ' ہندو رواجی قانون سے قریب تر اور محض "عوامی" ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قانون وراثت میں ہی تحریف کر دی گئی۔ یہاں ایسے تمام اولاد الاولاد کو جو بوقت تقسیم وراثت زندہ موجود ہوں (چاہے دادا نانا ان کی اپنی زندگی میں بھی کچھ دے گیاہو) سب کے لئے "وراثت" پاسکنے کے لئے قانون سازی کی گئی ہے۔ (مصری قانون میں یہ شرط مذکور ہے جبکہ ہمارا قانون بالکل خاموش ہے)اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ پاکستان میں عربی بلکہ قرآن کے ترجمہ تک سے ناآشناء عوام اور ان عوام کے جذبات کا استحصال کرنے والے متجددین۔ دیگر عوامل کے علاوہ--- سب ہی شعوری یا غیر شعوری طور پر ہندوانہ رواجی قانون وراثت سے متاثر اور مانوس تھے (کہ یہ قانون یہاں قریباً سو سال تک رائج رہا) اور یہ نظریہ قائم مقامی کے لئے بھی بہت موزوں ہے لہذا یہاں حکومت کی قانون سازی اس دائرے سے باہر نہ نکل سکی۔ چنانچہ یہاں کے متجددین نے (جو مصری متجددین کے مقابلے پر علم دین میں بھی فروتر ہیں) کچھ تو علمائے دین کے مقابلے پر مخالفانہ ضد کی وجہ سے اور کچھ قرآنی وراثت سے بے خبری کی بناء پر --- "اس مسئلے کے ایسے حل۔ (قانون) پر صاد کر دیا جو ہندوانہ رواجی قانون سے متاثر اور مانوس عوام کو پسند اور مطلوب تھا اور عوام کی اس "پسند" اور "طلب" پر گواہ ہیں پنجاب مقننہ کی طبع کردہ مجموعہ "آراء" میں وہ متعدد عوامی آراء جن کے طرف ہم مقالہ میں کئی جگہ حوالے دے آئے ہیں۔

☆ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں حکومت مصر کا قانونی حل نسبتاً قرآن و سنت سے قریب تر اور اسلامی ہے۔ جب کہ حکومت پاکستان کا حل۔ (قانون) قرآن سے بیگانہ' ہندو رواجی قانون سے قریب تر اور محض "عوامی" ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی اور حوالہ جات

(۱) اس قسم کے مغالطہ کی نہایت عمدہ مثال عبدالعزیز الکنانی کا عباسی خلیفہ المامون کے دربار میں معتزلی وزیر کیساتھ وہ مناظرہ ہے جس کا قصہ خود انہوں نے ایک رسالہ کی شکل میں لکھا ہے اس کا نہایت عمدہ اردو ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے "تاریخ عہد عباسیہ کا ایک ورق" کے عنوان سے کیا تھا یہ مضمون مولانا آزاد کے ایک مجموعہ مضامین بعنوان "صدائے رفعت" کے صفحہ ۱۴ تا صفحہ ۸۷ پر ہے۔ یہ کتاب ملک پبلشرز۔ لائل پور (حال فیصل آباد) نے شائع کی تھی۔

(۲) مثلاً دیکھئے روزنامہ جنگ لاہور کی اشاعت ۲۸ فروری، ۷ مارچ ۱۹۸۶ء (جمعہ میگزین) میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا مضمون اور طلوع اسلام اپریل ۱۹۸۶ء میں اس پر غیظ و غضب کا اظہار اور اپنے پرانے خود ترک کردہ موقف کی تکرار۔

(۳) اگرچہ بعد میں جب پنجاب مقننہ کی اس مسئلہ پر پبلک آراء (فروری ۱۹۵۴ء میں) شائع ہوئیں تو پتہ چلا کہ متعدد وکلاء اور ججوں نے بھی اس نظریہ کی نامعقولیت واضح کر دی ہے۔ لیکن یہاں مقالہ نگار بطور اظہار ممنونیت اس بات کو ریکارڈ پر لانا چاہتا ہے کہ تیاری برائے مقالہ کے ابتدائی دنوں میں جب میں نے جیراجپوری صاحب کا مقالہ "محجوب الارث" پڑھا تو میں ان کے استدلال سے بڑا متاثر ہوا اور انکے اس نئے نظریہ اقربیت اور یتیم بھتیجے کو چچا کا بھائی بنا کر وراثت دینے کو نہایت معقول حل سمجھنے لگا تھا۔ ۱۹۵۴ء کی تعطیلات گرما میں اپنے گاؤں (حبیب ضلع جھنگ) گیا تو وہاں مولانا محمد حسنؒ خطیب جامع مسجد جھنگ شہر سے اس مسئلہ پر تبادلہ خیالات کے لئے ملاقات کی اور ان کے سامنے جیراجپوری صاحب کے نظریہ اقربیت کی بات ہوئی تو مولانائے نے فرمایا کہ "حافظ صاحب ذرا متعدد بھتیجوں کے ساتھ صورت حال پر غور کیجئے" مجھ پر اس نظریہ کی لغویت اسی وقت واضح ہوگئی۔ اس مسئلہ میں میرے پہلے رہنما مولانا محمد حسن صاحب مرحوم و مغفور ہی تھے۔

دیکھئے 1975, P.L.D پشاور نیز 1978, P.L.D ء لاہور، 483

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراجع و مصادر

۱- قرآن حکیم

۲- احکام القرآن ۔ لابی بکر محمد بن عبداللہ ابن العربی الاندلسی م ۵۴۲ھ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۳۱ھ

۳- احکام القرآن۔ لابی بکر احمد بن علی الرازی الجصاص م ۳۷۰ھ ۔ مطبعۃ اوقاف الاسلامیہ قسطنطنیہ ۱۳۳۵ھ (بعہد سلطان وحید خان وباھتمام نظارۃ الاوقاف)

۴- فتح القدیر۔ الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر--- للامام محمد بن علی الشوکانی م ۱۲۵۰ھ--- مطبعۃ مصطفی البابی (مصر) ۱۳۴۹ھ

۵- تفسیر المنار۔ للسید محمد رشیدرضا۔ مطبعۃ المنار۔ مصر الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۶۵ھ

۶- تفسیرالمراغی۔ لاحمد مصطفی المراغی۔ مطبعہ مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر--- الطبعۃ الاولی ۱۳۶۵ھ۔۱۹۴۶ء

۷- تفسیرابن کثیر--- حافظ ابن کثیر

۸- تفسیراحمدی ازملا جیون مطبوعہ مطبع حسنی (مقام وتاریخ طباعت ندارد)

۹- تفسیر ابوالفتوح رازی۔ ازشیخ حسین بن علی الخزاعی المعروف بابی الفتوح رازی مطبوعہ چاپ خانہ شرکت تضامنی محمد حسن علمی وشرکاوہ۔ تہران (ایران) خرنادماہ ۱۳۲۰ھ

۱۰- تفسیربیان القرآن اردو۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون (انڈیا) سنہ ندارد

۱۱- تفسیر حقانی (فتح المنان)۔ اردو تفسیر از مولانا عبدالحق دہلوی شائع کردہ شیخ غلام علی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اینڈ سنز لاہور ۱۳۶۴ھ

۱۲- صحیح البخاری۔ لابی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری م ۲۵۶ھ۔ مطبوعہ لیدن مطبعة بریل ۱۹۰۸ء

۱۳- صحیح مسلم۔ لابی الحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری' ۲۶۱ھ۔ ناشر محمد صبیح و اولادہ بمیدان الازہر بمصر ۱۳۳۴ھ

۱۴- صحیح الترمذی۔ لابی عیسی محمد بن عیسی الترمذی م ۲۷۹ھ۔ المطبعة المصریة بمصر ۱۳۵۰ھ موافق ۱۹۳۱ء۔ الطبعة الاولی۔

۱۵- موطا۔ الامام مالك بن انسؓ م ۱۷۹ھ۔ داراحیاء الکتب العربیه۔ عیسی البابی الحلبی و شرکاوه (مصر) ۱۳۷۰ھ۔ ۱۹۵۱ء

۱۶- بلوغ المرام۔ للحافظ ابن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ--- مطبع مصطفی محمد صاحب المکتبة التجاریة الکبری مصر سنه طباعت ندارد۔

۱۷- الجامع الصغیر للسیوطی۔ مصطفی البابی الحلبی واولاده بمصر' سنه ندارد

۱۸- الفروع من الجامع الکافی۔ لملامحمدبن یعقوب بن اسحاق الکلینی م ۳۲۹ھ مطبعه نولکشور لکھنئو ۱۸۸۶ء

۱۹- کتاب الام۔ الامام محمد بن ادریس الشافعیؒ المطبعة الکبر ی الامیریه۔ بولاق (مصر) ۱۳۲۵ھ

۲۰- المحلی ۔ لابی محمد بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی م ۳۵۶ھ مطبوعه۔ ادارة الطباعة المنیریه قاهرة ۱۳۵۷ھ۔۱۹۳۸ھ

۱۲- بدایة المجتهد۔ لابن رشد القرطبی م ۵۹۵ھ۔ مطبعة الاستقامة قاهرة ۱۳۵۷۔ ۱۹۳۸ء

۲۲- فیض الباری۔ شرح بخاری للعلامه محمد انورشاه کشمیری م ۱۳۵۲ھ۔ مطبعة دارالمامون مصر ۱۳۵۷ھ۔۱۹۳۸ء الطبعة الاولی

۲۳- عینی شرح بخاری---

۲۴- مصادرالاحکام الشرعیه۔ صالح بن غالب الیافعی سلطان حضرموت--- مطبع مصطفی البابی الحلبی بمصر۔ ۱۳۶۵ھ۔۱۹۳۸ء الطبعة الاولی

۲۵- الاحکام فی اصول الاحکام۔ لابن حزم الاندلسی م ۴۵۶ھ۔ مکتبة الخانجی مصر ۱۳۴۵ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۶- اصول التشریع الاسلامی۔ للاستاذ علی حسب اللہ۔ مطبعة العلوم شارع الخلیج بمصر۔ الطبعة الاولی ۱۹۵۲ء
۲۷- تاریخ فقہ اسلامی۔ علامہ خضری التشریع الاسلامی کا اردو ترجمہ از عبدالاسلام ندوی۔ شائع کردہ دارالمصنفین اعظم گڑھ (انڈیا) سنہ ندارد
۲۸- مجموعہ فتاوی ابن تیمیة۔ لابن تیمیہ الحرانی م ۶۲۱ھ۔ مطبع کردستان العلمیہ قاہرہمصر ۱۳۲۹ھ۔
۲۹- الدرالمختار۔ لعلاء الدین علی الحصکفی ۔مطبع مجتبائی دھلی ۱۹۱۶ء
۳۰- المقارنات التشریعیة۔ من القوانین الوضعیة المدنیة والتشریع الاسلامی --- للسید عبداللہ علی حسین --- داراحیاء الکتب العربیة۔ عیسی البابی الحلبی مصرالطبعة الاولی ۱۳۶۸ھ۔ ۱۹۴۹ء :-
۳۱- المواریث الاسلامیہ۔ فی المذاھب الاربعة:- لاحمد کامل الخضری شیخ معھد دمیاط الطبعة الثانیہ۔ مطبعة التوکل بمصر ۱۳۶۹۔۱۹۵۰ء
۳۲- احکام المواریث۔ لمحمد محی الدین عبدالحمید۔ مطبع عیسی البابی مصر ۱۹۴۷ء
۳۳- سراجی۔ مع ضیاء السراج (حاشیہ)۔ مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۵ھ مصنف سراج الدین محمد بن محمد سجاوندی م ۶۵۰ھ ھیں۔
۳۴- شریفیہ۔ شرح سراجیہ۔ از سید شریف علی۔ مطبع گلشن احمد لکھنو ۱۲۸۹ھ۔ ۱۸۷۲ء
۳۵- کتاب الفرائض۔ من شرائع الاسلام للشیخ نجم الدین ابی القاسم المحلی۔ مطبوعہ وکٹوریہ پریس لاہور ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء
۳۶- الوراثہ فی الاسلام۔ للحافظ اسلم الجیراج بوری۔ مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۲ء
۳۷- حل المشکلات فی الفرائض۔ شجاع بن نوراللہ انقروی مدرس مدرسہ سرای عتیق ادرنہ (ترکی) مطبوعہ بولاق ۱۲۸۵ھ۔
۳۸- فتاوی عالمگیری۔ اردو ترجمہ از سید امیر علی مرحوم۔ مطبوعہ نو لکشور لکھنو ۱۹۳۸ء
۳۹- حجتہ اللہ البالغہ۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی م ۱۱۷۶ھ کی کتاب کا اردو ترجمہ از مولانا عبدالرحیم صاحب پشاوری۔ شائع کردہ قومی کتب خانہ لاہور سنہ طباعت ندارد۔
۴۰- جامع الاحکام فی فقہ الاسلام۔ سیدامیر علی مرحوم کی انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ از

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید ابوالحسن صاحب۔ مطبوعہ نولکشور لکھنو (سن طباعت ندارد)

۴۱۔ مختار المسائل۔ اردو ترجمہ از سید سرور حسین صاحب مطبوعہ نامی پریس لکھنو ۱۹۳۱ء

۴۲۔ فتاوی المیراث۔ معروف بہ شرح نظم فرائض۔ اصل از مولوی جعفر علی و شرح از مولوی محمد یوسف علی۔ مطبوعہ نولکشور لکھنو ۱۲۹۰ھ۔ ۱۸۷۳ء

۴۳۔ الوارثت فی القرآن۔ خواجہ احمد الدین امرتسری۔ شائع کردہ دفتر امت مسلمہ، امرتسر ۱۹۴۱ء

۴۴۔ تین اہم مسائل۔ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی۔ سنہ ندارد

۴۵۔ سیرت عائشہ، سید سلیمان ندوی: دارالمصنفین اعظم گڑھ سنہ ندارد

۴۶۔ الفاروق۔ مولانا شبلی نعمانی۔ مطبوعہ مطبعہ معارف اعظم گڑھ۔ سنہ ندارد

۴۷۔ اسلام کا اقتصادی نظام حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔ دارالمصنفین دہلی سنہ ندارد

۴۸۔ پوتے کی میراث۔ مفتی محمد شفیع صاحب کا مختصر سا پمفلٹ (تحریر) کردہ جامعہ اشرفیہ۔ نیلا گنبد لاہور (۱۹۵۴ء)

۴۹۔ یتیم پوتے کا حق وراثت۔ سید غلام احمد بی اے پلیڈر منٹگمری کا مختصر سا پمفلٹ جسے خود مصنف نے شائع کیا ہے۔ ۱۹۵۳ء

۵۰۔ متقننہ پنجاب Legislative Assembly کی اس مسئلہ پر طبع کردہ پبلک آراء یعنی Opinion on the Punjab Muslim personal law (Shariat) application (Amemdment) bill (8th of 1953) and its supplement.

English Books

51:- Encyclopedea of Religion and Ethics (Edited by James Hastings) Vol: 7 Article on "Inheritance".

52:- Principles of Mohammaden Law by F.D.Mulla 13th Ed (1950) Calcatta

53:- Mohammaden Law by F.B Tayabji- 3rd Ed. 1940) Bombay.

54:- Muslim Institutions by Maurice Gaudferoy Ist Ed. (1950)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

George Allen and Unwin, London.

55:- Reconstruction of Religious Thought in Islam by Allama. Iqbal (Lahore Editon)

56:- Hand Book of Mohammaden law by Syed Amir Ali 3rd Ed. (1911), Calcatta.

اس کے علاوہ :

رسالہ طلوع اسلام کراچی کے ۱۹۵۱ء' ۱۹۵۲ء' اور ۱۹۵۴ء کے متعدد پرچوں ---
رسالہ ترجمان القرآن لاہور کے ۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۴ء کے مختلف شماروں اور اخبار اہل
حدیث امرتسر کے ۱۹۱۷ء اور ۱۹۱۸ء کے پرچوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ ☆ ☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سوانحی خاکہ

نام : حافظ احمد یار

ولدیت : مہر محمد یار

تاریخ پیدائش: ۵ جنوری ۱۹۲۰ء

جائے پیدائش: جھنگ ، سرگودھا روڈ پر ، جھنگ سے پانچ میل کے فاصلے پر دریائے چناب کے کنارے واقع گاؤں "حبیب"۔

تعلیم : ۱۹۳۵ء میں ایم ۔ بی مڈل سکول جھنگ سے ورنیکلر کا امتحان پاس کیا۔

☆ ۱۹۳۷ء میں اسی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا ۔

☆ ۱۹۴۳-۴۵ء گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ سے جے ۔ وی فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور کلاس میں اوّل رہے ۔ اسی دوران قرآن حکیم حفظ کیا۔

☆ ۱۹۴۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔

☆ ۱۹۵۲ء میں پنجاب یونیورسٹی ہی سے بی ۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ اس عرصے میں جامعہ محمدی جھنگ کے عالم دین مولانا محمد ذاکر مرحوم سے عربی گرائمر کی تعلیم حاصل کی۔

☆ ۱۹۵۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات کیا ، اوّل آئے اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔

☆ ۱۹۵۷ء میں اسی یونیورسٹی سے ایم اے عربی کا امتحان پاس کیا ۔ یہاں بھی اوّل رہے اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔

ملازمت: ۱۹۴۹ء - ۱۹۵۴ء ، ایم بی ہائی سکول میں بطور استاد کام کیا -

☆ ۱۹۵۵ء - ۱۹۶۴ء اسلامیہ کالج سول لائنز میں بطور استاد رہے۔

☆ ۱۹۶۴ء - ۱۹۸۰ء شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی میں خدمات سرانجام دیں

☆ ریٹائرمنٹ کے بعد قرآن اکیڈمی اور قرآن کالج سے وابستہ رہے۔

تصانیف: دستور حیاء ، دین و ادب ، یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے لئے متعدد یونٹ ، متعدد علمی و تحقیقی مقالات ۔

ISBN 969-503-129-3
9 789695 031292

الفیصل
ناشران و تاجران کتب
اردو بازار لاہور